قانون عترت - عموماً ہر قسم تپ کا علاج و خصوصاً تپ دق و تپ مزمن کا مصنفہ حکیم عترت حسین -

قرابادین ذکائی فارسی - مصنفہ حکیم ذکاء اللہ خان مراد آبادی -

انیس الاطبا - تالیف حکیم مولوی صادق علی -

مجربات اکبری - اردو ہر مرض کے نسخے آزمودہ حکیم واحد علی موہانی -

طب نبوی - جسکا ہر نسخہ مریضون کے لیے اکسیر اعظم ہے انتخاب احادیث نبوی سے مؤلفہ حافظ اکرام الدین -

معالجات احسانی - دلائل تشخیص امراض [illegible] مؤلفہ حکیم احسان علی -

طب فارسی

دستور العلاج - از حکیم سلطان علی خراسانی -

خلاصة التجارب - از حکیم کملو تجان -

کفایہ منصوری مع رسالہ چوب چینی از حکیم منصور بن یوسف -

ضیاء الابصار - از حکیم محمود خان دہلوی -

مجربات رضائی - امراض ضعف باہ و مثانہ از حکیم سید رضا حسین -

ترجمہ میزان الطب اردو مع رسائل دیگر مترجمہ مولنا محمد حامد علی خان صاحب شاہ آبادی مصحح مطبع -

طب یوسفی - از حکیم محمد یوسف [illegible]

للہ الحمد والمنة کہ در ینولا رسالہ نادرہ مفید انام کار آمد رسائل -

محاکمات و تجربات موسوم بہ دستور النجات نسب - معالجات ہر موسم کے از

پتون کے اقسام اور بیان طریقہ علاج کا بقاعدہ ڈاکٹر محمد علی -

لاجواب و انتخاب ہے من تصنیف حاذق یگانہ ممدوح زمانہ قادری فارسی - از حکیم

حکیم اصغر حسین صاحب متوطن فتحگڈھ مطبع [illegible] زانی -

مین بکمر پستی و علو ہمتی امیر باذل سخی دریا دل مفتاح الابدان - از حکیم عبد الحق

صاحب [illegible] گو مالک مطبع دام اقبالہ منصرم کامل منشی [illegible] نافعہ طب - از حکیم شریف خان

اہتمام سے ماہ جولائی [illegible] مین با [illegible] اسرار - از حکیم ہادی حسین

طبع ہوا - [illegible] ی -

بعون صناع یکتائے مکین و مکان فضل خلاق زمین و زمان

دیوان امیر

معروف بہ اسم تاریخی

مرآۃ الغیب

مطبع نامی منشی نولکشور واقع لکھنؤ میں طبع ہوا

باہتمام کیسری داس سپرنٹنڈنٹ

سنہ ۱۹۲۲ء

التماس - اس مطبع میں ہر علم و فن کی کتب کا ذخیرہ سلسلہ وار فروخت کے لئے موجود ہے جسکی فہرست ہر شائق کو چھاپہ خانے سے مل سکتی ہے جسکے معائنہ سے شائقان اصلی حالات کتب کے معلوم فرما سکتے ہیں قیمت بھی ارزان ہے اس کتاب کے ٹیٹل پیج کے تین صفحہ سادہ میں کتب کلیات و دواوین اُردو کتب کلیات و دواوین فارسی درج کرتے ہیں تاکہ جس فن کی یہ کتاب ہے اُس فن کی اور بھی کتب موجودہ کارخانے سے قدردانوں کو آگاہی کا ذریعہ حاصل ہو

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
کلیات و دواوین اُردو		مرزا رفیع السودا	۴ عہ
کلیات انشاء اللہ خان - بہ نتیجہ طبع شاعر نامی میر انشاء اللہ خان	عہر	کلیات انوری کامل فارسی	۶ ہ
انتخاب کلیات ظفر -	۸/	کلیات تراب - مجموعہ جس میں چند کتاب ہیں ۱- دیوان ۲- مثنوی عاشق صنم	۹/
کلیات نعتیہ مجید -	عہ/	۳- ٹھمریاں - ۴- شجرۂ قادریہ	۱۵/
کلیات غلام امام شہید	۲ عہر	کلیات ناسخ - طبعزاد سخنور نامی	
دیوان وقار -	۱/	شیخ امام بخش ناسخ معاصر آتش لکھنوی	عہ/
کلیات صفدر -	عہر	کلیات تسلیم جس کا نام تاریخی نظم ارجمند	
بہارستان اشعار	عہ	ہے نتیجہ خوش فکری زبان اور بلند خیال	
دیوان میر حسن	۸/	منشی امیر اللہ تسلیم شاگرد نسیم دہلوی	عہ
گلدستہ حفیظ اللہ خان	عہر	کلیات میر تقی - استاد مستند مسلم الثبوت کا	۱۰ عہ/
کلیات صنعت -	۱۲/	کلیات ظفر - کلام الملک ملک الکلام	
کلیات سودا قصائد و مثنویات و		چار جلد میں ۱- جلد اول و دوم یکجائی	
دواوین و رباعیات از کلام تاج الشعرا		جلد سوم و چہارم یکجائی -	ے/

بہ صنائع مکین مکان فضل خلاق زمین و زمان

دیوان امیر

معروف بہ اسم تاریخی

مرآۃ الغیب

مطبع نامی منشی نولکشور واقع لکھنؤ میں بہ طبع ہوا

باہتمام کیسری داس سپرنٹنڈنٹ

سنہ ۱۹۲۲ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قصیدہ در مدح جناب مستطاب ہلال رکاب انجم خدم نواب محمد کلب علیخان بہادر دام ملکہم و اقبالہم مشتمل بر مناظرۂ دانش و وہم

تخت کاغذ یہ ہوا صدر نشین شاہ قلم دائرے طبل کی صورت ہین الف شکل علم

ہین جو یہ عرصۂ کاغذ یہ حروف و حرکات یہی لشکر ہے یہی فوج یہی خیل و خدم

ہے فصاحت جو مصاحب تو بلاغت ہے ندیم وزرا تشبیہ و بدیعہ و جاہ و حشم

منتخب ہین جو مضامین تو معانی ہین لطیف ہین وہی گنج و خزائن وہی دینار و درم

اہل دفتر نے ہے کی کھول کے بستہ کو نشست گردن منشی گردون ہوئی تسلیم کو خم

کبھی منصب کبھی تقسیم ہین دین جاگیرین شقے لکھے گئے ہونے لگے فرمان رقم

وقت دربار ہوا جمع ہوئے مجرائی عقل و فہم و خرد و ہوش و تدابیر و حکم

سامنے آنے لگے خیر طلب بہر سلام رہ رہا تھا جو ادب کا وہ پکارا ابہم

روبرو خسرو جمجاہ فلک فر کے نگاہ تا ابد سلطنت پشت و پناہ عالم

ہوئی مجرے سے نجومی جو فراغت حاصل مسند حکم ہوئی مطلع انوار قدم

روبرو دستخطِ خاص کو لایا کاغذ
عرضیان گذرین خلائق کے برآئے مطلب
بعد اخبار کے پرچون کی جو نوبت آئی
کہ ملازم ہین جو سرکار کے دو دانش و وہم
بحث اک بات کی دونون مین پڑی ہو ایسی
حکم عالی یہ ہوا جلد کرو حاضر بزم
حاضرِ بزم ہوئے وہ تو ہوا یہ ایما
عرض دانش نے یہ کی روز ابد تک قائم
بندۂ خاص نے دیکھے ہین ہزارون انسان
ایک حاکم ہے فلک جاہ خردمند ذکی
نام ہے کلب علیخان بہادر جمجاہ
علم مین حلم مین جود و کرم و ہمت مین
جسمین جو بات ہو کیونکر اُسے کوئی کہے
میرے کہنے کو ذرا وہم نے باور نہ کیا
کہ کمالات کا حصر ایک مین ہو نا ممکن
کیسے کیسے نہین گذرے ہین جہان مین نامی
سارے عالم مین ہو سحبان کی فصاحت مشہور
کس کو معلوم فلاطون کی نہین ہو حکمت
چارسو ہمت حاتم کا ہے آوازہ بلند
تو جو کہتا ہے کہ ان سب سے ہے بڑھ کر کوئی
مین یہ کہتا ہون ترے دعوی مین ہین اپنے صادق

حکمت الدولہ جو تھا فلسفی یا قوت رقم
لب ہوئے لعل فشان کھل گئے ابواب کرم
نئے مضمون کا اک پرچہ ہوا پیش اُسدم
درِ دولت پہ ہے ہنگامہ لڑے ہین باہم
کہ مہم گتھ گئے ہین صورتِ خطِ توام
دیکھین کیا کہتے ہین خوو دونون مین ہم ہونگے حکم
کیون لڑے کیا سبب جنگ ہو آگاہ ہون ہم
یہ حکومت یہ ایالت یہ شہامت یہ حشم
حکمرانانِ زمانہ رؤسائے عالم
صاحبِ علم و ہنر معدنِ اخلاق و کرم
جسکے خُدام ہین ہم مرتبۂ قیصر و جم
ہے وہ یکتائے زمانہ سرِ اقدس کی قسم
پیش انصاف گزین حق کا چھپانا ہے ستم
بلکہ مارا رہِ انکار مین مُنکر نے قدم
کارخانہ ہے خدا کا نہین خالی عالم
خواجگانِ عربستان و صنادیدِ عجم
سارے آفاق مین کسریٰ کی عدالت ہو علم
حکم نادر ہو عیان جلوہ نما عشرتِ جم
ششجہت پر ہے عیان سب سے جری تھا رستم
زعم باطل ہے فقط مانتے ہین کب اسے ہم
ہین دلائل جو ہون گوشِ شنوا گوشِ اصم

کچھ یہ سُنتا نہین انکار پہ باندھے ہے کمر
ہوگیا حکم کہ ہان محکمۂ بحث ہو گرم
وہم بولا کہ مجھے عدل مین پہلے ہے کلام
فی البدیہہ اُسے دانش نے دیا ایسے جواب
میرے ممدوح کا وہ عدل جو تھا عدل رسولؐ
کفر و اسلام کے آئین مین ہو ظاہر تفریق
چپ ہوا وہم کہا خیر یہ مانا مین نے
ہنس کے دانش نے کہا یہ بھی نہین سمجھا تو
وہ ہی دیتا تھا خلایق کو جو دیتا تھا خدا
بیش از ین نیست کہ دعوت مین کیا کرتا تھا ذبح
میرے ممدوح کی کشور نہ خزائن کی ہی حد
اتنے سائل تھے قبیلے مین نبی طے کے کہان
روز پاتے ہین زر و گنج ہزارون سائل
کرتے ہین صاحبِ زر ہو کے غنی زر بخشی
بات معقول تھی کچھ وہم کو آیا نہ جواب
بعد کچھ دیر کے بولا کہ رہا اب یہ کلام
کس جوان مرد نے مانا نہین لوہا اُس کا
سُن کے اس بات کو دانش کو ہوا کچھ جو سکوت
شاہنامہ نہین کیا تیری نظر سے گذرا
سیستان مین تھا فقط ایک وہ گمنام سایل
میرے ممدوح کی جرأت تھی بھلا اُسمین کہان

گفتگوے طرفین آپ سُنین ہوے حکم
ایک اِک بات کا ہو فیصلہ لاہو کہ نعم
نام کسریٰ کا ہو انصاف و عدالت مین علم
چاہ بے آب بھی پاتا ہے کہین رتبۂ یم
عدلِ کسریٰ مین ضلالت کے طریقے منضم
چشمِ بینا مین کبھی ایک نہین نور و ظلم
کون حاتم سے زیادہ ہے بہ جود و کرم
بادشہ تھا نہ کسی مُلک کا حاکم حاتم
اُسمین جتنے ہون مُیسّر اُسے دینار و درم
گوسفند و بز و میش و شتر و اسپ و غنم
سب وہ حصّہ ہے خلائق کا ہے جود و کرم
جمع اُسکے درِ دولت پہ ہے سارا عالم
ہر تہیدست ہی اب مالکِ دینار و درم
یہ وہ حاتم ہے کہ ہین اسکے گدا تک حاتم
نطق ہو بند تو منھ کھول سکے کیا ابکم
کہ شجاعت مین یہ افضل ہی کہ افضل رُستم
قائلِ جرأتِ رُستم ہے عرب تا بہ عجم
مین بھی موجود تھا بولا کہ خموشی ہی ستم
آپ کہتا ہے یہ فردوسی اعجاز رقم
شاہنامہ جو کہا مین نے بنایا رستم
رُعب سے اسکے صفین ہوتی ہین درہم برہم

اب جو نہین اسلحۂ جنگ یہ آگے تھے کہان
اُس پہ پڑ جائے صفِ فوج عدو مین بھاگڑ
اسمین بھی بند ہوا وہم تو لی اور ہی راہ
کی یہ تقریر کہ اچھا نہ سہی ذکرِ نبرد
جام جمشید کی پوشیدہ نہین کیفیت
سُن کے دانش نے کہا خوب کہان تجھکو تمیز
فرض کردم کہ مُہیّا ہون سب اسباب نشاط
آپ ہی مین جو نہوا اُسکو ہو حاصل کیا خاک
اگلے لوگونمین کہان تھی یہ تراش اور خراش
پیرہن سنگ چمن بوقلمون رنگ برنگ
خوبصورت و حسین ماہ جبین پیش نظر
کبک و طاؤس کی رفتار تو چیتے کی کمر
رقص وہ جس سے سراسیمہ ہو طاؤس فلک
جام جم سے اگر آئینہ تھا احوالِ جہان
طرح مین وضع مین ترجیح مین ایجادون مین
نہ چلی وہم کی اسمین بھی تو بولا مجبور
حکم نادر کا فلاطون کی ہو حکمت باقی
کہا دانش نے کہ یہ بات بھی دشوار نہین
وجہ ترجیح کی نادر سے تو یہ حکم مین ہے
آنکھین کس کی نہین نادر نے نکالین بیجُرم
کس کی گردن پہ نہ نادر کی چلی تیغِ جفا

نہ یہ توپین نہ یہ گولے تھے نہ یہ سیل نہ بم
سرِ میدان جو ڈکارے صفتِ شیر اجم
رزم سے پھر کے دھرا بزم مین ناچار قدم
گسنہ آہستہ کی بزم طرب صورتِ جم
جس سے تھا پیش نظر آئینہ حالِ عالم
مست و مدہوش کو کیا ذائقۂ ناز و نعم
مطرب و ساقی و نقل و مَی و اصوات نغم
لذتِ سامعہ و ذائقہ و قوّتِ شم
یہ نفاست یہ نزاکت یہ لطافت یہ شمیم
زیورون مین وہ چمک نور کا جن مین عالم
خم بخم زُلف رسا آئے تا زانو و شکم
آنکھین وہ شوخ کہ آہوئے غزالان حرم
کان زہرہ بھی پکڑے وہ نزامبر نغم
راز کونین سے آگاہ یہان دل ہر دم
متاخر ہین سراسر قدما سے اقدم
خیر قائل ہون پر اے فارق انوار و ظلم
فرق انکا بھی سنُون کون سوا کون ہی کم
لائق مدح ہے ممدوح وہ ہین قابل ذم
وہ ہمہ ظلم و ستم تھا یہ ہمہ عدل و کرم
سرمۂ روشنی چشم ہے یان خاک قدم
گردنین سیکڑون احسان سے اسکے ہوئین خم

اور حکمت مین فلاطون کا ہے کیا ذکر کہ وہ
یہ وہ دریا کہ خم چرخ جہان ایک حباب
طرفہ حکمت کہ نبیؐ کا بھی وہ قائل نہوا
کفر و ایمان مین بڑا فرق ہو لازم ہے تمیز
جب سُنے ایسے براہین یہ ہوا وہم کا حال
چشم الطاف سے دانش نے بھی کی اُسپہ نظر
یہ تو تھے تیرے سوالات کے اے وہم جواب
علم مین حلم مین الطاف مین دانائی مین
ہر سحر مشغلہ فریادرسی دادرسی
جتنے جس شہر سے آتے ہین مسافر مہمان
اس جگہ چاہیئے موزون ہون کئی مطبخ صاف

ٹھہر خم مین ہوا راہی اقلیم عدم
پھیل کر قطرہ نہ دریا سے کبھی ہوا اعظم
دل صفا سے ہی یہان مطلع انوار قدم
وہ اگر ہیمہ دوزخ تو یہ ہے سرو ارم
خم کیا سر کو لیے دوڑ کے دانش کے قدم
بہر تفہیم کہا سُن کہ تو ہے نیک شیم
وصف ممدوح جو ہین اور وہ اب کہتے ہین ہم
ایک ہی فرد ہے یکتا ہے وہ فخر عالم
میہمان سیکڑون ہر شام سر خوان کرم
کیمیا کرتی ہے اُنکو نظر فیض شیم
گھر مین بیٹون کے لگین آنے قد آدم

مطلع

وقت رفتار ہے زرریز عجب فیض قدم
در دولت کی وہ عظمت ہے کہ جس سے ہر دم
تنگدل وہ ہے عدو نام جو اُسکا ہو رقم
چشمۂ فیض سے اسکے جو شجر ہون سیراب
دلمین وہ سخت دلونکے بھی جگہ کرتا ہے
ہے تواضع کا نتیجہ کہ ہے سب پر غالب
عفو ایسا کہ خطاکار سے بھی ہے اغماض
زائر در جو رہ شوق مین ہوتے ہین رواں
بیٹھی دولت والے نے یہ پامال کیا

نقش پا راہ مین بچھاتے ہین دینار و درم
لو لگائے ہوئے ہے لام ہو یا واو قسم
ساحت لوح یہ سمٹے کہ ہو میدان قلم
عوض برگ ہر اک شاخ سے پیدا ہون درم
سنگ پر جیسے پیمبر کے پڑے نقش قدم
کسر نفس اُسکو نہ کس طرح کرے فتح سے ضم
صاف پی جائے جو کھائے کوئی جھوٹی بھی قسم
حسرت آنکھون کو یہ ہوتی ہے ہوئے ہم نہ قدم
کہین ڈھونڈھے نہین ملتا ہے نشان سرم

مرگ کاف کی شمشیر سے کٹتا سرِ میم
درمیان مین جو نہوتا قدم اے کرم

ق
وہ مسیحا ہو تو پھر خلق کا مرنا کیسا
کیا عجب روک کے بیٹھے جو قضا راہِ عدم

صور سے کہدے تو وہ بھول بھلیاں بنجائے
کہ بھٹکتا ہی پھرے اُسمین سرافیل کا دم

فیض سے اُسکے وہ کرتے ہین دوشلے تقسیم
کملیون کو بھی نہ ملتے تھے جنھین مرے غنم

قہرِ رب کہتے ہین جسکو وہ عتاب اُسکا ہے
آنکھ دکھلائے جسے اُسکا ہو دم عین عدم

صرصرِ قہر چلے اُس کی تو ہستی کیسی
چار ارکان ہون نگونسار گرین ہفت خیم

ق
سود خوردہ ہے عدو کیون نہ زمین پر لوٹے
عدم ہضم غذا ہے سبب دردِ شکم

عہد مین اُسکے یہ بدخواہ کو ملتی ہے سزا
گر ستم ہے حق معشوق مین عاشق پہ ستم

اژدہا ہو ابھی خود ہو گرفتار جنون
پڑھے لیلی جو کرے سورۂ جن قیس پہ دم

بُت پرستی کا مٹا عہد مین اُسکے یہ رواج
قابل حد ہوئے اطفال بھی کھیلے جو صنم

بسکہ پابند شریعت ہے وہ مقبول خدا
اس قدر کی ہے شریعت کی بنا مستحکم

کہ کسی راہ کے چلنے مین کسی زاہد کا
سرِ حد شرع سے باہر نہین پڑتا ہی قدم

آپ عابد ہے وہ کرتا ہے نصیحت سبکو
غافلو راہ عبادت مین نہو سست قدم

غم سے ہوتی ہین شب و روز نمازین جو قضا
دیکھو ماتم مین اُنھین کے ہو سیہ پوش حرم

ق
گھٹ گئے کفر کے آئین ہوئی رونقِ دین
بند دروازۂ بتخانہ ہے وا بابِ حرم

ہوتے آذر بھی تو پابند شریعت ہوتے
سجدہ گاہین وہ بناتے جو بگڑتے بھی صنم

تن گیا اسلحۂ جنگ نے پایا ہے فروغ
خود ہے مشعلۂ طور زرہ رخت حرم

ہے سپر پشت مبارک یہ کہ حمزہؓ کی سپر
ذوالفقار اسد اللہ کہ شمشیر دودم

حملہ ور فوج عدو پر وہ اگر ہو دمِ جنگ
باندھ کر چست کمر کھینچ کے شمشیر دودم

ہیبت کشتونکا نہ طیار بھی ہونے پائے
ہو چکے تیغ و قضا مین برضا بیع سلم

ہوا سیہ رو جو عدو اُسکو کیا خون مین تر
کیا تماشا ہے کہ اسود کو بنایا ارقم

ق

نثر مین نظم مین سب طرح کی رنگینی ہی
ہے ورق ہاتھ مین گلزار تو طاؤس قلم

کیون نہ عالی سخن اُس کا ہو کہ ہی استعداد
بیت محکم ہے وہی جس کی بنا ہے محکم

یہ حکومت یہ ریاست یہ ایالت یہ شکوہ
واہ کیا نظم ہے جسکا ہی ثنا خوان عالم

تاج کہتا ہی کہ ہے تاجِ سکندر کیا مال
تخت کہتا ہے نہین تختِ سلیمان بھی کم

تاجدارون پہ مین چھایا ہون یہ ہی دعوی چتر
سبز بختون سے ہون سرسبز یہ ہے قول علم

اسپ کا قصد کہ مین عرش کا پایا چھولون
فیل کا عزم سرِ چرخ پہ کھدون مین قدم

تیغ کہتی ہے کہ مجھ سے دل مریخ ہی آب
نیزہ کہتا ہے کہ مجھ سے سر بہرام ہے خم

مدح ممدوح بہت تجھ سے ہے دشوار امیر
آتشین ہے یہ رہ سخت تو چوبین ہے قلم

روک لے روک لے رہوار طبیعت کی عنان
کر دعا حق سے کہ اے خالقِ انوار و ظلم

نورِ اقبال رہے اُس کی جبین سے ساطع
ظلمتِ بختِ سیہ حصۂ اعدائے دژم

ایضاً قصیدۂ مدحیہ

تا کجا کوتہی دست ہوس کر جھوٹ
پردۂ شرم رُخِ شاہدِ معنی سے اُلٹ

جیتنا ہو جو سوارانِ سخن سے میدان
پھینکنا چاہیئے رہوار قلم کو سرپٹ

یہی گو ہے یہی میدان یہی معنی یہی لفظ
اپنی اپنی ہی دمِ معرکہ پر ڈانٹ ڈپٹ

پی چکے گو کہ مےِ صاف سخن کو مے نوش
رہ گئی ساغر و مینا و سبو مین تلچھٹ

خم ہین میخانے مین ایسے بھی کہ ٹوٹی نہین مُہر
کھول منھ بھر کے صراحی کو پیے جا غٹ غٹ

دو قصیدے جو سُنے مصحفی و انشا کے
واقعی سکۂ رائج ہین ولیکن سلیٹ

سخت پتھر سے جو تھے قافیۂ نامانوس
کچھ بھی کاٹا نہ گئی تیغ زبان اُن کی اُچٹ

ذائقہ ہے تو فقط گرمی و بیباکی کا
پر فصاحت سے یہ کہتے ہین کہ چل دور ہو ہٹ

ہمّت فکر نے باندھی جو کمر بہر جواب
اوّل اوّل تو طبیعت کو ہوئی گھبراہٹ

آخر آخر یہ ہوئی نظم کی قوت پیدا
کرلیا تازہ مضامین کا علاقہ کورٹ

لو سُنو گوشِ توجہ سے ذرا نظمِ فصیح
وہ مئے صاف نہین نام کو جسمین تلچھٹ

مطلع

شب دوشنبہ جو لی خواب مین مین نے کروٹ
آئی اک حُور لقا پاس اُلٹ کر گھونگھٹ

کچھ عجب فتنہ کہ اُسکی جو نظر جائے پلٹ
ساتھ ہی چرخ پھرے لے یہ زمانہ کروٹ

شعلۂ رُخسار جفا کار قیامت آفت
شوخ عیّار غضب قہر چھلاوا نٹ کھٹ

رحم دکھلائے جو منھ دور سے پھر جائے نگاہ
شرم آجائے تو آنکھین کہین چل دور ہو ہٹ

گر پڑے جان پہ زیور کی چمک سے بجلی
کھینچ لے دل کو وہ پوشاک مین خوشبو کی لپٹ

وہ نگاہین غضب آلودہ وہ مژگان کی صفین
لشکرِ صبر جنھین دیکھ کے کھائے گھونگھٹ

لے کے انجم کا جو لشکر اُتر آئے مریخ
کھینچکر تیغِ ادا جیت لے میدان جھٹ پٹ

پختہ کار اُسکو جو دیکھین طمعِ خام کرین
ثمرِ بیش رس حُسن مین وہ گدراہٹ

طرفہ چہرے کی لطافت وہ سُنہری رنگت
دستِ افشار طلا سے بھی سوا نرماہٹ

آپ ہی چھیڑ کرے آپ ہی پھر حد سے بڑھے
توسنِ ناز کو بوئی سے وہ پھینکے سرپٹ

مستیٔ حُسن سے گردن مین کبھی ڈالدے ہاتھ
بے چُھوے گاہ لجالو کی طرح جائے سمٹ

پتلیان آنکھونکی درپردہ اشارون سے کہین
ناچنے ہی کو جو نکلے تو کہان کا گھونگھٹ

مانگ سے مانگ دکھاکر کبھی عُشاق کے دل
باندھ لے گاہ گلا کھول کے وہ زُلف کی لٹ

رُخ و گیسو یہ مرے اتنے مسلمان ہندو
مقبرے ہوگئے تعمیر بھرے سب مرگھٹ

فتنۂ حشر کو دیکھے تو کہے زُلف سے آنکھ
لا چھپیٹے مین اسے دیر نہ کر دوڑ جھپٹ

طاق کاکل وہ پھنکیتی مین کہ سر کی کوئی چوٹ
روک لے مڑکے تو وہ جھک کے لگائے پالٹ

ہاتھ چھُو جائے جو گیسو کو تو کھائے یون پیچ
جسطرح کاٹ کے کالا کوئی جاتا ہے لپٹ

دیکھکر ابروے پیوستہ یہ ہوتا تھا گمان
پہلوان دو ہین کہ کُشتی مین ہوئے ہین غٹ پٹ

جلوہ گر مردم چشم وصفِ مژگاں سے یہ صاف
پھیر کر آنکھ کہے آنکھین ہین نرگس کی پھٹی
چوری چوری چمنِ رخ مین جو آجائے نگاہ
وصف لکھے لبِ شیرین کا جو کوئی کاتب
بڑھ کے گلبرگ سے بھی وہ کفِ رنگین نازک
آرزو مہر کو مشرق سے نکل کر ہر صبح
استخوان تن مین نہین ایک یہ ہوتا تھا گمان
کس طرح ہو نہ گلا کیفِ مئے حسن سے مست
سینۂ آئنہ شفاف شکم چشمۂ حسن
شور خلخال سنائے جو روان ہو دو گام
غرض اس شکل کی معشوقہ کیا جسکا بیان
شوقِ دل نے یہ کہا مست ہے یہ سروِ سہی
ہاتھ دامن پہ پڑا تھا کہ وہ پیچھے سرکی
چوٹ سی دل پہ لگی ہاتھ گیا جیب خالی
ہنس کے ظاہر مین کہا واہ رہی ٹھنڈی گرمی
چپ رہی پہلے کہا تو یہ کہا دیر کے بعد
ہوش مین آؤ ذرا خیر ہے کیسا ہے مزاج
مین وہ ہون جسکی ہوس مین ہین ہزارون نامی
زہرہ بالائے فلک کشتۂ شمشیر نگاہ
مرغِ دل سیکڑون شہبازِ نظر کے ہین شکار
ذوقِ وصلت مین ہوئے گور کنارے کتنے

حور بیٹھی ہے درِ خلد پہ کھولے ہوئے پیٹ
دہن تنگ نہ سے منھ کہ ہے غنچہ منھ پھٹ
زلف مشکین کی رسن باندھے مشکین جھٹ پٹ
صفحہ سے صفحہ عذوبت کے سبب جلائے چمٹ
غنچے لین انگلیونکی کیون نہ بلائین چٹ چٹ
کہیں جوشن کی طرح جاؤن مین بازو سے لپٹ
گلِ مخمل کی طرح تن مین غضب نرماہٹ
پی ہے نشے مین صراحی کی صراحی غٹ غٹ
موج دریائے لطافت شکمِ صاف کی بٹ
مردے اٹھ بیٹھین تہِ خاک یہ ہو گھبراہٹ
نظر آئی تو عجب جی کو ہوئی للچاہٹ
عشق پیچے کی طرح جائیے مستی مین لپٹ
سر قدم تک بھی پہونچا کہ گئی دور وہ ہٹ
تازیانے سے نہین کم وہ پڑے تیغ جو پٹ
آپ ہی لطف و کرم آپ ہی یہ جھنجھلاہٹ
تھی ملاقات کہاں کی کہ یہ تیزی جھٹ پٹ
خفقان سے تو طبیعت مین نہین گھبراہٹ
سیکڑون مر گئے تھی جنکو مرے نام کی رٹ
حلق مریخ کو پھانسی ہے مری زلف کی لٹ
خال وہ زاغ سیہ ہے کہ کلیجے کیئے چٹ
شوقِ دیدار مین کتنون کی گئی آنکھ الٹ

ہند سے روم تلک جتنے کہ ہین شہزادے
صُبح تا شام ہے اُنکا مرے در پر جمگھٹ

پاؤن کتنون کے گھِسے مثل سبُو سر پھوڑے
بادۂ وصل کی پائی نہ کسی نے تلچھٹ

ناطقہ خانۂ دولت ہے مرا نام صفت
مین مکین ہون تو مکان جائے زروسیم سے پٹ

ملہم غیب نے بھیجا تو مین آئی ترے پاس
ہو گران تجھکو جو آنا ابھی جاؤن مین پلٹ

وصف تو کرتا ہی جس کا مین اُسی کی ہون صفت
دیکھ اعضا کو ذرا پردۂ غفلت کو اُلٹ

رائے انور سے اُسی کے مری آنکھو مین ہے نورُ
خُلق اُسکا مرے گیسو مین ہے خوشبو کی لپٹ

صفِ مژگان سے عیان پنجۂ پُرنور کی شکل
عزم اُسکا مری شاہینِ نگہ کی ہے جھپٹ

اُس کی جو راستیٔ طبع وہی قد میرا
دامنِ فیض کا لٹکا دُمری زُلف کی لٹ

مصحفِ رُخ کو جو دیکھو تو نمایان وہی شان
کعبۂ دل کو جو دیکھو تو اُسی کی چوکھٹ

کون وہ کلب علیخانِ بہادُر جمجاہ
دیتے ہین جسکو ملک عالم بالا کی رپٹ

مطلع

حاکم خُلق نے تحصیل کی خوشبو کی لپٹ
کرلیا سارے گلستان کا علاقہ کورٹ

کیا شگفتہ ہے بہارِ چمنِ نزہتِ طبع
سامنے جسکے گل و لالہ ہین کوڑا کرکٹ

بزم مین زمزمۂ حسُن ہے یا نغمۂ عشق
اُنھین لوگون کا رہا کرتا ہے اکثر جمگھٹ

شمع و پروانہ سے ہر شب وہ سُنا کرتا ہے
لن ترانی کا ترانہ ارنی کی ترِوٹ

طرفہ محفل کہ پئے رقص یہان آتا ہے
سر پہ طاؤس چمن رکھکے کنھیّا کا مکٹ

واہ کیا قصرِ حکومت ہی رفیع اور وسیع
جسکے دروازے کے ہین جرات و ہمت دو بٹ

فیض مقدم سے تونگر فقرا ہوتے ہین
بخت خفتہ کو جگاتی ہی قدم کی آہٹ

شیخ سید مغل افغان ہین فراہم ہر صبح
کعبہ ان چار مصلون سے ہی اُسکی چوکھٹ

جزر و مد اپنا دکھلائے جو کبھی قلزُم لُطف
بڑھ کے کوثر چہ زمزم ہوا گر جائے سمٹ

دم بخشش اُسے درکار ہین ڈھیرون موتی
لکھو نیسان سے کہ بحرین کا لکھدے پرمٹ

کس قدر نام ہے شیرین جو زبان پر آجائے
مُنھ مین بیمار کے باقی نہ رہے کڑواہٹ

زرم مین لیتا ہے بندوق کا تو تا ہی نام ‌ بزم میں طوطی مینا کو اُسی کی ہے رٹ
اسی معجون سے طبیعت نے بشاشت پائی ‌ دل کی اس حرز یمانی سے گئی گھبراہٹ
عدل وہ ہے کہ زمانے مین نہین بوے فساد ‌ ہو تہتک جو چھکیتون مین کبھی ہو کھٹ پٹ
در دولت ہے عجب فیض کی چوبڑ کہ جہان ‌ کبھی پڑتا نہین پانسا کسی تقدیر کا پٹ
آگے ہمت کے ہے یہ دولتِ دنیا کیا مال ‌ لعل و گوہر کو سمجھتا ہے وہ کوڑا کرکٹ
دی عجب پنجہ و بازو مین خدا نے طاقت ‌ امتحان چاہے اگر کوئی تو دے کوہ اُلٹ
کھو ستم سے کہ کیا جان کے منھ چڑھتا ہے ‌ یہ ڈھٹائی یہ دلیری یہ کلیجا جیوٹ
نگہ قہر کرے سنگدلون کو جو رنگ ‌ یہ وہ شمشیر نہین جائے جو پتھر پہ اُچٹ
کب عدو کو ہے چہ پستی قسمت سے نجات ‌ آنکھین دولاب ہین سر اُسکا ہے چکر سے رہٹ
برق جا کر جو جلاتی ہے عدو کے خرمن ‌ بولتا ہے وہین اُس تیغ سے رعد آکے رپٹ
زشت کیا دشمن کافر ہے کہ ہے اُسکی جگہہ ‌ زیست میں خانۂ زندان بس مُردن مرگھٹ
اس جگہہ سے مین گردن ہوے مخاطب تعریف ‌ چاہیے شاہد معنی کی بدل دون کروٹ
غائبانہ ہے اگر نصف خطابی بھی ہو نصف ‌ ایک دروازے کی خاطر ہین مناسب دو پٹ

مطلع

ہین ترے باب حکومت کے دو عالم دوپٹ ‌ مل گے یہ چار گرہی ایک بنی ہے جو کھٹ
تب بنی اہن سے ترے خاک قدم کی اکسیر ‌ چرخ نے ماہ کو شق کرکے کہا جب سمٹ
کیا ترے قہر کا وادی ہے تماشے کی جگہہ ‌ پیچ کھاتے ہین بگولے کہ قلا کرتے ہین نٹ
ہر کہاری ہے ہوادار کی صورت مین پری ‌ تخت جم رکے یہ پریونکا چلا ہے جمگھٹ
زیر فرمان اہے ہر دم جسے کہیے تو وہ کہے ‌ زال دُنیا کو مناسب نہین اب تریاہٹ
حق تو یہ ہے کہ ترے قبضۂ قدرت کے سوا ‌ مال جو غیر کے قبضے مین ہے وہ ہے تلپٹ
جسکا تو دوست ہوا اُس نے خزانہ پایا ‌ خط لکھا جسکو اُسی شخص کی ہنڈی گئی پٹ
اسکلم تنگی دہن تنگ سے جائے جو نکل ‌ سارا آفاق ہو ذرہ یہ زمین جائے سمٹ

وسعتِ طبع جو وسعت کا سنائے فرمان — ہو ہراک قطرے مین دریا سے سوا پھیلاوٹ
عاجزون کو جو ملے عدل سے تیرے قوت — شیر کو ڈر سے لگائے شلغم گاؤ کی بٹ
سکۂ شمس و قمر مین جو کہین نقش نہین — گر دیا کیا تری چٹکی نے مسل کر سلیپٹ
تارہے اسپہ تری راے منور کا چراغ — بن گئے چوبِ شجر طور سے آئی ڈیوٹ
سب رئیسون سے ریاست ہے تری بالاتر — معتبر جیسے ہے اخبار مین اخبار گزٹ
حسن وہ جائے اگر قاف مین کھنچکر تصویر — جتنی پریان ہین وہ لین تیری بلائین چپٹ چپٹ
چین آتا نہین جبتک کہ عروسِ دولت — دیکھ لیتی نہین یہ چہرہ اٹھاکر گھونگھٹ
کیون نہ مشتاق زمانہ ہو کہ ہے حسن شباب — کیا مزہ دیتا ہے میوے مین جو ہو گدراہٹ
تجھکو ساقی سے ہے صاف ملی روز ازل — آ گئے خسرو جمشید تو پائی تلچھٹ
تھام رکھین نہ اگر تیری اعانت کے ستون — ہو ابھی حصن فلک گر کے زمین پر چوپٹ
ہین پھنکیتی مین چھٹلے یہ ترے ارض و سما — سر کی چوٹ انسے نہ رکتی ہو نہ انسے پالٹ
خُلق سے کیون نہ معطر ہو زمانے کا دماغ — مشک نافے سے سوا ہمین ہی خوشبو کی لپٹ
علم وہ جسکو دقائق ہین کتب کے آسان — کوئی مشکل نہین ایسی کہ وہ جاتی نہین کٹ
ہے یہان تذکرہ معنی و تفسیر و حدیث — اہلِ منطق سے کہو لائے کہان کا جھنجھٹ
تجھسے ہمسر ترا دشمن ہو خدا کی قدرت — زاغ بلبل سے مقابل ہو ہما سے کھوسٹ
فیل گردون کرے دونون کو مسلکر پامال — سیار سینگی اُسے دے لاکے جو گیدڑ پاکھٹ
کیا تری تیغ کی تعریف مین ہو تیز زبان — خوف ہنگام سخن ہے کہ کہیں جائے نہ کٹ
آبداری مین وہ جوہر نظر آتے ہین یون — جسطرح بیٹھ رہے جام مین مے کے تلچھٹ
پر یہ مضمون نہین خوب یہ تشبیہ ہے ٹھیک — برجِ آبی مین ستارون نے کیا ہی جمگھٹ
کھنچ گئی معرکۂ جنگ مین جب میان سے وہ — روحین پیاسونکی ہوئین جمع سمجھکر پنگھٹ
ایک دم مین صفِ اعدا کو کیا دو ٹکڑے — سیکڑون بار چلی پر نہ پڑی یہ کبھی پٹ

حسن تن کے لیئے ہو چال قیامت اسکی | ایک ٹھوکر مین ہے یہ قلعۂ نہ در چوپٹ
پاٹ کر لاشون سے میدان کو لیتی ہے جو دم | ملک الموت سے کہتی ہے کہ بول آکے رپٹ
جسکو تاکے وہ کبھی جان نہ چھوٹے اسکی | ہو سپر چشمۂ حیوان تو کہے دور ہو ہٹ
وصف رہوار سبکرو کا کرے کیا کوئی | چال دلدل کی تو ہے رخش کی صورت جیوٹ
شب مہتاب سے کم منھ پہ نہین اندھیاری | بلکہ زیبا ہے اگر کہیئے دلھن کا گھونگھٹ
دامن شاہد کنعاں ہو ہر اک دامن زین | سر پہ کلغی کہ کنہیا کا ہے یہ مور مکٹ
شرق سے غرب میں پھر غرب سے آئے سوئے شرق | دم مین سو بار جو راکب اسے پھینکے سرپٹ
وقت رفتار کبھی رہرو خفتہ کی طرح | ہو نہ راکب کو خبر راہ سفر جائے کٹ
ورق گنجفہ سان ساتھ پھرین لیل و نہار | گشت کے وقت کرے یہ جو الٹ اور پلٹ
ایک ہی ٹاپ مین ہو جائین دو عالم برہم | ملکے چودہ طبق ارض و سما ہون غٹ پٹ
فیل خرطوم مین لیکر جو زمین کو پھینکے | آندھی آجائے سیہ جائے فلک گرد مین اٹ
دم رفتار اسے خضر بھی دیکھین تو کہین | دست صرصر سے گیا پردۂ ظلمات سمٹ
زور سا زور ہے کچھ پانون مین اسکے جو پڑے | غرش آئے ابھی زنجیر کے ہمراہ گھسٹ
کمر کوہ سے کیونکر ہو تحمل اس کا | پانون رکھدے یہ اگر گاو زمین لے کروٹ
ہے کشادہ دہن اس کا کہ در باغ ارم | دونون دندان ہین کہ موتی کے ہین گویا دو بٹ
اس جسامت پہ کہے صورت اندیشہ جسیم | چشم سوزن سے نکلجائے اگر جائے سمٹ
لیلۃ القدر رکھا اب نام قصیدے کا امیر | کہ یہ خامہ سے کہ مصروف دعا ہو جھٹ پٹ
ملک و دولت کی ترقی ہو الٰہی ہر روز | سجدہ گہ سارے زمانے کی رہے یہ چوکھٹ
حل ہون ممدوح کے ہاتھون سے مہمات جہان | در دولت پہ رہے اہل غرض کا جمگھٹ

نفس چند جو باقی ہون مری زیست کے بھی
انھین قدمون کے تلے جائین بڑے لطف سے کٹ

قصیدہ دیگر

فصلِ گل آئی ہوا گلزار جنت بوستان
بڑھ کے رضوان سے ہیں الٰہی وزون دماغِ باغبان

ہر طرف گلہائے زنگار رنگ گلشن مین کھلے
جیسے صبحِ عید یکجا ہون حسینانِ جہان

خم نہین شاخین درختونکی ہوا سے خاک پر
کر رہے ہین سجدۂ شکرِ خدائے انس و جان

قم باذن اللہ کہتی آئی گلشن مین بہار
جی اٹھے جو ہو گئے تھے مردہ دل وقتِ خزان

جھوم کر آیا ہے ابرِ کوہساری باغ مین
رقص مین ہین ہر روش طاؤس ہو کر شادمان

لالہ کہتا ہے کہان موسیٰ ہین آکر دیکھ لین
صاف جلوہ ہی چراغِ طور کا مجھ سے عیان

جھومنا مستونکی صورت ہے درختون کا بجا
نکہتِ گل مین بھی ہی کیفِ شرابِ ارغوان

لالۂ احمر نے یاقوتی کی ڈبیا کی درست
نرگسِ شہلا نے رکھی مے فروشی کی دکان

داربستِ تاک مین خوشے نظر آنے لگے
جس طرح جھرمٹ ستارون کا فرازِ آسمان

سیرِ غنچہ کیون نہ بیحد ہو زرِ گل بیشمار
رکھتی ہے اکسیر کی بوٹی بہارِ بوستان

ہر روش پر بیٹھی ہے بزاز بنکر خرمی
جسطرف دیکھو کھلی ہے سبز مخمل کی دکان

فیضِ شبنم نے دیئے اشجار کو آبی لباس
بر مین ہے مردم گیا کے جامۂ آبِ روان

نوعروسانِ چمن کو ہے جواہر کا جو شوق
نیچے فیروزہ آیا ہے چمن مین آسمان

یون ہی جنبش مین ہوا سے ہر نہالِ سایہ دار
ہو خرامان جسطرح کوئی حسین دامن کشان

ہے مبارک فال کوئی ہونے والی ہی خوشی
ہر چراغِ لالہ جوشِ رنگ سے ہے گلفشان

جان پھونکین پڑی زندہ ہوئی خاکِ چمن
ہے دمِ جان بخشِ عیسیٰ یا نسیمِ بوستان

قمریون کا قول ہی ہم ہیں طیورِ باغِ خلد
سرو کہتا ہی کہ مین ہون طوبیٰ باغِ جنان

صحنِ گلشن مین نزاکت نے جمایا ہی یہ رنگ
مرغِ بو کا آشیان ہی شاخِ گلبن پر کہان

ہی بلندی و درازی اسقدر ہر شاخ مین
ہے محیطِ مشرق و مغرب برنگِ کہکشان

پائے گر سُورج مُکھی کے سایہ مین تھوڑی جگہ
بھول جائے مہر جنبش مثلِ قطبِ آسمان

چودھوین کا چاند ہی جو چاندنی کا پھُول ہے
چادرِ مہتاب ہی فرشِ فضائے بوستان

سیر کو جو آئے اُسکا نافِ آہو ہو مشام
گیسوئے مشکین سنبل بسکہ ہے عنبر فشان

دیدۂ بیدار نرگس کا تو کیا مذکور ہے
خواب مین کرتا ہے سبزہ سیرِ گلزارِ جنان

ہے تبسم غنچۂ گُل کا کہ تیغِ آبدار
نوک کی لیتے ہین کانٹے یا چبھُوتے ہین سِنان

جسطرف دیکھو زرِ گُل باغ مین انبار ہی
شکل فوارہ اُگلتی ہی زمین گنجِ نہان

غنچۂ و سُوسن سے کیا ہو شکرِ احسانِ بہار
وہ زبانِ بیدہن ہے یہ دہانِ بیزبان

اسقدر جوشِ طراوت ہی عجب کیا ہے اگر
یاسمین پیدا کرین گڑ کر زمین مین استخوان

قطرۂ خون کے عوض نکلین گل و یاقوت و لعل
نشترِ فصاد اگر کھولے رگِ سنگِ گران

ہی عجب فیض ہوا پیکان کے غنچے کھل گئے
تر ہے چوبِ خشک ناوک بار ور شاخ کمان

مصر کا بازار کہئے باغ کے بازار کو
گل ہی یوسف گرد اُسکے بلبلُون کا کاروان

ق

مومن و کافر سے کہدو آئین سب گلزار مین
عمر کرتے ہین عبث دیر و حرم مین رائگان

جسکی کرتے ہین پرستش جسکی کرتے ہین طلب
اُن مکانون مین ہی پوشیدہ یہان ہر سُو عیان

آئینہ خانہ ہی گلشن آئینہ ہے برگ برگ
جلوہ گر ہے ہر طرف رنگِ بہارِ بیخزان

گرچہ صحنِ باغ مین ہر سال آتی ہے بہار
اور آتا ہے نظر رنگِ زمین و آسمان

ہی سبب اسکا کہ ان روزون ہوا مسندنشین
سروِ گلزارِ ریاست صاحبِ بخت و جوان

منبعِ جود و سخاوت معدنِ لطف و کرم
ماہِ اوجِ چرخِ قدرت مہرِ اوجِ کن فکان

انتخابِ صنعِ حق عالی نسب والا حسب
روحِ جسمِ انس و جان فخرِ زمین و آسمان

نامِ نامی وہ کہ ہی سب کے نگینِ دل پہ نقش
نامور **کلبِ علیخان** بہادر نوجوان

اُس کے وصفِ پاک کا دل نے ارادہ جب کیا
بے تکلف آگیا مطلع یہ بالائے زبان

مطلع ثانی

ششجہت مین ہی جو یہ خورشید یکتاے جہان
گرد پھر پھر کر فدا ہوتے ہین ساتون آسمان

حبذا وہ چشم ہو جسکو قدمبوسی نصیب
حبذا وہ سر جو ہو صرفِ سجودِ آستان

ای خوشا وہ سرزمین جائین جدھر اُسکے قدم
اے خوشا کشور پھرے جسکی طرف اُسکی عنان

مرحبا اُسکو جو صبح و شام ہے اُسکا مطیع
آفرین اُسکو جو روز و شب ہی اُسکا مدح خوان

ہے وہی دل جسمین ہی اُسکی محبت کا مقام
ہی وہی سینہ ہی جسمین اُسکی اُلفت کا مکان

رستمی مین رشکِ رستم زور مین افراسیاب
ہمت عالی مین حاتم عدل مین نوشیروان

طفل مکتب ہی ارسطو وہ جہان کے درس علم
رُوبرو اُسکے فلاطون عامی کج مج زبان

شان دارائی کرے نظّارہ دارا سے کہو
شوکت و اقبال کو دیکھے سکندر ہے کہان

فی الحقیقة ختم ہے اُس پر رعایا پروری
واقعی ایسا نیرنفوا کا کہان ہے قدردان

دستگیری کی ضعیفون کی قوی بازو ہوئے
حق یہ ہے محنت نہین جاتی کسی کی رائگان

شہرہ بخشش سے خلقت ہے در دولت پہ جمع
جیسے مسجد مین مصلی آتے ہین سنکر اذان

آکے اُسکے سامنے مقصود کو پہونچے وہ پیر
ڈھونڈھتے تھے موسم طفلی سے جو بختِ جوان

قلب روشن ہے وہ آئینہ کہ جسمین مثلِ عکس
صاف آتے ہین نظر اشکالِ اسرارِ نہان

شہر گلشن بتکدہ میخانہ مسجد خانقاہ
سب ہین خالی در پہ اُسکے جمع ہو سارا جہان

دامن لطف و کرم جبتک نہ تھا اُسکا دراز
تھا سفینہ آرزوے خلق کا بے بادبان

خاک کو اُسکی نگاہ مہر کر دیتی ہے زر
جیسے نخلِ تازہ اعجاز نبی سے اُستوان

عہدِ نصفت مین سرکش نظر آتے نہین
خوف کھاتے ہی آتش سنگ و آہن مین نہان

جسطرف چاہے اُسے پھیرے اُسے ہی اختیار
ابلقِ ایام کی ہی دستِ قدرت مین عنان

زور بازوے توانا سے کبادہ ہو گئی
پہلوانون سے نہ کھنچ سکتی تھی جو مطلق کمان

ہمت عالی سے ہین جو لہا سے عالم مطمئن
ہے عصاے پیر حرزِ طفل شمشیر جوان

ذکر خط کیا خط پیشانی کو پڑھ لین کم سواد
بہرِ کحلِ چشم لیجائین جو خاکِ آستان

کیا ہے شمع رائے روشن کی تجلی ہین کلام
جب زبانہ بھی نہ شمع طور کا ہو ہمزبان

بزم عالی روضۂ جنت سے ہرگز کم نہین
ہے نصیبِ خلق گلگشتِ بہارِ بےخزان

ہو جسے جس چیز کی خواہش ملے اس بزم مین
ڈھونڈھے گر عاشق تو یان معشوق کا پائے دہان

حکم ہے عالی دماغی کا شبستان مین یہی
نکہتِ گل بن کے نکلے شمعِ محفل کا دھوان

ہے رواجِ شرع ایسا عہدِ نصفت مہد مین
پوست کھنچا جائے مے کھینچے اگر پیرِ مغان

دست و پا گم کردہ ہیبت سے فقط مطرب نہین
خشک تم یہ باجے ہین تن مین پوست ہی یا استخوان

بتکدے تھے جس جگہ اسجا بنی ہین مسجدین
جسجگہ ناقوس بجتے تھے وہین ہی اب اذان

قلزمِ ہستی سے ایسی رسم ایذا اٹھ گئی
خار ہین جزوِ تنِ ماہی بجائے استخوان

صرف گر اسکے تصدق مین ہو ہنگام صبح
پھر گلِ خورشید مین ہی کون شاخِ زعفران

دیدۂ انصاف سے دیکھو تو باغِ دہر مین
ہے بہار اسکی عنایت قہر ہے اسکا خزان

اور اک مطلع سناؤن جسکا مضمون ہی صحیح
کوئی سمجھے یا نہ سمجھے ہے یقین کیسا گمان

مطلع ثالث

تیری مرضی کے موافق کیون نہو دورِ جہان
تابعِ حکمِ معلےٰ ہین زمین و آسمان

آستان تیرا ہے ای عالی مکان وہ آستان
بہرِ سجدہ جس جگہ جھکتا ہے فرقِ فرقدان

کاتبِ قدرت نے تیرا خطِ ہستی لکھ
دے لیے انجم نے نقطے جب برائے امتحان

کاغذ قدرت نے کوئی کھینچی نہین ایسی شبیہ
گو کہ تصویرین ہزارون ہین مرقع ہے جہان

آنکھین نرگس سرو قد رخسار گل غنچہ دہن
یہ وہ گلشن ہے کہ خود جسکا خدا ہے باغبان

دیدۂ حق بین ملے ہین تجھکو گوش حق شنو
دل ہے دریا ظرف عالی طبع صافی نکتہ دان

وصف رخ روشن بیان تجھ سے بھی ہو سکتا نہین
شمع کی صورت فقط کہنے کو رکھتے ہین زبان

دونون رخسارونکی کھینچین ہم جو کاغذ پر صفت
اک صفحہ ہو گلستان دوسرا ہو بوستان

ابرو و مژگان کے آگے سرکشی کس کی چلے / جھک گئی ہے تیغِ رخم تیر ہے شکلِ کمان
دونون آنکھین دیکھ لین جسنے سعادت کی حصول / مشتری و زہرہ کا گویا نظر آیا قران
چاہتا ہے غنچہ توصیفِ دہن پر کیا کرے / نطق ہو سکتا نہین جب بھول جاتی ہے زبان
کیا قد و رخسار سے تیرے مقابل ہوسکین / گل گریزان مثلِ بو ہر سرو ہے سرو روان
ساعدِ سیمین کو کوئی شمع سے دے کیا مثال / یہ سراپا مغز ہے اور وہ سراپا استخوان
مہر و مہ کو ہے قدمبوسی کا ایسا اشتیاق / سر جھکاتے ہین زمین پر پانون پڑتا ہے جہان
حسن مین تجھسے سوا وہ ماہ کنعان کو کہین / کھول کر بیٹھے ہین جو یان فروشی کی دکان
تیرے آگے کر سکے کوئی حسین کیونکر کلام / خال لب اسکا ہے خجلت کے سبب مہرِ دہان
کیا ہوا گر تو زمین پر ہے فلک پر آفتاب / وہ سبک پلہ ہے تیری حسنِ صورت کا گران
کسقدر دریا تری دریادلی کا ہے وسیع / مثلِ نیلوفر نظر آتا ہے جس مین آسمان
کون عالم مین جمالِ پاک پر عاشق نہین / مال و زر منعم فدا کرتے ہین مفلس نقدِ جان
حکم محکم وہ کہ جس سے ملک ہے رونق پذیر / باغ کو آراستہ کرتا ہے جیسے باغبان
رزق تو نے اسقدر سب اہلِ عالم کو دیا / اٹھ گئین ساری نزاعین تھین جو باہم بہرِ نان
تھی جو بہرِ رزق خونریزی کسی جا وہ نہین / آسیا کرتی نہین اب دہر مین کارِ فسان
ہو گئے منعم جلاتے ہین وہ اب مجمر مین عود / تھا غنیمت جن غریبون کو زمستان کا دھوان
کوئی عالی منزلت تجھ سا زمانے مین نہین / چرخ ہفتم ہے ترا ایوان زحل ہے پاسبان
ہے عجب تیری مسیحائی کی مسجد جانفزا / صبح اٹھ کر مرغ بسم اللہ دیتا ہے اذان
خلق پر وہ مہربان ہے خلق تیری خیرخواہ / تجھ مین خلق اللہ مین گویا خدا ہے درمیان
ق
جو ترا دشمن کہ کرتا ہے عداوت بیخرد / مثلِ شیطان ہے وہ مردودِ خدائے انس و جان
کچھ نہین تعزیر کی حاجت کہ دانے کی طرح / پیس ڈالیگی اسے خود آسیائے آسمان
شامتِ اعمال سے جلتا ہے نارِ قہر مین / تیرہ بختی اسکی ہے اسکو جہنم کا دھوان

تون ہی تجسا دلاور مرد میدان روز جنگ
رمح رستم مانگتی ہے آجتک جس سے امان

تیغ تیرے ہاتھ مین وہ برق آتشبار ہے
جسکا لوہا مانتے ہین سب شجاعان جہان

چشم عزرائیل سے جوہر نہین کچھ اسمین کم
ہے طمانچہ موت کا بیشک یہ تیغ خونچکان

دشمنون کے سر گراتی ہے تری شمشیر یون
نخل سے جھڑتے ہین پتے جیسے ہنگام خزان

رعشہ ہے مریخ کے تن مین رخ خورشید زرد
رنگ دہشت سے بدلتا ہے وہ ترک آسمان

حشر برپا جنگ مین جسدم کرے آواز تیغ
صور اسرافیل اور آکر ملاے ہان مین ہان

کس طرح دم مین سر و گردن کا جھگڑا چک نجائے
جب قدم اس تیغ کا مثل حکم ہو درمیان

تیر چھوٹا شست سے جب موت کا آیا پیام
ہے در ملک عدم گویا کہ کھنچنے مین کمان

جان دشمن خاک نیزے کی سنان سے بچ رہے
ہے دم ہجا زبان اژدر آتش فشان

تیزی اسپ سبکرو آئے کیونکر عقل مین
تنگ ہے ہنگام جولان عرصۂ کون و مکان

ہاتھ راکب کا جو ہل جائے یہ ہو صرصر قدم
تازیانے سے نہین کم اس کو تحریک عنان

تا ہدف پہونچے کمان سے چھوٹکر جبتک کہ تیر
دو کرے یہ ربع مسکون شش جہت ہفت آسمان

تا کجا طول سخن اب ہے مناسب اختصار
کس سے ہو سکتا ہے اوصاف علیؑ کا بیان

جب تلک روشن رہین افلاک پر خورشید و ماہ
جب تلک گردش کرے روئے زمین و آسمان

جب تلک ہو سنگ سے پیدائش یاقوت و لعل
جب تلک شاخون سے غنچے گل ہون غنچون سے عیان

مثل گل احباب تیرے اس چمن مین سرخرو
روئے دشمن زرد یارب صورت باد خزان

قصیدۂ مدحیہ مشتملہ مناظرۂ شانہ و آئینہ

مژدہ ای اہل تماشا کہ ہے ہنگام نظر
بزم عشرت مین ہوئے جمع حسین رشک قمر

صرف آرایش زینت ہین حسینان جہان
بدلے جاتے ہین لباس اور مرصع زیور

بدھیان بھوبون کی ہین زیب فزاے ہر دوش
دست و پا مین ہے حنا سرمہ ہے منظور نظر

کرتیان ہین شکم صاف پہ اونچی اونچی
مند انگیا کے کسے زلف رسا تا بہ کمر

اسقدر مست مئ حُسن کہ سر سے سر دوش
شانہ ہوتا ہے طلب آئنہ آتا ہی حضور
شانہ و آئنہ ہین بسکہ مصاحب دونون
آئنہ شانہ سے کہتا ہے کہ سر چڑھ نہ بہت
دیکھ مجھکو کہ جگہ گو کہ ہے زانو پہ مری
مرتبہ جو ہے مرا تجھکو وہ حاصل ہی کہان
کونسی بزم مین ہوتی نہین حاجت میری
آبداری کا مرے سامنے دعویٰ جو کرے
ممنون ہے اہل جہان کو مرا نظارۂ رُخ
صافی قلب سے پایا ہے یہ رتبہ مین نے
آب و نان مجھکو نہین ہی کسی مہمان سے عزیز
نہین گھبتا ہون لگی حال بد و نیک مین کچھ
مجھ سے بھی عقدۂ نیرنگ جہان کھلتا ہے
بزم عالم مین فقط وجہ سے میری اتبک
مجلس خاص نبیؐ مین بھی رسائی میری
وہ صفائی مجھے حاصل ہی کہ ہر دل ہون عزیز
ہاتھ سے دامن دولت نہ کسیدم چھوٹا
اہل تنجیم کی آنکھون مین بھی ہی قدر مری
بولتا ہے مری تائید سے طوطی اسکا
خاکساری ہی ان اوصاف پہ مجھ مین ایسی
ایک تو ہے کہ نہین تجھ مین ذرا نام کو نور

آرہا ڈھل کے دوپٹہ نہین اتنی بھی خبر
بنتے ہین گیسو و رُخ کرتے ہین جو بن پہ نظر
ایک سے ایک نے باندھی ہی رقابت یہ کمر
مُنھ کی کھائے نہ کہین چاک نہ تیرا ہو جگر
حیرت حسن سے ٹھہرے کیطرح ہون ششدر
صاف طینت ہون صفائی کا ہے مجھ مین جوہر
خانہ بر دوش ہون پر دلمین امیرونکے ہے گھر
روبرو صاحب انصاف کے جھوٹا ہو گہر
دیکھتے ہیں مجھے جب دیکھتے ہین ماہ صفر
چاندی سونے کا دیا ہے مجھے اللہ نے گھر
دشمن و دوست کے مُنھ پر ہے کشادہ مرا دَر
صاف کہدیتا ہون آتا ہے جو کچھ پیش نظر
جم کو دیتا ہے اگر جام زمانے کی خبر
نام روشن ہے چراغ لحد اسکندر
ابتدا سے مرے طالع کا ہے روشن اختر
جتنے اصحابؓ تھے رکھتے تھے مجھے پیش نظر
اہل دولت ہی کے زانو پہ ہوئی عمر بسر
ہون کبھی مشتری و زہرہ کبھی شمس و قمر
ورنہ طوطی مین کہان ہی کوئی سُرخاب کا پر
غازۂ چہرہ نہین اور بجز خاکستر
زحل آسا ترے طالع کا سیہ ہے اختر

پارۂ چوب جگر چاک دنی بے قیمت
بال بیکا ہو حسینون کا تو توڑین ترے دانت
قاعدہ بزم ادب کا تجھے بھُولے جو کبھی
پنجۂ شل سے نکلتا نہین ہرگز کوئی کام
بال یون مُنھ مین ترے ٹوٹ کے رہجاتا ہے
کرکری تیزیِ دندان سے ہوئی اور تری
کشمکش نے تری کانون مین گھسیٹا ہی تجھے
سوزبانین ہین ترے مُنھ مین تو حاصل کیا ہی
اس لیاقت پہ یہ دعوی تجھے کیا مال ہی تو
کچھ بھی غیرت ہو تو پانی مین کہین ڈوب مرے
صاف صاف آئینے نے بڑھ کے کیا جب یہ کلام
کھُپ گیا شانہ ملامت کا نشانہ ہو کر
ہمہ تن ہو کے زبان کہنے لگا یون سرِ دست
رتبہ میرا تجھے معلوم نہین سُن مجھ سے
ہے حسینو نمین رسائی تری گا ہے گلہ ہے
راتدن خندۂ شادی سے عیان ہیں میرے دانت
میری ہی شکل سے مقبولِ دلِ عالم ہے
کہتے ہین پنجۂ مژگان کو جو شانہ شاعر
ہے جو لبریز عسل شانۂ زنبور عسل
کی ہے تشدید نے پیدا جو شباہت میری
شانۂ عاج کبھی شانۂ شمشاد کبھی

چار پیسے کو جسے مول نہ لین اہلِ ہنر
دانت دینے لگین ایذا تو شکستہ بہتر
پیش جائے نہ تری ایک کرین زیر و زبر
خشک ہو شلخ تو اُس سے نہین اُمید ثمر
جسطرح شانۂ ضحاک مین تھا سانپ کا گھر
جسمین دندانے پڑین تیغ ہے وہ بے جوہر
پہلوؤن مین ہین ترے خار ادھر اور اُدھر
گُنگ کی طرح سے خاموش ہی تو آٹھ پہر
کہ چڑھے لالہ رُخانِ سمن اندام کے سر
ایسی ذلت سے تو ہے خاک مین ملنا بہتر
غیر کے عیب سب اظہار کیے اپنے ہنر
موئے تن راست ہوئے تیر کی صورت یکسر
مُنھ بنا چاہیئے عاقل کو تعلی سے حذر
منحصر ہے صفتِ عقدہ کشائی مجھ پر
کوچۂ زُلف مین میری ہے جگہ آٹھ پہر
اپنی تقدیر کو روتا ہے تری آنکھ ہے تر
پنجہ مرجان کا ہو یا پنجۂ خورشید سحر
اُسکو آنکھون پہ جگہ دیتے ہین اربابِ نظر
اس عذوبت کا سبب نام کا میرے ہی اثر
لفظ اللہ مین شامل ہے وہ کر خوب نظر
شانہ مین دیکھتے ہین فال تو پاتے ہین ظفر

صاحبِ ریش نہ جبتک کہ کرے شانہ کشی
ہو نہ حاصل شرفِ پیروی پیغمبر

اُنہین بھی لفظ ہی شانے کا ہے عزو شرف
جل شانہ ہی جو توصیف خدائے اکبر

تو نہ مانے تو نہ مانے مجھے کیا پروا ہے
عیب بین جو ہے اُسے کب نظر آتا ہے ہُنر

سُوچ تو دل مین ذرا عیب ہین تجھ مین کتنے
سادہ و شوخ دریدہ دہن و بدگوہر

سُوجھتا خاک نہین کور دلی سے تجھ کو
سخت جان تیرہ درون اصل ہی تیری پتھر

رو برو اور ترا حال ہی غیبت مین کچھ اور
صاف عالم کی دورنگی کا ہے تجھ مین بھی اثر

چشمۂ آب تو ظاہر مین ہے باطن مین سُراب
دھوکے پیاسونکو دیا کرتا ہے تو شام و سحر

خود نمائی کے سوا تجھ مین نہین کچھ بھی صفت
سادہ لوحی کے سوا تجھ مین نہین کوئی ہنر

صاف بین ہی من لامس کہ شب کور ہی تو
شبِ تیرہ ہین تجھے کچھ نہین آتا ہے نظر

نہ جچے پر نہ جچے شکل جو ہو ذہن نشین
نہ مٹے پر نہ مٹے بال پڑے دل مین اگر

قصہ کوتاہ زیادہ ہوئی دونون مین جو بحث
تھے جوان دونون کے حامی اُنھین پہونچی یہ خبر

آئنے کا تو رُخِ صاف طرفدار ہوا
باندھی زُلف نے شانے کی حمایت پہ کمر

لشکرِ روز تو زیرِ علمِ خسرو رُخ
فوج شب بادشہ گیسوے پُر چین کی سپر

اک طرف ماہ ہوا ایک طرف پرتوِ مہر
اک طرف شام ہوئی ایک طرف نورِ سحر

سیّہ سُنبل و شبو طرفِ زلفِ سیاہ
لشکرِ لالہ و گل جانبِ روئے انور

پھیر گردن نے کہا ٹھہر نہ قیامت آئی
اب کوئی آن مین ہوتا ہے جہان زیر و زبر

بیچ مین پڑ کے کہا خوب نہین ہی یہ فساد
صلح اس جنگ سے ہر ایک طرح ہی بہتر

حق مین دونونکے یہ اولی ہی کہ پاس اُسکے چلو
صاحبِ حکم جو ہے مہر عدالت گستر

کون وہ کلب **علیخان** بہادر نامی
منبع جود و سخا زیب دہِ علم و ہنر

نقشِ پاتاج شرف مہر سر چرخ بلند
خاک پا سُرمۂ بینائی چشم اختر

فکر کی اسپ معلی مین جو میرے دل نے
آگیا مطلعِ ثانی بھی زبان کے اوپر

مطلع

حکم اسکا جو کرے پیش حفاظت کی سپر
عود آتش مین سلامت ہے پانی مین شکر

جس چمن مین نہ ہوا اسکی حفاظت کی چلے
شاخ آرہ ہو درختون کے لیے برگ شجر

پرتو مہر سے اسکے ہو زمین چشمۂ مہر
شعلۂ قہر سے اسکے ہو فلک خاکستر

چرخ کہتے ہین جسے ہو در دولت کی زمین
عرش کہتے ہین جسے لوگ وہ ہو کرسی زر

کاہ ذرہ بہ اثر لطف سے ہو صورت کوہ
قہر سے کوہ بہ کاہ کی صورت لاغر

دست ہمت نے یہ تقسیم کیا مال جہان
لعل کہسار مین باقی ہین نہ دریا مین گہر

پانون جنگاہ مین رکھتے ہی عدو کی ہو شکست
سرو قد روز وغا ہو علم فتح و ظفر

ایک لشکر ہو مقابل تو نہ وہ منھ موڑے
دل جو سہراب کا رکھتا ہے تو رستم کا جگر

صاحب علم جو ہین مدرسۂ عالم مین
سب وہ مشتق ہین فقط ذات معلی مصدر

وہ کرے مہر جو فرمان قضا ہو جاری
دستخط اسکے ہین طغراے منشور ظفر

ذرہ صحراے عنایت کا ہے گنج سکون
قطرہ دریاے لطافت کا ہی چشمۂ خضر

صاحب تخت جو رکھتا ہے جدائی اس سے
مثل طاؤس جدا سر سے ہے اسکے افسر

ابھی کہنے لگین دیندار پرستش اسکی
بت جو سنگ در عالی سے تراشے آذر

بخشش عام کی توصیف ہو دریا دریا
ہمت خاص کا آوازہ ہے کشور کشور

فیض کہتے ہین اسے جس نے جو مانگا پایا
کل دیے اسنے زمین کو تو فلک کو اختر

سیکڑون وصف ہین کس کس کا بیان کوئی کرے
ایک شمہ نہو کاتب جو لکھے سو دفتر

راے روشن نے جہان سایۂ عالی ڈالا
جرم خورشید جہانتاب ہوا حلقۂ در

لوگ کہتے ہین کہ ہے مہر کے پہلو مین ہلال
تیغ ہوتی ہے کسی روز اگر زیب کمر

دست ہمت مرے ممدوح کے ہین دو چشمے
اسکو کہتے ہین جو تسنیم تو اسکو کوثر

واہ جان بخش ہے کیا مجلس عالی کی ہوا
ظرف صحن گلستان ہو اگر اسکا گذر

گوشِ گُل مین ابھی ہو جائے سماعت پیدا
وہی حق بین ہی جسے اُس رُخِ روشن کی ہو دید
بھُول کر دے جو کوئی اُس دُرِ دندان بے مثال
سایۂ قد مین ہی آرام سے سب خلق جُدا
اُسکی بخشش کی ہوا ہو جو ہوا مین شامل
شست سے تیر جو چھوٹے تو ہون نسرین شکار
اُسکی ہستی سے ہوئی خلق مین پیدائشِ خلق
ملکِ دانش مین ہو کیا جہل کے یاجوج کا دخل
تیغ ایما سے ہوا بند ہر ایک تیغ کا دم
ہو نتر مورد آفت جو جلائے بنبہ
حال احرام یہ ہے رائے منوّر کے حضور
بادۂ لطف سے وہ جان دوبارہ پائے
تیغ وہ تیغ کہ کہتے ہین جسے برق اجل
جنگ مین کرتی ہے یہ تیغ سپر دو ٹکڑے
ہو جو اونچی تو کرے شیر فلک کو چو رنگ
اسطرح جنگ مین سرِ تن سے گراتی ہے یہ تیغ
دو ہی چالون مین کیا چار عناصر کو مطیع
تیز وہ صورتِ خورشید ہی توسن کہ جسے
دامنِ زین نہین اُڑتے ہین ہوا سے دمِ سیر
تیز تر ماہیِ دریا سے میانِ دریا
ب نرمی ہیر تو گرمی مین وہ آتش سے سوا

دیدۂ نرگسِ شہلا کو ہو یارائے نظر
وہی حافظ ہے جسے مصحفِ رب ہو از بر
لعل آسا رُخِ گوہر ہو خوشی سے اُحمر
ہے عملدار کے ہمراہ یہ سارا لشکر
تابشِ برق کی جا ابر سے ہو بارشِ زر
تیرِ مریخ جُدا ہو جو وہ کھینچے خنجر
کہ چمکتا ہے کہیں رنگِ عرض بے جوہر
قوّتِ عقل سے کھینچی ہے سدِ اسکندر
تیرِ فرمان سے ہوے قطع ہر اک تیر کے پر
شمعِ روشن جو بجھائے ہو معاتب صرصر
جیسے ذرّات زمین عاشقِ مہرِ انور
عمرِ مے کش کا جو لبریز ہوا ہو ساغر
قتلِ کفّار کا جسمین ہے ازل سے جوہر
جس طرح چرخ پر انگشتِ پیمبر سے قمر
ہو جو نیچی تو کرے گاوِ زمین دو پیکر
نخل سے گرتے ہین جس طرح کہ آندھی مین ثمر
چار حملون مین مُسخّر ہوئے ساتون کشور
باختر سے ہے طریق دو قدم تا خاور
کسی طائر نے یہ پرواز کو کھوئے شہپر
گرم رو مُرغِ ہوا سے بھی ہوا کے اندر
خاک سے اصل مگر تیز ہوا سے بڑھکر

گردش دیدۂ راکب اُسے چلنے مین عنان
تازیانہ دمِ رفتار اُسے تارِ نظر

بس امیرؔ آگے نہ بڑھ روک عنانِ خامہ
عذرِ تقصیر ہے لازم دمِ اظہارِ ہنر

پانْون اس راہ مین قاصر ہین سرِ عجز نگون
مدح ممدوح حقیقت مین نہین حدِ بشر

ہاتھ اُٹھا بہرِ دُعا جلد کہ ہے وقتِ دعا
وا فرشتون نے کیے دیر سے ابوابِ اثر

جب تلک لالہ و گل سے ہی گلستان کی بہار
جب تلک چرخ پہ ہے جلوۂ خورشید و قمر

نخلِ امید مین یارب گلِ مقصد کھولین
مہرِ اقبال فروزندہ رہے تا محشر

قصیدہ مشتمل بر تقریر بطرز تازہ و روشِ دلپذیر

ہوا جو شاہدِ ماہ آسمان پہ جلوہ فروش
غزیزہ ہالہ پھر اگرد کھول کر آغوش

سوادِ شب مین نظر آئے اس طرح انجم
اُڑے ہون گرد مین جسطرح طفلِ بازی کوش

وہ چاندنی کہ ہوا قلزمِ ضیا موّاج
بسانِ رعشۂ اندامِ رند ساغر نوش

نہ شورِ مردمِ بازار تھا نہ بانگِ درا
کہین کہین جو رہا بھی تو پاسبان کا خروش

جوان و پیر و صغیر اپنے اپنے بستر پر
برنگِ صورتِ دیبا پڑے ہوئے خاموش

گلوے ناطقہ مین مرسلہ سکوت کا طوق
عذارِ سامعہ پنہان بزیرِ پردۂ گوش

نماز پڑھ کے عشا کی جو مین نے خواب کیا
تو پچھلی رات کو دیکھا کہ کوئی مثلِ سروش

جگا رہا ہے مجھے کہہ رہا ہے مجھ سے یہ بات
شتاب اُٹھ کے روانہ ہو کھول دیدۂ ہوش

ہوئی ہے آج مرتّب وہ بزمِ اہلِ کمال
کہ جسمین جمع ہین سب تیز طبع دریا جوش

حکیم و شاعر و نثّار و عالم و فاضل
صفین درست ہین بیٹھے ہوئے ہین دوش بدوش

طلب سے تیری بھی جلدی ہے دیکھ سُن چلکر
زہے رسائی تقدیر چشم و طالع و گوش

یہ مژدہ سُن کے مین خوش خوش اُٹھا روانہ ہوا
قبا عمامہ عبا کر کے زینتِ سر و دوش

ہوا جو داخلِ محفل عجب سمان دیکھا
درِ مکانِ تھا کہ کھولے ہوئے تھی جو آغوش

عجب فرش عجب روشنی عجب شب ماہ — ہر ایک جھاڑ سے فوارہ ہاے نور کا جوش
بزرگ ایک بعز و وقار صدر نشین — ملک خصال فرشتہ جمال دخرقہ پوش
خدا شناس خدا رس ادھر ادھر کچھ لوگ — زبان پہ ذکر خدا دل مین معرفت کا جوش
جو لوگ سامنے بیٹھے تھے سب وہ صاحب علم — وحید عصر فرید زمانہ صاحب ہوش
یہ رنگ دیکھ کے ایسا ہوا مین رعب سے زرد — کہ سمجھے سب کوئی وارد ہی زعفرانی پوش
سلام کرکے ہوا مین شریک صف لیکن — ہوئے حواس سراسیمہ صورت مدہوش
کمال مجھکو پریشان مضطرب پاکر — کہا یہ مجھ سے مرے ہمنشین نے گوش بگوش
کہ ہے یہ صدر نشین پیر و مرشد عالم — زمین ہی تاج سر آسمان تہ پاپوش
فراخ حوصلہ عبد الرشید مولانا — تمام اہل معارف ہین جسکے حلقہ بگوش
یہ اس چپ جو ہین بیٹھے ہوئے ملک صورت — مرید خاص ہین اسکے شراب عرفان نوش
یہ روبرو جو ہی صف انمین سب ہین اہل کمال — بغور دیکھ ذرا ان مین کھول دیدۂ ہوش
یہ ہین ظہوری و طغرا و عرفی و فیضی — یہ ہین نظامی و جامی جو بیٹھے ہین مدہوش
یہ شیخ سعدی ہی ہے جسنے کہ چشم روشن کو — کیا ہی نظم گلستان کی بیت مین خس پوش
نصیر و بیدل و آزاد و صائب و شوکت — غنی کلیم سوا انکے اور بھی ذی ہوش
طلب ہوئے ہین جو یہ لوگ اسکی وجہ یہ ہے — زر سخن کسی کامل کا ہوگا زیور گوش
مرید ایک ہے اس مقتدا کا خاص الخاص — وہ مست بادۂ عرفان یہ پیر بادہ فروش
مہینہ تاجور شہر مصطفے آباد — مطیع شرع نبی متقی عبادت کوش
جناب کلب علیخان بہادر ذیجاہ — جو آنکھ اسکی ہی حق بین تو گوش عذر نیوش
سحاب فیض غبار قدم ہے ہاتھ تو کیا — جو کوس فتح ظفر موج ہو وہ رعد خروش
صلاے ضربت شمشیر وہ کہ سُنکے جسے — اکھڑے ہون کان ہزبرونکے صورت خرگوش
بلند مرتبہ ایسا کہ جسکے مطبخ مین — طبق زمین کا ہے خوان آسمان سرپوش

چمن مین ہر گُلِ تر اُسکے فیض سے خندان
فلک پہ ماہ ہی ہالے سے اُس کے حلقہ بگوش

وہ نثر خدمتِ مُرشد مین اُسنے بھیجی ہی
کہ نیش اہلِ حسد کو ہی منصفون کو ہی نوش

نہین ہی دیر پڑھی جائیگی کوئی دم مین
بنین گے کان جواہر درم سماعت گوش

سُنا یہ حال تو تصویر وار بیٹھا مین
لگا کے تکیۂ دیوار مطمئن خاموش

جوان فصیح بیان ایک ناگہان آیا
لیے ہوئے کئی اجزا ورق گلپوش

ملا جو اذن تو کھولی زبانِ سحر بیان
پڑھی وہ نثر مقفے کہ سب کے اُڑ گئے ہوش

نکل کے طفلِ مضامین زبانِ قاری سے
در آئے دیدۂ حساد مین مع پاپوش

زبان کا قصد کہ جائے فلک پہ شورِ ثنا
پکارتا تھا یہ سینے مین دل بجوش بجوش

کہا کسی نے خوشی مین کسی سے لانا ہاتھ
جو سے سر تو لڑے جھومنے مین دوش سے دوش

اُچھالے دستِ زبان نے سر اُسکے وصف مین پھول
زمین تو کیا قفس آسمان ہوا گُل پوش

اُچھل پڑے گلِ مضمون تو یہ فردوسی
اُٹھا یہ لُطف کہ جامی بھی گر پڑے مدہوش

کہین وہ نثر نظامی کے نظم سے بہتر
بیان کے لوٹنے کی شمع انوری خاموش

بھرے ہوئے تھے ہوا مین جو لوگ نخوت سے
یہ رشک سے ہوئے لاغر کہ گھٹ گیا تن و توش

وہ فربہی نہ رہی سُن کے وہ سخن سرسبز
دوا ورم کی ہے جیسے گیاہِ مرزنجوش

خطا پسند ظہوری خطا مقر طغرا
وحید فرطِ غلط شوکت انکسار فروش

کہان جلالِ جلالا و شان برخوردار
زبان گنگ تھی جو لائے گوش عذر نیوش

قتیل کس مین کہ کھینچے وہ اپنی تیغ زبان
کہ ہے سخن کے قلمرو مین ایک دست فروش

جو نثر ختم ہوئی خوش ہوا وہ صدر نشین
ثنا و مدح مین گویا کیے لبِ خاموش

ہوا خوشی مین جو دریائے مرحمت مواج
منگائی کشتی خلعت جو تھی جواہر پوش

جو پارچے کوئی پوچھے تو ایک سو اڑتیس
کہیں قبول کے اعداد جنکو صاحب ہوش

زیادہ اسپہ کیا تحفۂ دعا سرِ دست
دیا وہ حاملِ خط کو کہ جائے مثلِ سروش

جو شر کا ہے مصنف اُسے کرے تفویض — کہ دولتِ ابدی پائے وہ نیاز فروش

اُٹھا جو نامہ رسان بزم ہو گئی برخاست — یہ واقعہ ہے امیر اپنے شوق کا سرجوش

خدائے پاک رسولِ کریم کا صدقہ — صحابہ جسکے ہین روح القدس سے دوش بدوش

جہان ہمیشہ رہے اُسکی ذات سے روشن — چراغ دولتِ علیا کبھی نہو خاموش

رہون رکابِ سعادت میں مین بھی فارغ بال
مُدام سر بکف دست و غاشیہ بر دوش

قصیدہ مشتملِ مضامین تعزیت

سیاہ اشک کی آنکھون نے کی ہی تیاری — کہو کہ نیزۂ مژگان کرے علمداری

ہجوم غم کا ہوا نیند ہو گئی پامال — وہ آئی آنکھون مین طالع میں تھی جو بیداری

نگاہ دل مین ہی یون صورتِ جہان سیاہ — کسی مریض پہ جس طرح رات ہو بھاری

زمانہ آپ کو شاید حسین سمجھتا ہے — کہ جانتا ہے سبب فخر کا دل آزاری

پڑین جو داغ کسی دل مین بوستان سمجھے — کہے کہ نہر روان ہے جو اشک ہون جاری

عدم کو جلتے ہین ہستی سے قافلے کیا کیا — یہ شاہراہ شب و روز رہتی ہے جاری

ہر اک سوار ہے پا در رکاب عالم مین — سمندِ عمر مین کٹتی ہے تیز رفتاری

جو دن کو مرتے ہین ہر شام اُنکے ماتم مین — پہن کے آتی ہے شب جامۂ عزاداری

اجل سے روح رہے تن مین کسطرح محفوظ — نہین ہے قلعۂ آہن یہ چار دیواری

بجا ہے گرم کچہری جو ایسی موت کی ہے — کیا ہے منشی تقدیر نے قلم جاری

اُمید زال جہان سے عبث ہی اُلفت کی — یہ ہند جانتی ہے شیوۂ جگر خواری

اُٹھا ہے آبِ دمِ تیغِ مرگ کا طوفان — جو ایک ڈوب چکا دوسرے کی ہی باری

اِدھر تو تیر اُدھر تن پہ تیغ پڑتی ہے — کہان کہان کی بھلا ہو سکے خبرداری

اِدھر مکان بنا اُس طرف مزار کھدا — اِدھر لباس اُدھر ہے کفن کی تیاری

سحر ہوئی ہی کھلا ہے سرا کا دروازہ
مسافرون سے کہو کوچ کی ہے تیاری

وہ خوشخرام ہوئے خاک جنکے ماتم مین
زمین پہ سر کو پٹکتے ہین کبکِ کہساری

وہ برق وش ہوئے آزار کھینچکر معدوم
کہ جنکی خاک پہ روتا ہے ابر آزاری

لحد مین اُنپہ پڑا بوجھ سیکڑون من کا
کسی کی جن سے نہ ہوتی تھی نازبرداری

زمین نے ایک جہان دام مکر مین کھینچا
لحد نہین یہ ہے زنبیل بہرِ عیاری

کہان وہ تاج فریدون کی تھی جو آرایش
کہان وہ تخت سلیمان کی تھی جو تیاری

کہان وہ عشق زلیخا کہان وہ شاہیِ مصر
کہان وہ حضرتِ یوسف کی گرم بازاری

کہو کہ آئین نہ اسکے فریب مین عاقل
کہ باغ سبز دکھاتا ہے چرخ زنگاری

یہی حقیقتِ دُنیا ہے تو ہے کیا دُنیا
کسی سے کی نہ کرے گی کبھی وفاداری

ہوئی تھی جنکے لیے خلقتِ زمین و زمان
وہی جہان سے گئے پیش حضرتِ باری

مسافر اسمین روانہ ہین آنکھ بند کیے
عدم کی راہ مین دیکھو ہے کتنی ہمواری

اگرچہ پڑتے ہین دُنیا مین حادثے دن رات
نشست گور ہے آخر اُٹھا کے بیماری

مگر ہوائے خزان آجکل ہے ایسی گرم
کہ صحن باغ ہوا جامۂ عزاداری

فسردہ ہو گئے دونون گلِ ریاض جہان
بہار عمر کی ایکدم مین مٹ گئی ساری

یہ اک سال ہین دو حادثے پڑے ایسے
کہ اشک دیدۂ شمس و قمر ہوے جاری

جہان مین کون ہی جسکو ہوا نہ یہ ماتم
ہر ایک دل پہ پڑا زخم تیغ غم کاری

جگر پہ حضرتِ آقائے نامدار کا تھا
کہا یہ داغ اُٹھا کر جو مرضی باری

جناب کلب علیخان بہادرِ ذیجاہ
کہ جس سے امن مین ہے خلقتِ خدا ساری

لکھون بطرز مخاطب یہان کوئی مطلع
سُنے جو اُسکو تو نیسان کرے گہرباری

مطلع

یہ تیرے عہد مین رائج ہوئی سُبکساری
کہ بُت سے کر نہین سکتا ہے شیخ دل بھاری

مٹا ہے نام یہ علت کا دور مین تیرے
سزا ہے جو کہین ابر کو بھی آذاری

ترا خیال جو مجنون کو دے نہ قوتِ دل
نہو سکے کبھی لیلےٰ کی نازبرداری

رواجِ صدق کو مدت گذر گئی اتنی
کہ چرخ بھول گیا شیوہ ہائے عیاری

گیا یہ دفع ضرر کو کہ تا بکوچۂ زخم
نہ ہوسکا گذرِ بوے مشک تاتاری

نگاہ لطف نے قوت یہ دی ہی صحت کو
یہ چھپی ہے دیدۂ نرگس مین جاکے بیماری

وہ رعب ہی جو یہ چھایا رہے قیامت تک
دہانِ صور سے نکلے صدائے دشواری

وہ عدل ہی کہ کھنچے دار موے مژگان پر
کرے جو نرگس محبوب مردم آزاری

بدون مین بھی یہ اثر اب ہی حسن نیکی کا
بکین گناہ تو توبہ کرے خریداری

عدو نے لذت دُنیا مین مفت کھوئی جان
مگس کو شہد ہوا باعثِ گرفتاری

جو وقتِ نزع بھی پانی ترا عدو مانگے
زبان پہ اُسکے ہو پانی کی بوند چنگاری

پہونچ کے دیدۂ دشمن مین درد کہتا ہی
ق
یہان ہے مجھکو سزاوار مردم آزاری

خوشی یہ اُسکو ہے ہولی کے کھیلنے مین فقط
لہو ہے رنگ تو ناسور چشم پچکاری

جو سرکشونکی سزائین یہ ہین عجب کیا ہے
کہ سرو بید سے لے عاریت نگونساری

نہین یہ غار زمین نے جو کی ہے سرتابی
پڑے ہین زخم تری تیغ قہر کے کاری

رہی شدید یو ہین مجرمون پہ گر تہدید
یقین ہے چھوڑ دے ابلیس زشت کرداری

کسی دیار مین ہو سدّرہ جو حکم ترا
جگہ سے ہل نہ سکے پھر جو رسم ہو جاری

دہن ہو خانۂ زندان زبان شاعر کو
سخن جو رنگ کو پکڑے سمجھ کے بیکاری

حباب ڈالین ابھی پاے موج پر چھالے
مُضر جو اُسکی ہو ساحل کو تیز رفتاری

یہ باغِ دہر مین پژمردگی ہوئی پامال
خزان بہار تک آئی تو بنکے زنہاری

بجا ہے مدح جو عارض کی ہو نئی ہر بار
کہ سات طرح سے قرآن کو پڑھتے ہین قاری

لکھے صفت کوئی شاعر جو طبع رنگین کی
تو بیت بیت مین پھر خود بخود ہو گلکاری

ہوائے فیض سے تیرے ہو گلستان گلخن — بنے وہ کرمکِ شب تاب اُٹھے جو چنگاری
علو مرتبہ ایسا تجھے خدا نے دیا — کہ فخر ہے شہ خاور کو کفش بر داری
وہ خلق نکہتِ خوش جس سے عاریت لیکر — صبا نے باغ مین رکھّی دُکانِ عطّاری
لباسِ خاص گنہگار کی خطا پوشی — طعامِ خاص ہے خلقِ خدا کی غمخواری
ہے جو عکس تری شانِ عیب پوشی کا — دِکھائے جوہر آئینہ شانِ ستّاری
گہر فشان ہے خلائق پہ بسکہ دستِ کرم — برس رہا ہے عجب ابرِ رحمتِ باری
جو دامِ عشق مین تیرے ہین ہو گئے دولتمند — یہ قید حضرتِ یوسفؑ کی ہے گرفتاری
ہوا ہے بسکہ زمانہ ملازمِ سرکار — عدم مین خانہ نشین ہو گئی ہے بیکاری
نہین ہے باغ مین ہر شاخ پر شگوفۂ گل — نکل نکل کے ہوئے ہین یہ جمع درباری
امیر مدحتِ ممدوح ہو سکے کیونکر — نہین ہین ہوش بجا فکر کی ہے بیماری
ترا یہ حال ہے اب تو کہ آسمان تجھسے — کرے جو عیش کا وعدہ تو سہو ہو طاری
نگہ عبث ہے دُعا کر کہ ہے یہ وقتِ دُعا — اُٹھا کے ہاتھ بدرگاہ حضرتِ باری
رہے یہ دولت و اقبال حشر تک قائم — ہر اک مہم مین ہمیشہ کرین مددگاری

بشر کا ذکر ہے کیا بلکہ جن مسخّر ہون
مطیعِ حکم مُشعلے ہون خاکی و ناری

قصیدہ در مدح جناب مستطاب معلی القاب آیۂ رحمت ولی نعمت دام اقبالہ

عالمِ خواب مین پہونچا مین عجب باغ مین کل — شجرِ طور کو جس باغ کی کہیئے کونپل
خواب مین سبزۂ خوابیدہ جو وانکا دیکھے — خواب ہو طالعِ خوابیدہ کا خوابِ مخمل
سامنے اُسکے کسی اور چمن کا کیا ذکر — گلشنِ خلد بھی مجھکو نظر آیا جنگل
اِک شگوفہ تھا اُسی باغ کا باغِ عشرت — ایک غنچہ اُسی گلزار کا گلزارِ امل
ساغرِ عشرتِ کونین وہین کے دو پھول — میوۂ مقصدِ دارین وہین کے دو پھل

واہ رے نشوِ گُل و لالہ اگر عکس پڑے
سخت حیران ہوں کہ دیوار کو دوں کس سے مثال
دستِ مژگان سے سنبھالے تھیں نگہ کو آنکھیں
لالہ آتا تھا نظر یوں بسِ دیوارِ چمن
خط گلزار سے ہر گُل پہ یہ مصرع تحریر
طوبیٰ و سدرہ کی شاخیں پئے تسلیم ہیں خم
ہی یہ تاثیرِ نمو ہاتھ جو مجرم کے کٹیں
قوّتِ نامیہ کا تھا یہ تعلّی سے کلام
سبزہ کا ہمشان غنچہ پر وہیں کیسا
اور شاخوں کا تو کیا ذکر یہ ہے فیضِ نمو
خواب میں دیکھے اگر ترکِ فلک یا نکی بہار
کچھ بھی دکھلائے اگر بادِ بہاری نیرنگ
ٹکڑے بدلی کے نہ تھے ہندوے سوسن کے لیے
نوجوانانِ چمن دھوپ سے کیا گھبلاتے
ہر روش سبزے پہ واں عکسِ گل و لالہ نہ تھا
مور تھے رقص میں مصروف برنگِ لیطے
سینے تانے ہوئے پھرتے تھے چمن میں طاؤس
لڑکھڑاتا تھا جو مستی میں کہیں پائے نسیم
چمنِ دل میں جو عارف کے چلی وانکی نسیم
سوئے بتخانہ جو پہونچی تھی ہوائے جان بخش
کیا عجب دانۂ اسپند ہو جلکر پھر سبز

خونِ لعل آئے رگِ کوہِ بدخشان سے نکل
کہوں آئینہ تو آئینہ میں اتنا نہیں دل
پھر بھی دیوار پہ جب چڑھتی تھی جاتی تھی پھسل
جسطرح شیش محل میں کوئی روشن مشعل
نقشِ ثانی ہو یہ فردوس ہے نقشِ اوّل
عرش تک فرش سے ہو بادِ بہاری کا عمل
صورتِ دستِ چنار آئیں نئے سر سے نکل
طارم پست ہو اس باغ میں چرخِ اوّل
خوشۂ تاک رگِ تاک سے آتا ہے نکل
نکلے گر بات میں بھی شاخ تو پھوٹے کونپل
شب ہی میں گلشنِ انجم کو کرے مستاصل
گُل ہوں گلدان میں انگارے درونِ منقل
بھر کے آیا تھا وہاں چھاگلوں میں گنگا جل
چتر کھولے ہوئے پھرتے تھے ہوا پر بادل
سیج تھی پھولوں کی بالائے بساطِ مخمل
جھومتے پھرتے تھے مستوں کی طرح سے بادل
اس تمنا میں کہ لگجائے گلے سے بادل
غنچہ کہتا تھا چٹک کر کہ خبردار سنبھل
گُلِ صدبرگ بنے غنچۂ اسرارِ ازل
کلمہ توحید کا پڑھنے لگے عزّا و ہبل
کہ دُھواں اُٹھتے ہی بنتا ہی ہوا پر بادل

طرفۃ العین مین وہ روشنی آبہو بھی قریب
قوتِ نامیہ کے جوش سے آئینے مین
تخم تخم اُس کا شجر بنکے نیا پھل دیتا
پانی دیتا صفتِ دامنِ تر وقتِ فشار
گردِ گلزار کے ہوتا تھا تصدق خورشید
نقش پا تھا صفتِ جام لبالب مَے سے
گلِ نسرین یہ تھا یون عکسِ شعاعِ خورشید
غنچۂ لب کا تو کیا ذکر ہے گُل ہے کھلتا
ایکدم بلبلِ سرمست جو ہوتی تھی خموش
دل سے کلفت کو مٹایا یہ صفائے گل نے
آگیا گُل کی صفائی کا جو بلبل کو خیال
آبدار ایسی تھین نہرین کہ مقابل ہو اگر
نکہتِ گلُ سے ہر اک موج جوابِ رگِ گل
شہد کی نہر رواں مثلِ جناں ہوتی تھی
ہو گیا لوٹ مین سامان یہ آیا جو نظر
لے اُڑی ہوش مرے حیرتِ نظارۂ باغ
متحیر تھا کہ یارب ہے یہ کیسا گلزار
گوشِ گُل مین ہے ہولے طرب انگیز بھری
قمریون کو نہین کو کو سے مجالِ گفتار
تھا اسی فکر سے دریائے تحیر مین غرق
ناگہاں مجھکو چمن مین نظر آیا اک نور

نحلِ مومی کو بھی سے لے آتے تو لے آتا پھل
کیا عجب سبزۂ زنگار سے گل آئے نکل
ٹوٹ جاتا جو کہین گرکے زمین پر کوئی پل
تھا یہ ترسایۂ دیوارِ چمن کا کمل
چاہتا تھا کہ کرے لالے سے دستار بدل
رنگ پھولون سے ٹپکتا تھا کہ آیا تھا اُبل
جیسے سونے کو کرین ساغرِ الماس مین حل
عقدۂ گیسوئے خوبان جو وہان ہوتا حل
جامِ منقار سے آتی تھی مِے نغمہ اُبل
زنگ آئینے کا جسطرح مٹا دے صیقل
سر بھی بیضے سے نہ نکلا کہ گیا پانون پھسل
آب مین چشمۂ خورشید کے آجائے خلل
پرتوِ گُل سے حبابِ لبِ جو رنگ محل
پھول پر بیٹھ کے اُڑتی تھی جو زنبورِ عسل
پانون کسطرح سنبھلتا کہ گیا دل ہی پھسل
آگیا غش مجھے بیہوش گرا سر کے بھل
غنچہ ہے تنگ دہن کس سے مُعمّا ہو یہ حل
کون سنتا ہے جو پوچھون مین کہ کیا ہے یہ محل
بلبلون کو نہین نغمون سے کسی شاخ پہ کل
کہہ رہا تھا کہ زہے صنعتِ صناعِ ازل
آنکھ نے دل سے کہا دیکھ کے اُسکو کہ سنبھل

طرفۃ العین مین وہ روشنی پہونچی جو قریب
کھل گیا دیکھتے ہی اسکو مرے دل کا کنول

دیکھتا کیا ہون کہ ہے بیچ مین اک حور لقا
کچھ حسین گرد ہین آ گھیرے فروزان مشعل

گل کھلا فیضِ طراوت سے ہوا کے تازہ
پھول سوسن کا بنا اُٹھتے ہی دودِ مشعل

حور وہ حور جسے دیکھے تو فردوس سے حور
مضطرب نعرہ زنان خاک بسر آئے نکل

فرق سے تا بقدم پیکرِ انداز و ادا
غمزہ و ناز سے ڈالے دلِ عاشق کو مسل

گرمیِ حسن سے رُخسار بھبھوکا ایسا
شمع کی طرح جسے دیکھ کے دل جائے پگھل

چال وہ چال کہ بھونچال ہو جس سے لرزان
چرخ پر مثلِ زمین جس سے پڑے اک ہل چل

ہو زمانہ تہ و بالا جو وہ ہو تند خرام
ہی یقین جائے زمین پانؤن کے نیچے سے نکل

چھاگلون کے یہی دو حکم تھے وقتِ رفتار
زندہ مرجائین پڑین مُردۂ صد سالہ اُچھل

چوکڑی آہوے مشکین کو ختن مین بھولے
بال کھولے جو حلب مین وہ دکھائے چھل بل

قطرے کہتے تھے پسینے کے رُخِ گلگون پر
جوش کھا کر زِ حسن آئی ہی چہرے پر اُبل

لبِ نازک پہ جمائی تھی بلا کی مستی
اور آنکھون مین لگایا تھا غضب کا کاجل

ہائے رے ناز لچکتی تھی نزاکت سے کمر
کچھ جو کاندھے سے دوپٹے کا ڈھلا تھا آنچل

پتلیون کا جو اُن آنکھون کی تماشا دیکھا
دلِ نادان مرے پہلو مین گیا اور مچل

تیر پر تیر پڑے دل پہ نگاہین جو لڑین
نیمجان پانؤن پہ اُسکے مین گرا سر کے بھل

اور کی عرض کہ اے عشوہ گر و غمزہ فروش
رحم کر رحم بس آگے دلِ مضطر کو نہ چھل

رُخِ روشن کی طرح آئنہ تو مجھکو کیا
اپنے گیسو کی طرح کر مرے عقدونکو بھی حل

کونسا باغ ہی یہ کون ہی تو مین ہون کہان
تجھسے وحشت نہین یہ اور ہی حیرت کا محل

متبسم ہوا پہلے تو وہ سرمایۂ ناز
پھر اک انداز سے بولا یہ دکھا کر کس بل

سر اُٹھا پانؤن سے یہ بے ادبی خوب نہین
اچھی صورت پہ گیا دیکھتے ہی خوب پھسل

ہوش مین آ نہین یہ قسم نباتات سے باغ
ہی سراپا چمنِ صنعتِ خلاّق ازل

انس کچھ آج نیا تجھکو نہین ہی مجھ سے
کھا چکا چوٹ مرے حسن کی تو روزِ ازل

نہ پری ہون مین انسان نہ غلمان ہون نہ حور
پر لطافت مین نزاکت مین ہون اُنسے افضل

باغ نقشہ ہے صفاتِ حسنہ کا اُسکی
حُسن فطرت مین جو یوسف سے کہین ہی اکمل

ہاتھ پھیلائے ہین نرگس نے جو کاسہ لیکر
اور کاسہ ہے کہ سونا ہے کیا اس مین حل

ہے یہ نکتہ کہ فقیرانِ جہان کی صورت
سائل اُسکے در دولت پہ ہین اربابِ دول

ہاتھ پھیلائے جو شاخین زرِ گل دیتی ہین
ہے یہ مطلب کہ دہش مین ہی وہ بےمثل و بدل

اشرفی کے جو گلون کا ہی چمن مین انبار
یہ اشارہ ہی کہ دولت مین ہی وہ ضرب مثل

رمز یہ ہے کہ پھلے پھولے ہین نخلِ اُمید
پھول لیکر اُلٹے ہین اس باغ مین اشجار جو پھل

قطعہ

نظر آتی ہی جھکتی ہوئی طوطی جو تجھے
ذوق مستی مین عنادل سے جو سُنتا ہی غزل

یہ اشارہ ہے کہ ہر عضو بدن حضرت کا
ہے نواسنج سپاس کرم عز و جل

بار ور آئے ہین تجھکو جو نظر یہ اشجار
پہونچے ہین اپنی مُرادون کو یہ سب نخل امل

جوشِ رحمت کا ہی اُس بحرِ کرم کے شمہ
اس گلستان مین جو برساتا ہی پانی بادل

دیکھتا ہے جو روان نہر مین پانی شفاف
چشمۂ فیض یہ اُسکا ہے نہین گنگا جل

پوچھتا ہے جو حقیقت کو مری ای نادان
طبعِ نازک ترے آقا کی ہون ای عبدِ اقل

مین زلیخا ہون وہ ہی یوسفِ کنعانِ کمال
گرم ہے آٹھ پہر شاہدِ مضمون سے بغل

نازنین ہین جو مرے گرد اِدھر اور اُدھر
یہ قصیدہ وہ مخمس یہ قطعہ اور وہ غزل

جسکو سب کہتے ہین واسوخت شرارت ہی مری
مثنوی سمجھے ہین جسکو ہی مری اک چھل بل

شجر سیب و انار و چمن خلد برین
ہین مری لذتِ گفتار کے آگے حنظل

اک ادا مین دلِ عالم کو مین چھل جاتا ہون
آہوئے چین و ختن مین یہ کہان ہی چھل بل

تربیت تیری ہے در پردہ مجھے مدِ نظر
رو رو سُنتا ہی مرے فیض سے تو تازہ غزل

سیر ہو عالم برزخ کی مبارک تجھکو
ہوئی تقدیر بر رسا دن گئے کُلفت کے نکل

تازہ تر ہونے کا باعث ہو یہ اِس گلشن کے
شجرِ عیش کی پھوٹی ہو نئی اک کونپل

خلعتِ خاص پہنانے کو ترے آقا کے
آج کلکتے سے آئے ہیں گورنر جنرل

ہوئی افزایشِ مُلک اور بڑھے منصب بھی
جشن کا روز ہے غافل نہین حیرت کا محل

سر اُٹھا خوابِ تغافل سے ذرا ہوش مین آ
جل بھنے جتنے کہ عدو تھے ترے لا ینحل

تہنیت مین تجھے لازم ہے قصیدہ کہنا
آیا مین تیری مدد کے لیے قِصہ فیصل

پڑھ کے دربار گہر بار مین اشعار مدیح
صِلہ مدح سے ممدوح کے بھر جیب و بغل

الغرض کان مین میرے جو یہ مژدہ پہونچا
کھُل گئی آنکھ ہوئے جمع حواس مختل

مستعد ہو کے لکھا مطلعِ روشن ایسا
جس سے خورشید کے مطلع مین بھی آجائے خلل

مطلع

قطعہ

عدل کا تیرے زمانے مین یہ بیٹھا ہے عمل
بچۂ آہو کا ہے اور شیرِ نیستان کی بغل

ناخنِ کبک بنے سیخ کبابِ دلِ باز
صید گہ مین یہ ترے عدل کا بیٹھا ہی عمل

عام ہے فیض ترے حفظ کا یہ عالم مین
امن آباد ہے اب شہر کی صورت جنگل

شبِ تاریک مین پھرتے ہین ہرن بے کھٹکے
دیدۂ شیر کے ہے سامنے روشن مشعل

چار سُو امن رعایا ہے تری شکر گزار
نام باقی نہین شکوے کا جہان تک ہی عمل

مِل گئے زخم کے مانند شگافِ در کوہ
نرہا چاک گریبان کو وہان بھی مدخل

بھُنک اُٹھے دشت مین ہر جادہ فتیلے کی طرح
پرتو افگن ہو اگر تیرے غضب کی مشعل

رخشِ گردون کی طرح گاو زمین چل نکلے
منھ سے تیرے کہین اتنا جو نکلجائے کہ چل

موجبِ حکم کا پائے تری ایما گر سیل
اُلٹے پانون سوے کہسار پھرے سر کے بل

دیر ہے منھ سے نکلنے کی نہین تو سرِ قاف
گرد سے شہپرِ عنقا کے ہو تیار محل

تیر ہو چلہ نشین جا کے کمان کے گھر مین
دمِ بیکار اگر حکم ہو تیرا کہ نہ چل

شکلِ منقار ہون دونون لبِ سوفار بہم
حرف لا منھ سے ترے جائے جو دو بار نکل

زلفِ لیلیٰ سے بہے قیس کا دل خون ہو کر
گر ترے مرکبِ اقبال و سعادت کا ہو قصد
جسطرح لالے کی آنکھو نمین چمن ہے مشہد
جسطرح داغ ہی آغوش مین لالے کے یو ہین
بیچ سے شق ہو سر خامۂ فولاد کی طرح
ہے بقیں شاخ سر گاوزمین پر ٹھہرے
جانِ غمگین ترے دشمن کی بدن سے نکلے
پھل نہ پائے ترا حاسد کبھی بھٹلا کے درخت
جیسے گر جاتی ہے دستار سرِ سرکش سے
کشت دل مین جو مخالف کی ترے جا نکلے
رنگ اڑ کر رخِ دشمن سے پرِ ناوک ہو
چشمِ بد دور سرِ مردمکِ دیدۂ فتح
کیا عجب دائرے کے گرد جو مرکز ہو محیط
پانؤن مین خار کرے ناخنِ تدبیر کا کام
ڈالدے ہاتھ سے نیزے کو سماکِ رامح
گر تری عزم کی توصیف مین شاعر لکھے
گرد اڑ کر جو سواری کی ترے جاتی ہی
زلف جوزا کو ہے جاروب کشی کی خدمت
فیض سے تیرے مہندس بصفتِ مہرِ فلک
رگِ گل بنتا ہی لب تک ترے آتا ہی جو شعر
برقِ صرصر سے جو توسن کو ترے دون تمثیل
شحنۂ نہی اگر آنکھ دکھائے بہ مثل
کہ مٹا دیجے کواکب سے نحوست کا خلل
یون ہی مریخ کی آنکھون مین فلک ہو مقتل
ڈر کے مریخ کے سینے سے لپٹ جائے زحل
سایہ افگن ہو تری تیغ جو بالائے جبل
کہین دھوکے مین پڑے میان سے تیرے جو اگل
نالہ جیسے دل پُر درد سے آتا ہے نکل
اور بالفرض جو پائے بھی تو تلوار کا پھل
کاسۂ سر سے ترے خصم کے مغز آئے نکل
جوہرِ تیغ لے مور کو دانے کے بدل
گر اشارہ ہو ترا ناوکِ بے پر کو کہ چل
چشمِ دشمن مین جسے دیکھ کے آجائے سبل
وسعتِ خلق کا یہ دور مین تیرے ہے عمل
چاہیے لطف ترا پھر تو ہین سب عقدے حل
تجکو پائے جو طرفدار سماکِ اعزل
پر نکالے صفتِ مور ہی اک حرفِ ازل
زہرہ آنکھون مین لگاتی ہی سمجھکر کاجل
ہے اک آزاد غلام حبشی تیرا زحل
ایک ہی اینٹ سے چاہے تو ہو تعمیر محل
بوئے گل بنکے معانی وہین آتے ہین نکل
جتنے عاقل ہین کہین ہوش ہین اُسکے مختل

دور ہے عقل سے تشبیہ سکون و سرعت — سحر و اعجاز کی نسبت سے ہوا یان مین خلل
سبقت اندیش ہے ہر عضو سے عضو آخر — پیچھے رہجانے کے باعث سے ہوا داغ کفل
قطعه
وصف مین گرمیٔ رفتار کے شاعر جو لکھے — گر کے موزون کوئی قطعہ کہ قصیدہ کہ غزل
لفظ کیا نقطے بھی دیوان سے یون اُڑ جائین — دانے اسپند کے مجمر سے گئے جیسے نکل
لالے کے پھول کو آغوش صبا مین دیکھا — نظر آیا جسے رفتار مین وہ داغ کفل
قطعه
آئنہ نعل کا اُسکے ہو جو بن کر تیار — اور آنکھ اُس سے مقابل ہو تو دیکھے جھل بل
حشر تک نور نظر عکس کے پیچھے دوڑے — اور ناکام ہی آخر کو گرے ہو کر شل
جتنے اوصاف ہین گھوڑے کے وہ اُن سب مین ہی فرد — سخت سُم نرم دُم اگندہ سرین جھین کفل
فیلخانے مین ہین سرکار کے ہاتھی بیحد — عظمت و قدر مین ہر ایک سے ہر اک افضل
ایک ہتھنی مگر اُن سب مین جو سب سے ہی بلند — اُسکی تعریف کرون نام ہے اُسکا چنچل
فیل گردون بھی جو دیکھے تو جگر جائے دہل — دانت پائے کی جگہ اُسکے ہین خرطوم زحل
اور تشبیہ نئی اک مجھے سوجھی ہے ابھی — مار خرطوم ہے دندان ہین درخت صندل
پابزنجیر رہے ہر چند مگر ہے آزاد — نالے کیطرح سلاسل سے وہ جاتی ہے نکل
عظمت شان و جلالت کا ہو کیا اُسکی بیان — متشکل ہوئی ہے قدرت خلّاق ازل
ہو در قلعۂ گردون کی کلید اُسکی کجک — فیلبان اُسپہ کہ سیمرغ ہے بالائے جبل
اُسکی طرفہ ہے رفتار مین با اینہمہ شان — غیر ممکن کہ سر مور کہین جائے نکل
بس امیر آگے نہ بڑھ روک عنان فطرت — ہمنے مانا کہ نہین پاؤن قلم کا ترے شل
بر کہان ذرہ کہان پایۂ مدح خورشید — گر زبان بند نہین ہر یہ تعلّی کا محل
شکر کر شکر کہ مدّاح ہوا تو اُس کا — خُلق ذاتی سے چھپا دیگا خطایا و زلل
قدردان سخن و اہل سخن ہے ممدوح — ہاتھ اُٹھا بہر دعا بخش خدا و ند اجل
اور یہ کر عرض بصد عجز خلوص و زاری — کہ خدایا بحق آل نبی مرسل

سُرخرو رنگ سعادت سے ہے جب تک زہرہ
روسیہ داغ نحوست سے ہی جبتک کہ زحل

حُسن کو ناز رہے عشق کو جبتک کہ نیاز
رہے معشوق کا جبتک دلِ عاشق مین عمل

جب تلک مہر سے پُر نور ہے سارا عالم
جب تلک ماہ کی روشن ہے فلک پر مشعل

پرتوِ مہ سے کتان کا ہے جگر جبتک چاک
گرمیِ مہر سے تا موم کا دل جلائے پگھل

جب تلک شہد کے حصّے مین رہے شیرینی
تلخکامی رہے جبتک کہ نصیبِ حنظل

نیش اور نوش کے باقی رہین جبتک آثار
لے مزہ بیٹھ کے ہر پھول پہ زنبورِ عسل

سروِ کے گرد کرے فاختہ جب تک کوکو
گُل کے آگے بڑھے تا بُلبُلِ شوریدہ غزل

مست جبتک ہین فدا ساقی دریا دل پر
شور طاؤس کرے دیکھ کے جبتک بادل

جتنی اُمیدین ہین بر آئین مرے آقا کی
خلد کیطرح سے شاداب رہے باغِ امل

ملک و اقبال کو یارب ہو ترقی گھڑیون
یہ کٹھر تو ہے کیا ہند میں ہو جلائے عمل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کچھ غم نہیں جو پیش ہے دفتر قصور کا
عنوانِ نامہ نام ہے ربِ غفور کا

کیسی نظر حجاب جو مانع ہو نور کا
دریا سے قطرہ قصد کرے کیا عبور کا

ہمّت ہے شرط راہ خدا ہے کھلی ہوئی
پہونچا وہ جسنے قصد کیا راہِ دور کا

محروم اُسکے خوانِ تجلی سے کون ہے
حصہ ہر ایک آنکھ نے پایا ہے نور کا

کہتے ہی یا کریم اِدھر سے اُدھر گئے
لطف و غضب میں فاصلہ تھا کتنی دور کا

میں خاک بھی ہوا تو ہوا اُسکی خاکِ در
چھوٹا نہ دستِ عجز سے دامن غرور کا

وہ صاف دل ہوں مردمکِ چشم کیطرح
میرے سیاہ خانے میں عالم ہے نور کا

مئے اعتقاد صاف کی اِس میں رہے مدام
مینائے دل کو سنگ نہ توڑے فتور کا

زاہد لحاظ رکھ کہ نہ گل ہو چراغِ زہد
جھوکا نہ آنے پائے ہوائے غرور کا

دیکھیں کہ کیا دکھائے قیامت میں شوقِ دید
درپیش مرحلہ ہے شہود و ظہور کا

حاضر مرے جنازے پہ ہوں سب ملائکہ
سایہ ہو سر پہ مثلِ سلیمان طیور کا

کیا ڈر جو قصرِ عفو مقامِ بلند ہے
زینہ لگا کے پہونچونگا عذرِ قصور کا

دیدار کا تو وعدہ وفا ہو گا حشر کو
ارشاد ہو علاج دلِ ناصبور کا

عاشق کیا ہے شوق نے تیرے حبیب پر
یارب امیدوار ہون عفوِ قصور کا

دیکھا نہین ہے تجھکو مگر شوقِ دید ہے
مشتاق غائبانہ ہون تیرے حضور کا

ق

مرکر ملے نجات لحد کے فشار سے
صدقہ اکابر و شہدا کے قبور کا

پھیلا کے پاؤن چین سے سوؤن مزار مین
تکیہ نصیب سر کو ہو زانوے حور کا

یارب اکیلے رہنے کی عادت نہین مجھے
جمگھٹ رہے مزار مین غلمان و حور کا

محشر کے روز ساقیِ کوثر کا واسطہ
اک جام تشنگی مین شرابِ طہور کا

عریان اُٹھون تو دامنِ رحمت مین دے جگہ
ڈھکجائے اس طرح سے بدن تیرے غور کا

الفت امیر آلِ محمدؐ کی فرض ہے
مشکل ہے بے سفینہ ارادہ عبور کا

نامِ عاصی داخلِ فردِ شفاعت ہو گیا
خاتمہ بالخیر احمدؐ کی بدولت ہو گیا

مرغِ عصیان اُڑ کے صیدِ بازِ رحمت ہو گیا
دنگ شاہینِ ترازوے عدالت ہو گیا

زرد رو تھا وقتِ پرسش پر رہا سرسبز مین
فرشِ استبرق مجھے صحنِ قیامت ہو گیا

گرمیِ خورشیدِ محشر سے ہوئی حاصل نجات
شامیانہ سر پہ میرے ابرِ رحمت ہو گیا

آلِ احمدؐ کی محبت کا جو چبھتا تھا دلمین خار
بڑھ کے محشر مین کلیدِ بابِ جنت ہو گیا

جم گیا تھا دل مین جو مشقِ معاصی سے غبار
سُرمہ بہرِ دیدۂ عینِ عنایت ہو گیا

واہ ری رحمت جو رکھا پاؤن بالاے صراط
دستگیری اس نبی کی خوفِ رخصت ہو گیا

جس علم کے نیچے پائی فیضِ احمدؐ سے جگہ
میری بیجرمی پہ انگشتِ شہادت ہو گیا

دفعتاً صورت بدل کر بن گئی امید یاس
خارزارِ رنج فرشِ خوابِ راحت ہو گیا

راستہ تھا اوّل منزل جو ناہموار پیش
رفتہ رفتہ نردبان بام رفعت ہوگیا

قصر یاقوت وزمرد کی ہوئی آسان خرید
باغ جنت کا قبالہ داغ محنت ہوگیا

تشنگی مین کوثر وتسنیم کے چشمون پہ ہم
اسطرح بہو بجے کہ رضوان غرق حیرت ہوگیا

صبح محشر جلد چھٹکارا ملا ہم کو امیر
مہر کیا چمکا کہ تابان نجم قسمت ہوگیا

نہین سودا فقط یوسف کو اُسکے دور دامان کا
گدا ادریس بھی ہو تو ہے چاک گریبان کا

مزہ عاشق کے دل سے پوچھ حسن شعلہ رویان کا
تماشا دیکھ پروانون کی آنکھون سے چراغان کا

یہ تیری تیغ نے رد کا ہونا کا شہر امکان کا
کہ چھاپا ہے قضا کے ہاتھ پر خون شہیدان کا

دل پر داغ مین یہ حسرتون کا خون ہوتا ہی
لہو بنکر ٹپک جاتا ہے رنگ اپنے گلستان کا

زبان حال سے کہتا ہی خنجر میان سے کھنچکر
کہ گھر بیٹھے بہلتا ہی کوئی بھی مرد میدان کا

مرے ہی سامنے دامن اُٹھا کر ناز سے چلنا
مجھی سے پھر گلا اُٹّھا مرے چاک گریبان کا

تکلف حسن کا ہر موئے خط یار مین پایا
نظر آیا مجھے ہر مور مین جلوہ سلیمان کا

بہار تازہ دل دیکھ اگر شوق تماشا ہے
بہشت اک پھول مرجھایا ہوا ہے اس گلستان کا

نہوگا بند جبتک نقد جان باقی ہی قالب مین
سخی کے گھر کا دروازہ ہی چاک اپنے گریبان کا

بہار کہکشان و انجم و افلاک کیا دیکھون
نہ بیل اچھی نہ بوٹا خوشنما ہے اس گلستان کا

لکھے یکدست یہ مضمون ترے دست حنائی کے
مخمس جو مرے دیوان مین ہی پنجہ ہی مرجان کا

نہ گھبرا اے دل وحشی سواد شام فرقت سے
کہ یہ سایہ بھی ہمسایہ ہے اُس زلف پریشان کا

خیال عیش کرلین گے فلک نے گو پھنسایا ہے
تصور قید ہو سکتا نہین ہے اہل زندان کا

ہمارا بھی قفس لے ساتھ جاتا ہی جو گلشن کو
اکیلا سیر کرنا لطف کیا دیگا گلستان کا

معاف اے شیخ دھوکے مین اُڑا مین دھجیان مین نے
ترے خرقے پہ شک مجکو ہوا اپنے گریبان کا

اُچھلتا ہے کلیجہ ڈوبتا ہے دل خدا حافظ
سمندر پیرنا ہے جھیلنا شبہائے ہجران کا

چھپے کیا طول محشر ہم سے غمناکو نکی آنکھو نمین
ازل سے تا ابد پھیلا ہوا ہے روز ہجران کا

دہان گور سے آواز یہ کانون مین آتی ہے
نہین ہی کام اس گھر مین کسی ناخواندہ مہمان کا

تڑپ کر دم نکل جائے مگر کھُلنا نہین ممکن
تری دل کی گرہ ٹانکا ہی میرے زخم پنہان کا

جگر کو دون کہ دل کو دون بتا اے ناوک قاتل
کہ دو پیاسون مین ہی یہ ایک قطرہ آب پیکان کا

امیر آئین گے کیا کیا شمع رو راتون کو چھپ چھپ کر
نیا انداز ہو گا میرے مدفن پر چراغان کا

اگر درکار ہے رنگین تمھین تکمہ گریبان کا
لگا دو لعل اسمین قطرۂ خون شہیدان کا

اسیر عشق ہو کر زمزمہ سُن طائر جان کا
چمکتا ہے قفس مین جا کے بلبل اس گلستان کا

کنارہ مرے ہاتھ آیا ہے ہمکو ٹلک ایمان کا
بڑی مشکل سے دروازہ ملا شہر خموشان کا

تمھارے بانکپن کی شان کچھ اسمین نکلتی ہے
کھنچے تو دوڑ کر منھ چوم لون شمشیر برّان کا

دھوان اُٹھتا ہے داغ آتشین سینہ سے ایسا
کہ چھپ جاتا ہے بدلی مین ہلال اپنے گریبان کا

خیال خط مین ای گل جا نکلتا ہون جو گلشن مین
لگاتا ہی ہزارون برچھیان سبزہ گلستان کا

نظر آیا وہ چہرہ ہوتے ہوتے اُڑ گئی وحشت
اُٹھائی اُس نے چلمن رہ گیا پردہ گریبان کا

جہان معشوق ہو عاشق دکھاتا ہی رنگ اپنا
شبیہ طوق قمری ہی دھوان سرو چراغان کا

یقین ہی بنتے بنتے ہو لبالب خون حسرت سے
اگر کاسہ بنائین کاسہ گر خون شہیدان کا

نہ پوچھو حال دل کا بیچ آہ بے اثر دیکھو
درخت بے ثمر ہی یہ اُسی اُجڑے گلستان کا

دل سرگشتہ میرا دیکھ کر یون وہ پری بولا
یہ دل کاہے کو ہے کوئی بگولا ہے بیابان کا

کہان سامان تھا وحشت مین کہ نامہ یار کو لکھتا
دیا قاصد کو پرزہ پھاڑ کر مین نے گریبان کا

نہ ہے شوق شہادت امتحان گاہ محبت مین
قدم بڑھتے ہی ہاتھون بڑھ گیا دام شہیدان کا

دم رقص اُس پری نے دی جو گردش اپنے دامن کو
مری آنکھو نمین عالم پھر گیا چتر سلیمان کا

تفوق رکھتی ہی سرگشتگی نخوت فروشی پر
کہین دامن سے ہوتا ہی مقام اونچا گریبان کا

وہ دیوانے ہین آنکھون کے فدا ایما اگر کردین
نکالے شیر پر آنکھین غزال اپنے بیابان کا

جسے سارا زمانہ آفتابِ حشر کہتا ہے
وہ اک اُترا ہوا چھالا ہے اپنے داغِ ہجران کا

نئی تقریب پریون کے بُلانے کی ہے دیوانو
کسی صحرا مین عُرس اک دن کرین چلکر سلیمان کا

ہوئی ہین بسکہ آنکھین لوٹ اُسکی جامہ زیبی پر
نگاہین کھیلتی ہین گیند اُس گوے گریبان کا

وہ زخمی ہین تڑپ کیسی چھڑکتا گر نمک قاتل
دہانِ زخم سے ہم چوم لیتے مُنھ نمکدان کا

بڑے نادان ہین جو لوگ ڈرتے ہین امیر اُس سے
اجل تو نام ہے اک زندگانی کے نگہبان کا

جنون ہی مجھکو اک پردہ نشین کے دورِ دامان کا
گلا کاٹون جو پردہ فاش ہو چاکِ گریبان کا

نظر آتا ہے دلمین رنگ کیا کیا حسنِ خوبان کا
تماشا دیکھتا ہون ایک غنچے مین گلستان کا

چھپا ہے عیب عریانی سے رختِ جسمِ انسان کا
مرا داغِ جنون پیوند ہے میرے گریبان کا

کہین ضبطِ فغان سے عشق کے آثار چھپتے ہین
لبِ خاموش سے پیدا ہے صدمہ دردِ پنہان کا

صدا یہ قلقلِ مینا سے میخانے مین آتی ہے
کہ بختِ سبز اک طوطی ہی مستون کے گلستان کا

اگر اُڑتی ہوئی پریان پھنسانے کا ارادہ ہی
ہوا پر جال پھیلایا ہے کیون زلفِ پریشان کا

جنون کے گُل کھلاتی یون صبا کو کیا سلیقہ تھا
چمن مین ہی گلِ صد برگ نام اپنے گریبان کا

کیا اظہارِ دردِ دل تو کھینچا میان سے خنجر
نیا نسخہ نکالا آپ نے یہ دردِ ہجران کا

خیالِ طُرّہ بندھ جائے نہ کیونکر چور کی صورت
طِلا یہ پھر رہا ہے آنکھ مین خوابِ پریشان کا

عدم کو چلدیا خاموش جو عاشق ہوا اسیر
دہانِ یار دروازہ ہے کیا شہرِ خموشان کا

تمھارا پنجۂ رنگین چڑھا جب سے نگاہون پر
جما یا رنگ اُترا دل سے اپنے پنجہ مرجان کا

مرا ممنون ہون اے ضعف پردہ رہگیا میرا
چھُڑایا تو نے دامن دستِ وحشت سے گریبان کا

ملایا خاک مین انکو جہان کی بیوفائی نے
کتابہ خطِ کوفی مین لکھو گورِ غریبان کا

تعجب کیا کمالِ شوق مین لپٹا جو مین اُس سے
دیا شمشیر نے دھوکا کسی کے جسمِ عریان کا

اسے کہتے ہین پارس راز الفت دیکھ اے قاتل
سیاہ ہے منھ ترے تارِ کمر سے زخم پنہان کا

زنخدان پر جو انگشتِ حنائی یار نے رکھی
تو مین سمجھا کہ ہے سیبِ ذقن پھل شاخِ مرجان کا

مزاج آگے تو دیوانون سے یون برہم نرہتا تھا
اثر ہے اے پری یہ صحبتِ زلفِ پریشان کا

کہان جائینگے اُڑ کر یہ پریزاد میری چالون سے
مجاور مین بنونگا جا کے درگاہِ سلیمان کا

نصیبِ دشمنان قاتل کو سکتا ہو گیا شاید
کہ بسمل آئینہ دکھلا رہے ہین چشمِ حیران کا

ہوائے زلف مین اک حور کے سودا یہ چمکا ہے
بیاضِ صبحِ جنت ہی سواد اپنے بیابان کا

امیر ایسا شگفتہ ہے ہجومِ داغ سے پہلو
کہ ہر ناسورِ دل رخنہ ہے دیوارِ گلستان کا

دکھانا چاہیے کچھ بانکپن سودائے مژگان کا
بہت اب نوک کی لیتا ہی ہر کانٹا بیابان کا

نہ چھوڑا تار باقی دستِ وحشت نے گریبان کا
دیا ہر چند مین نے واسطہ یوسفؑ کے دامان کا

جوابِ روضۂ رضوان ہے تختہ کوئے جانان کا
فضا چھڑکاؤ کرتی پھرتی ہی خونِ شہیدان کا

ستمگر نے نہین کنٹھے مین اپنے گوکھرو ٹانکا
نکل آیا ہے جوہر صاف شمشیرِ گریبان کا

بنا کر آئینہ پریون کو یون خود بین نہ کرنا تھا
سکندر کچھ تو تجھکو پاس لازم تھا سلیمان کا

زمین ہے ایک مشتِ خاک صحرائے محبت کی
فلک چھوٹا سا اک میدان ہے دل کے بیابان کا

تردد کیا ہی تمکو یہ تو دو ٹانکون مین اچھا ہی
عدو کا زخمِ دل کیا چاک ہی میرے گریبان کا

دبستانِ جنون مین جو سبق تھا درس مین تیرے
وہ اہی مجنون بر آوردہ ورق ہی میرے دیوان کا

نہ بھولے آپکو بھولے جو دنیا کو تو کیا بھولے
یہ منت ہو اگر پوری تو بھریئے طاقِ نسیان کا

کسی عارض کا آئینہ ہے اپنا دیدۂ حیران
دلِ صد چاک شانہ ہی کسی زلفِ پریشان کا

در آیا بنکے پتلی دیدۂ خورشیدِ محشر مین
اگر اونچا اُڑا ذرہ کوئی اپنے بیابان کا

لبِ بام اُس پری نے بال کیا چہرے سے سرکائے
اُٹھا کر ابر کے پردے کو گویا برق نے جھانکا

ذرا سی چھیڑ مین کیون پھوٹ بہتے ہو تم اے چھالو
اِسی سے چھیڑتا ہے تمکو ہر کانٹا بیابان کا

گھٹائین غم کی چھا جاتی ہین دل پر تیرہ بختون کے
بلا ہے رخنہ کھلنا آپ کی زلفِ پریشان کا

ملایا چاہتا تھا ہاتھ سے اُس گل کے ہاتھ اپنا
یہ باعث ہی کہ شل حق نے بنایا پنجہ مرجان کا

اُترتا ہی نہین غصہ کسی دم چشم و ابرو سے
پری رویون یہ کیا تمغا ہی سرکارِ سلیمان کا

خیالِ زلف و رُخ ہی رات دن آنکھون مین پھرتا ہے
اُجالا صبحِ وصلت کا اندھیرا شامِ ہجران کا

مرے غم مین وان آنسو ہین آنکھون سے حسینون کی
کہ ماتم ہو رہا ہے گھر مین پریون کے سلیمان کا

انا الحق بولتی ہین قمریان حق سرّہ کیسا
جسے کہتے ہین دار اک سرو ہے اپنے گلستان کا

کتابِ لوحِ محفوظ اے امیر اسکا ہے دیباچہ
سوادِ خامۂ کُن خاتمہ ہے اپنے دیوان کا

ہم سے بگڑ کے غیر کا تو یار ہو چکا
ہونا جو تھا وہ اے بتِ عیار ہو چکا

ترغیب دی شراب کے پینے کی کیون اُسے
حق تو یہ ہے مین پہلے گنہگار ہو چکا

اٹکھیلی کی چلے نہ چلے چال اب وہ شوخ
فتنہ جو سو رہا تھا وہ بیدار ہو چکا

بالین پہ میری کس لیے آیا ہی اے طبیب
تجھ سے علاجِ دردِ دلِ زار ہو چکا

آیا نہ ایک بار عیادت کو وہ مسیح
سو بار مین فریب سے بیمار ہو چکا

زنجیر پا ہے ضعف سے ہر موجِ بوریا
شاہون کا مجھ فقیر سے دربار ہو چکا

افسوس آنکھ خوابِ تغافل سے تب کھلی
جب آفتابِ حشر نمودار ہو چکا

اب عفو وہ کرین نہ کرین اختیار ہے
امیدِ عفو مین مین گنہگار ہو چکا

جب آستانِ یار پہ حاضر ہوئے ہین ہم
دربان سے یہ سُنا ہے کہ دربار ہو چکا

باقی ہزار شوق خطِ شوق ناتمام
قاصد کمر کو باندھ کے تیار ہو چکا

کافی ہے زلف جال بچھاتا ہی کس لیے
صیاد سے کہو مین گرفتار ہو چکا

دنیا مین کون غم ہی نہین جسکے بعد عیش
آئی بہار خشک جو گلزار ہو چکا

دل راہ چلتے چھین لیا مجھ سے یار نے
یوسفؑ کا فیصلہ سرِ بازار ہو چکا

میرا سوال سن کے جو خاموش ہو رہے
مین خوش ہوا کہ وصل کا اقرار ہو چکا

اب لب پہ لائین کیا ارنی صورت کلیم
محشر کے روز وعدۂ دیدار ہو چکا

باقی ہے کس کو حوصلہ اخفاے عشق کا
رسوا امیر کوچہ و بازار ہو چکا

واعظو حشر کا ہر مرتبہ چرچا کیسا
روز کا تمنے نکالا ہے یہ جھگڑا کیسا

دیکھین حورین بھی تو بیہوش ہون لچھے تروتے
سیر کیسی ترے کشتے کا تماشا کیسا

مے پیو شوق سے خالق ہی رحیم اور کریم
میکشو خیر ہے اندیشۂ فردا کیسا

آشنا ذکر سے رہتی ہی فقط اپنی زبان
دوستانہ بھی کسی دوست سے شکوا کیسا

جائے آرام نہ دیکھی کبھی اس عالم مین
نہین معلوم کہ ہے عالم بالا کیسا

نبض دیکھی تو حرارت سے جلے دست مسیح
تیرے بیمار محبت کا مداوا کیسا

نام جا ہے تو نہان ہو نظر عالم سے
گوشہ گیری سے ہو اشہرۂ عنقا کیسا

آبلہ پائی و بیتابی و سرگردانی
اے جنون گھر مین یہ سامان ہو صحرا کیسا

کبھی دیوانۂ الفت نہ تمھارا سمجھا
لوگ سمجھانے کو سمجھا چکے کیسا کیسا

شک نہین اسمین کہ ہی مصرع موزون قد یار
پر کمر بیچ سے غائب ہے یہ سکتا کیسا

جوش وحشت ہمین اُس دشت مین لایا کہ جہان
اٹھ گئے قیس نہین ناقۂ لیلے کیسا

کہتے ہین زلف مسلسل کی لکھو تو تعریف
دیکھین اِس فن مین ہے تمکو ید طولا کیسا

تیری تصویر خیالی بھی نہ آئی مرے پاس
رہ گیا کھول کے آغوش تمنا کیسا

میرے لب تک نہین آیا ابھی نالہ بھی امیر
زلزلے سے ہے یہ عالم تہ و بالا کیسا

پوچھا نہ جائے گا جو وطن سے نکل گیا
بیکار ہے جو دانت دہن سے نکل گیا

ٹھہرین کبھی کھون مین نہ دم بھر بھلی است لو
آیا کمان مین تیر تو سن سے نکل گیا

خلعت پہن کے آنے کی تھی گھر مین آرزو
یہ حوصلہ بھی گورِ کفن سے نکل گیا

پہلو مین میرے دلکو نہ اے دردکر تلاش
مُدت ہوئی غریب وطن سے نکل گیا

مُرغانِ باغ تمکو مبارک ہو سیرِ گل
کانٹا تھا ایک مین سو چمن سے نکل گیا

کیا رنگ تیری زلف کی بُو نے اڑا دیا
کافور ہو کے مشک ختن سے نکل گیا

پیاسا ہون اسقدر کہ مرا دل جو گر پڑا
پانی اُبل کے چاہِ ذقن سے نکل گیا

سارا جہان نام کے پیچھے تباہ ہے
انسان کیا عقیق یمن سے نکل گیا

کانٹون نے بھی نہ دامن گلچین پکڑ لیا
بُلبُل کو ذبح کرکے چمن سے نکل گیا

کیا شوق تھا جو یادِ سگِ یار نے کیا
ہر استخوان تڑپ کے بدن سے نکل گیا

اے سبزہ رنگ خط بھی بنا اتو بوسہ دے
بیگانہ تھا جو سبزہ چمن سے نکل گیا

منظور عشق کو جو ہوا اوجِ حُسن پر
قمری کا نالہ سروِ چمن سے نکل گیا

مدِ نظر رہی ہمین ایسی رضاے دوست
کاٹی زبان جو شکوہ دہن سے نکل گیا

طاؤس نے دکھائے جو اپنے بدنکے داغ
روتا ہوا سحاب چمن سے نکل گیا

صحرا مین جب ہوئی مجھے خوش چشمونکی تلاش
کوسون مین آہوانِ ختن سے نکل گیا

خنجر کھنچا جو میان سے چمکا میانِ صف
جوہر کھُلے جو مردِ وطن سے نکل گیا

مین شعر پڑھ کے بزم سے کیا اُٹھ گیا امیر
بلبُل چہک کے صحنِ چمن سے نکل گیا

وعدہ نہین ہے حشر کے دن کس سے دید کا
حصہ ابھی سے بانٹ رہے ہین وہ عید کا

اللہ رے انقلاب جہانِ پلید کا
خونِ حسینؑ غازہ ہے روے یزید کا

قاتل کے کان تک نہین پہونچی ابھی فغان
کیون تیغ نے گلے کو دیا خط رسید کا

کچھ سے لگئے ہین زاغ و زغن کچھ سگ نے ہما
لاش اپنی بعد مرگ ہے توشہ فرید کا

کہدے کوئی حسینون سے دل بیچتا ہون مین
آئے جسے جسے ہو ارادہ خرید کا

ہان اے کلید دارِ قضا کھول قفل بخت
کچھ اس مین گھس نہ جائے گا ناخن کلید کا

کشتون کا کھیت کاٹ کے کہتی ہے تیغ یار
جامہ بھی یہ قطع ہے قطع و برید کا

کیا جانتا ہے کوئی فقیری کا مرتبہ
دل نام پیر عرش لقب ہے مرید کا

پوچھو نہ حال خلق رقیبِ سیاہ رو
بگڑا ہوا خمیر ہے خاکِ یزید کا

کیا جانیے رہروونکا ہوا کیا عدم مین حال
ابتک تو ایک نے نہ لکھا خط رسید کا

اے ترک تیرے رعب نے ایسا دبا دیا
اُچھلا نہ خون حشر کے دن بھی شہید کا

دوزخ مین ڈالے جائینگے جسم بت پرست
ناقوس غل مچائے گا ہل من مزید کا

دل میرا اُس کے روے مخطط نے چھین کر
جھوٹا بنا لیا ہے قبالہ خرید کا

اب کی بہار سے مجھے آتی ہے بوے خون
آیا ہے لالہ بھیس بدل کر شہید کا

کیونکر کھنچون نہ مین طرفِ قرب حق امیر
پھندا مرے گلے مین ہے حبل الورید کا

آئے جسے ہو شوق تجلّی کی دید کا
ہے کوہ طور ڈھب تمھارے شہید کا

آنکھین ہین اور لطف ہے اب اُسکی دید کا
برسون جو آفتاب رہا چاند عید کا

دو وہ شبِ فراق کا نقاش مجھ سے لے
نقشہ جو کھینچنا ہو بعینہ یزید کا

مسجد سے سوئے میکدہ ای شیخ یون نہ دیکھ
بالاے طاق ہو نہ عقیدہ مرید کا

کیسی سزا کہ رعب سے قاتل کے روز حشر
نالہ گلے مین پھنس کے نہ نکلا شہید کا

کھینچا نہ ہاتھ قتل سے قاتل نے شام تک
تکبیر کہتے کٹا روز عید کا

آئے تو دو بہار یہ دونون ہین رہن مے
خرقہ نہ پیر کا ہے نہ جبہ مرید کا

حیرت نے کر دیا ہمین تصویر پیش یار
اُٹھا ذرا نہ ذائقہ گفت و شنید کا

وہ یادِ ابن ساقی کوثر مین کیے پیون
شامی کباب بھن کے جگر ہو یزید کا

پیری مین مجھ سے خنجرِ قاتل گلے ملا
دیکھا ہے چاند تیسری تاریخ عید کا

عکسی شبیہین کھینچی رخ یار کی
یہ بھی تو چھاپنا ہے کلام مجید کا

ہم منتظر کہ لائے وہان سے جواب خط
بھیجا ہے نامہ بر نے خط اپنی رسید کا

اس غمکدے مین کٹ گئی یون اپنی زندگی
قیدی پہ جیسے روز گذر جائے عید کا

پوچھو نہ کچھ مرے دل زخمی کا مجھ سے حال
انشا قلیل کی ہے یہ دیوان شہید کا

کس دن نہین ہین چار گدا چار میہمان
رزق اپنا اے امیر ہے توشہ فرید کا

مجھکو محب سمجھ کے حسینؑ شہید کا
کرتا ہے تنگ قافیہ تاک بھی یزید کا

یہ شوق ہے جو خلق کو قاتل کی دید کا
جائے شہاب خون ٹپکے گا شہید کا

ہوتے ہین تر پسینے سے آغوش مین حسین
پھولون سے مجکو ڈھب ہے عرق کی کشید کا

اتراتے ہین جو لوگ پہن کر لباس نو
ہنستا ہے چاک پیرہن صبح عید کا

بت بن کے وقت نزع نہ بالین پہ میری بیٹھ
ہوتا ہے آج خاتمہ گفت و شنید کا

ثابت ہوا عدم کو مسافر پہونچ گیا
تعویذ قبر پر نہین خط ہے رسید کا

کرتا ہے مثل چرخ زمانہ بھی پائمال
مسلک جو پیر کا وہ چلن ہے مرید کا

گردن تو کیا نہیں مرے اعضا کو خوف تیغ
بل ایک ایک رگ کو ہے حبل الورید کا

کھولین گے لات مار کے ہم میکدے کا در
پاپوش اپنی کام کرے گی کلید کا

کیسا جواب خط کہ ہوا نامہ بر کا خون
کاغذ پکارتا ہے یہ خط کی رسید کا

نازک ہو دل مین وعظ کی مجلس مین جاؤن کیا
ڈر ہے مجھکو ذکر عذاب شدید کا

پیر مغان نے مجھکو سنبھالا تو کیا ہوا
ہر پیر دستگیر ہے اپنے مرید کا

باطن مین غم ہے عشرت دنیا ہے ظاہری
پہنے ہوے لباس محرم ہے عید کا

مہندی کی ٹٹیان نہین پر میرے باغبان
کیون اپنا ہاتھ صاف ہے قطع و برید کا

فاقے سے ہون تو صاحب غیرت نہ رخ کرین
دعوت خلیل کی ہو کہ توشہ فرید کا

اُٹھ اُٹھ کے بیٹھنے سے ہوے کشتہ ہم امیر
خنجر پھرا گلے پہ ملاقاتِ عید کا

ہے دل کو شوق اُس بتِ قاتل کی دید کا
ہولی کا رنگ جسکو لہو ہے شہید کا

مژدہ ہو میکشو کہ ہوا چاند عید کا
محتاج قفل میکدہ تھا اس کلید کا

یارب ہے وہ چاہِ ذقن خط سے حفظ مین
گھیرے نہ اس فرات کو لشکر یزید کا

جی چاہے جس حسین کا دے ہم سے جنس دل
سرمایۂ کریم ہے توشہ فرید کا

دُنیا پرست کیا رہ عقبیٰ کرینگے طے
نکلے گا خاک گھر سے قدم زن مُرید کا

وہ مست ہون کہ مین نے شب قدر کی دعا
روزے تمام ہون کہین دن آئے عید کا

کس گلبدن نے ہاتھ سرِ رہ لگا دیا
پھولون کی سیج ہے جو جنازہ شہید کا

ہونے نہ پائے غیر بغلگیر یار سے
اللہ یون ہی روز گذر جائے عید کا

اپنی کہین کہ اُسکی سُنین وقتِ نزع ہم
ڈر واکہ وقت تنگ ہے گفت و شنید کا

سارا حساب ختم ہوا حشر ہو چکا
پوچھا گیا نہ حال تمھارے شہید کا

بک بک کے روز کھاتے ہین واعظ مرا دماغ
سمجھے ہین شاید اسکو بھی توشہ فرید کا

لوٹے گی لذتِ لبِ شیرین مری زبان
قفل دہن پر اُسکے ہے دانت اس کلید کا

شیطان کبھی رقیب سے ہوتا نہین جُدا
اُلٹی ہے بات پیر ہے پیر و مُرید کا

ضائع نہ جائے دل پہ جو کھایا ہی داغ غم
یارب چراغ ہو کسی قبرِ شہید کا

جا کر سفر مین بھول گئے ہمکو وہ امیر
یان اور دوستون نے لکھا خط رسید کا

اللہ رے مکر صاحبِ بخلِ شدید کا
گلا کٹے تو زرِ مزار بنائے شہید کا

گردن کو تیغ سے نہین رشتہ بعید کا
ڈورا جو باڑھ کا ہے وہ حبل الورید کا

اُس کوچے کے گدا ہے تہیدست ہین وہ ہم
رضوان سے ہے ارادہ جنان کی خرید کا

کرتی ہین دل کو خون اُن آنکھون کی پتلیان
اِن مغبچون کو ذوق ہے مَے کی کشید کا

کیونکر نہ مثلِ قفل کھلے گا دہانِ یار
اِک دن کرے گی کام یہ مشک کلید کا

تخفیف دردِ دل کا کرونگا جو مین سوال
نکلے گا جملہ جفر مین ہل من مزید کا

ہو اُس سے بوسۂ لبِ شیرین کی کیا اُمید
شربت پہ فاتحہ بھی نہ دے جو شہید کا

خطِ عذارِ یار کا کیا وصف کیجئے
نوروز کا یہ زائچہ خطبہ ہے عید کا

باتین مری سُنین تو یہ منھ پھیر کر کہا
تا اِس کمند مین نہین دِل کی کشید کا

صحرا کو وہ کُشتۂ اُلفت کہان نہین
ہر لالہ ہے چراغ مزارِ شہید کا

لیتی ہے بوسے عارضِ محبوب کے وہ زُلف
کافر کو بھی ادب ہے کلامِ مجید کا

حجام میرے دل کا دکھا دے جو آئنہ
اُن سے زیادہ دُون اُسے انعام عید کا

کُندن سا رنگ یار دکھلائے جو رُخ ہو زرد
زر سے ارادہ چاہیئے زر کی کشید کا

کتنا ہے سخت قلبِ رقیبِ سیاہ رو
نطفہ یہ شمر کا ہے کہ بچہ یزید کا

مقتل سے کم نہین ہے قلمدان مرا امیر
ہر کلک ہے گلوے بُریدہ شہید کا

خطِ عارض نے دلِ اہلِ رقم توڑ دیا
بیت ابرو نے ہلالی کا قلم توڑ دیا

اس کڑی کا متحمل تھا کہان شیشۂ دل
وہ کہی بات کہ دل تو نے صنم توڑ دیا

اہلِ محشر پہ ہے احسان ترے دیوانے کا
سر کو ٹکرا کے درِ باغِ ارم توڑ دیا

باندھتے غیر کو جوڑا ترا ہم دیکھ سکین
رشتۂ اُلفت کا ترے سر کی قسم توڑ دیا

دل نے اِک آہ مین نابود کیا انجم کو
سب جتھا کھینچ کے شمشیر دو دم توڑ دیا

حکم ہے یہ کہ نہ آئے کوئی دردانے پر
آسرا تو نے غریبون کا صنم توڑ دیا

صفحۂ دہر پہ صورت گرِ قدرت نے امیر
اُسکی تصویر وہ کھینچی کہ قلم توڑ دیا

ہمسرِ زُلف قدِ حور شمائل ٹھہرا
لام کا خوب الفِ مدّ مقابل ٹھہرا

دیدۂ تر سے جو دامن مین گرا دل ٹھہرا
بہتے بہتے یہ سفینہ لبِ ساحل ٹھہرا

کی نظر روے کتابی پہ تو کچھ دل ٹھہرا
مکتبِ شوق بھی قرآن کی منزل ٹھہرا

نکہتِ گل سے پریشان ہوا اُسکا دماغ
خندۂ گل نہ ہوا شورِ عنادل ٹھہرا

نجد سے قیس جو آیا مرے زندان کی طرف
دیر تک گوش بر آوازِ سلاسل ٹھہرا

حسن جس طفل کا چمکا وہ ہوا باعثِ قتل
جسنے تلوار سنبھالی مرا قاتل ٹھہرا

خط جو نکلا رُخِ جانان پہ ملا بوسۂ خال
یہی دانہ فقط اس کشت کا حاصل ٹھہرا

علم اک نقطہ جو مشہور تھا اے جوشِ جنون
غور سے کی جو نظر نقطۂ باطل ٹھہرا

دور جبتک تھے تڑپتا تھا مین کیسا کیسا
پاس آکر جو وہ ٹھہرے تو مرا دل ٹھہرا

کثرتِ داغ سے گلدستہ بنا دل تو کیا
زینتِ باغ نہ آرایشِ محفل ٹھہرا

دوڑتا قیس بھی آنکلے نہایت ہی قریب
اک ذرا ناقے کو اے صاحبِ محمل ٹھہرا

دم جو بیتاب تھا مدت سے مرے سینے مین
تیغِ قاتل کے تلے کچھ دمِ بسمل ٹھہرا

ہم بڑی دور سے آئے ہین تمھارا ہی یہ حال
گھر سے دروازے تک آنا کئی منزل ٹھہرا

اب تلک آتی ہے صدا تربتِ لیلے سے امیر
ساربان اب تو خدا کے لیے محمل ٹھہرا

بیگانہ ہوکے سارے جہان سے خدا ہوا
اے عالم آشنا جو ترا آشنا ہوا

سمجھے کفن نصیب جو بعدِ فنا ہوا
سرکارِ عشق سے ہمین خلعت عطا ہوا

دریاے معرفت سے جو دل آشنا ہوا
ترکِ خودی ہی سفینۂ اہلِ فنا ہوا

بختِ سیہ نہ ضعف مین ہم سے جُدا ہوا
قدِ خمیدہ حلقۂ زُلفِ دوتا ہوا

مین ہٹ گیا تو وہ بھی مرے ساتھ ہٹ گیا
سایے سے خوب حقِ رفاقت ادا ہوا

پچھتا رہے ہین خون مرا کرکے کیون خفا ہو
اب اسپہ خاک ڈالیے جو کچھ ہوا ہوا

چالاکیاں تو دیکھو مجھے قتل کرکے خود
اوروں سے پوچھتے ہین یہ کیا ماجرا ہوا

زائل ہوئی نہ بھیس بدلنے سے بوئے عشق
تصویر مین بھی رنگ ہے رُخ سے اُڑا ہوا

ہے دل کا سرد مہری معشوق سے یہ حال
جیسے درخت برف سے کوئی جلا ہوا

مرنے کے بعد کیسے پریشان ہین عضو تن
کیا کیا ورق کتاب سے اپنے جُدا ہوا

یاد کمر مین بھول گئی دل کو طرز آہ
کاسے مین اپنے بال پڑا بے صدا ہوا

جب سامنا ہوا دلِ عشاق کھنچ گئے
گیسو کا حلقہ بھی دہنِ اژدہا ہوا

یہ ضعف سے سبک ہون کہ نقشِ قدم مرا
پڑتا تو ہے زمین پہ لیکن مٹا ہوا

آئینہ اُسکو کسنے دکھایا غضب کیا
جلاد خلق ایک تو تھا دوسرا ہوا

بوسہ طلب کیا تو یہ کہنے لگا وہ بُت
قُدرت خدا کی تمکو بھی یہ حوصلا ہوا

خالی قدح دکھائے مجھے کیون نہ دور سے
ساقی کا دل ہے میری طرف سے بھرا ہوا

شاید خط اُس ہتھیلی کے حلقے تھے جال کے
آتے ہی قید طائرِ رنگِ حنا ہوا

ڈھونڈھا نہ کب بہانہ مرے دل نے بہرِ ہجر
ماتم کیا اگر کوئی روزہ قضا ہوا

چاہِ ذقن کو چاہ مہِ مصر کیا کہون
مضمون ہے یہ میری نظر سے گرا ہوا

ایسا نہو کہ کوئی بت تجھے چھپ کے دیکھ لے
آئینہ دیکھ چار طرف دیکھتا ہوا

قاتل ستم ہے رشتۂ اُلفت کا توڑنا
یون قتل کر کہ کچھ رہے تسمہ لگا ہوا

کشتے کی اپنے تجکو ہے اے ترک کچھ خبر
آتا ہے ساتھ ساتھ ترے لوٹتا ہوا

آنکھون پہر ہے جلوۂ معشوق سامنے
ہے مدتون سے بیچ کا پردہ اُٹھا ہوا

انسان کی مرگ و زیست نہین ہے کسی کے ہاتھ
آئے تو کیا جو آپ نہ آئے تو کیا ہوا

نامہ دیا تو اُس گُلِ گلزارِ حسن تک
دم مین پہونچ گیا مرا قاصد ہوا ہوا

حور آگئی نظر کہ پری کوئی دیکھ لی
سودا سا ہے امیر کو کیا جانے کیا ہوا

فراقِ یار نے بیچین مجھکو رات بھر رکھا
کبھی تکیہ اِدھر رکھا کبھی تکیہ اُدھر رکھا

شکستِ دل کا باقی ہمنے غربت مین اثر رکھا
لکھا اہلِ وطن کو خط تو اِک گوشہ کتر رکھا

برابر آئینے کے بھی نہ سمجھے قدر وہ دل کی
اسے زیرِ قدم رکھا اُسے پیشِ نظر رکھا

مٹائے دیدہ و دل دونون میرے اشکِ خونین نے
عجب یہ طفلِ ابتر تھا نہ گھر رکھا نہ در رکھا

تمھارے سنگِ در کا ایک ٹکڑا بھی جو ہاتھ آیا
عزیز ایسا کیا مرکر اُسے چھاتی پہ دھر رکھا

جنان مین ساتھ اپنے کیون نہ لیجاؤنگا ناصح کو
سلوک ایسا ہی میرے ساتھ ہی حضرت نے کر رکھا

نہ کی کسنے سفارش میری وقتِ قتل قاتل سے
کمان نے ہاتھ جوڑے تیغ نے قدمونپہ سر رکھا

غضب سے وہ میرے آتے ہی معلوم ہوتا ہی
جگہ خالی جو پائی یار کو غیرون نے بھر رکھا

بڑا احسان ہی میرے سر پہ اُسکی لغزشِ پا کا
کہ اُسنے بے تحاشا ہاتھ میرے دوش پر رکھا

زمین مین دانۂ گندم صدف مین ہم ہوے گوہر
ہمارے عجز نے ہر معرکہ مین ہمکو ور رکھا

ترے ہر نقشِ پا کو رہگذر مین سجدہ کر بیٹھے
جہان تو نے قدم رکھا وہان ہمنے بھی سر رکھا

امیر اچھا شگونِ مے کیا ساقی کی فرقت مین
جو برسا ابرِ رحمت جاے مے شیشون مین بھر رکھا

جلانا چاہتی ہی جب کسی سرسبز گلشن کا
تو بجلی طوف کر جاتی ہی پہلے میرے خرمن کا

وہ ہون جانباز مقتل پر گمان ہی مجکو گلشن کا
ترانہ بلبلون کا جانتا ہون بولنا رن کا

ترا خنجر گلے پر غیر کے کیونکر نہ رُک جائے
کہ یہ غمزہ تو اِک سفاک حق ہی میری گردن کا

نہ پوچھو دیکھنے کا حال ہمنے کچھ نہین دیکھا
کیا نرگس کی آنکھون سے تماشا سارے گلشن کا

بہار آئی ہی اے دستِ جنون یا عید آئی ہی
گریبان سے گلے ملنے چلا ہے چاک دامن کا

کبھی خورشید تاکے گا کبھی مہتاب جھانکے گا
کھُلا رہنا نہین اچھا ترے کمرے کے روزن کا

بصیرت ہو تو انسان کن مز سمجھے چشم و مژگان کی
لیے ہین پتلیان آنکھون پہ پردہ تیری چلمن کا

کبھی کعبے کبھی بتخانے مین دیکھا جو تھا مجکو
ہوا مجمع مرے تابوت پر شیخ و برہمن کا

مین اک پردہ نشین صاحبِ عصمت کا زخمی ہون
مرے زخمون مین لازم صوف ہو یوسف کے دامن کا

دھڑی مسّی کی ہونٹون پر جمی ہی خیر ہو یارب
کریگی سیرِ گلشن رنگ اُڑے گا آج سوسن کا

تہِ شمشیرِ قاتل کیطرف حسرت سے تکتا ہون
وہ بسمل ہون خبر سر کی نہ مجھکو ہوش گردن کا

ملون کفار مین جا کر شکستِ کفر کی خاطر
بتون کو توڑنا ہی بھیس بدلون مین برہمن کا

تردد کیون ہی یارو نکو کہان گاڑین کہان تو بین
جہان وہ پانون رکھدین ہی ٹھکانا میرے مدفن کا

نہ گُل ہنستے نہ غنچے مسکراتے دونون رودیتے
تمھین کو بلبلو آتا نہین انداز شیون کا

لبِ جان بخش پر مسّی نہین اُس نے جمائی ہے
ہوا ہے چشمۂ حیوان مین پیدا پھول سوسن کا

ہلال و بدر دونون مین امیر اُسکی تجلی ہو
یہ خاکہ ہے جوانی کا وہ نقشہ ہے لڑکپن کا

کھڑا ہوتا ہون رستہ روک کر اُس شوخ پُرفن کا
وہ رہرو ہون کہ آگا باندھتا ہون جا کے رہزن کا

خیال آیا جو ساقی اُس صراحی دار گردن کا
پڑا پھندا گلے مین گرگئی مے ڈھل گیا مینکا

موئے پر شرمِ عصیان حرزِ بازو ہو گئی مجکو
سمٹ کر گنبدِ مدفن ہوا تعویذ مدفن کا

قدم یان پھونک کر رکھتی ہی بجلی بھی جو آتی ہے
ہنسی سمجھا ہے گلچین پھونکنا میرے نشیمن کا

اُٹھاون سختیان لاکھون کڑی بات اُٹھ نہین سکتی
مین دل رکھتا ہون شیشے کا جگر رکھتا ہون آہن کا

بہائے تیغ برّان نقد جانِ اہلِ جرأت ہے
بہت ہی تیز بازار اجل مین نرخ آہن کا

وہ مشتاقِ شہادت ہون کمی جلاد اگر کرتا
لگاتا تازیانہ بڑھ کے تسمہ میری گردن کا

تصور سے سمن رویون کے یہ خالی نہین رہتا
ہمارا دل ہی یا کمرہ ہی کوئی کنج گلشن کا

مسی مالیدہ لب سے کی ہی کُلی جس جگہ اُس نے
قیامت تک اُگے گا اُس زمین سے پھول سوسن کا

وہ محوِ دردِ اُلفت ہون کہ مجکو سیرِ گلشن مین
چٹکنے مین ہی غنچون کے مزہ بُلبُل کے شیون کا

کرم فرما جو ہو ابرِ کرم میری زراعت پر
بنے برقِ تجلی دانہ دانہ میرے خرمن کا

یہ کس گریان کا ساقی میکدے مین دورِ آخر ہے
کہ غل ہے میکشون مین خاتمہ ہی آج ساون کا

پھلے پھُولے چمن مین دفن کرنا چاہیے مجھکو
کہ ہون مارا ہوا اک نوجوان گلرو کے جوبن کا

آمیر آیا نظر جب چودھوین کا چاند سمجھے ہم
کسی نقاش نے کھینچا ہے نقشہ اُس کے جوبن کا

سیر اگر میرے سیہ خانے کی موسیٰ کرتا
جل کے خاموش چراغِ یدِ بیضا کرتا

آبرو گردِ یتیمی مین جو پیدا کرتا
گوہرِ اشک کو مین آنکھ کا تارا کرتا

ہاتھ رکھے مین اُٹھا زخمِ گلو پر دمِ حشر
مجھ سے ہوتا کہ مین جلاّد کو رُسوا کرتا

تو وہ بُت ہے تری نخوت سے جو ہوتا آگاہ
کبھی فرعون خدُائی کا نہ دعویٰ کرتا

جب تلک گنبدِ دوّار کا ہوتا اک دور
گردشین لاکھ ترا بادیہ پیما کرتا

نور آنکھون مین نہین نام کو نرگس کیطرح
خاک اِس گلشنِ ہستی کا تماشا کرتا

خطِ پشتِ لبِ جان بخش نہین جائے عجب
خضرؑ سے کیون نہ مُلاقات مسیحا کرتا

اے اجل دِن ترے آنے کا جو ہوتا معلوم
کچھ مین سامان تری دعوت کا مہیا کرتا

غم اُٹھانے کو بہت تھے ترے بندے یا رب
کیا کمی تھی اگر اِک مجھکو نہ پیدا کرتا

وہ جو امید بر آری پہ امیر آ جاتے
پہلے مین ترکِ تمنا کی تمنّا کرتا

غُبار اُس کے لبِ بام تک بلند ہوا
ہواے تند کا جھونکا بھی مجھے کمند ہوا

جہان کسی کا دُکھا دل مین دردمند ہوا
جلا مین آگ پہ نالان اگر سپند ہوا

کھُلا ہے بابِ اجابت دعا تو کر غافل
درِ کریم سُنا ہے کبھی کہ بند ہوا

برنگِ اشکِ ندامت گرا جو آنکھ سے مین
خدا کے سامنے رتبہ مرا بلند ہوا

گلا وہ ہے جو ترِی تیغ کو ہوا مقبول
جگر وہ ہے جو ترے تیر کو پسند ہوا

کیا وفورِ معاصی نے حوصلے کو پست
کبھی نہ شرم سے دستِ دعا بلند ہوا

یہ دل مرا ہے کہ جسمین خیالِ یار ہے نقش
کبھی سُنا ہے کہ عکس آئینے مین بند ہوا

کیا قبول نہ گل نے مرے گریبان کو
کبھی نہ خار کو دامن مرا پسند ہوا

تمھاری آنکھ کے ڈورے نے دل مرا کھینچا
نہال تاک کا ریشہ لیے کمند ہوا

جھڑک کے آئے وہ زلفِ سیاہ پر افشان
شب وصال ستارہ مرا بلند ہوا

نہ پوچھ اُلفتِ خالِ سیاہ کا باعث
پسند اپنی ہے مجھکو یہی پسند ہوا

کوئی حسین نظر آیا بنا مین عاشقِ زار
جو گرم ناز ہوا مین نیاز مند ہوا

مزہ ملا سگِ جانان کو استخوان کھاکر
ہزار شکر کہ ہدیہ مرا پسند ہوا

برنگِ شمع جلایا یہ سوزِ اُلفت نے
کہ شعلہ آگ کا سر سے مرے بلند ہوا

کھُلا جو یار کا جوڑا تو دل کھنچا میرا
بڑھا جو گیسوے جانان مجھے کمند ہوا

لکھا تھا خط مین جو حال اپنی چشمِ حیران کا
ہزار بند لفافہ کیا نہ بند ہوا

امیر پاے طلب جب سے توڑ کر بیٹھے
کبھی نہ ہاتھ سوے اغنیا بلند ہوا

نکالیں گے یہ شمشیرِ بُرّان حوصلہ دل کا
دہانِ زخم سے ہم چوم لینگے ہاتھ قاتل کا

تڑپنے مین دکھا جاتی ہے کچھ انداز بسمل کا
مگر کھایا ہے جر کا برق نے بھی تیغ قاتل کا

عجب کیا ہی اگر گردون تہیدستون سے کھنچتا ہی
محلہ چھوڑ دے مُنعم جو ہمسایہ ہو سائل کا

سفر مین یاد اُسکے مُصحفِ عارض کی ایسی ہے
کہ ہر منزل پہ دھوکا ہی مجھے قرآن کی منزل کا

لگا کشتون سے کیونکر دامنِ مقتل مین حیران ہون
نہین نکلا ابھی تک آستین سے ہاتھ قاتل کا

یقین ہی دیکھتا عالم یہین سے شکل حورونکی
درِ جنت مین آئینہ اگر ہوتا مرے دل کا

کیا تو آب و دانہ ترک راہِ عشق مین لیکن
بہت دشوار روزہ رکھ کے طی کرنا ہی منزل کا

فسادا اُس ترک کو عشاق مین مدِ نظر ٹھہرا
نئی سوجھی گلا بسمل سے کٹواتا ہے بسمل کا

کھلا کر مانگ کی اُلفت کیا برباد آنکھون نے
ٹھگون نے مجھکو مارا راستہ بھٹکا کے منزل کا

نہو جبتک کہ حکم اُسکا کرے وہ قتل کیا ممکن
کہ عزرائیل اک جلاد ہے سرکارِ قاتل کا

سینون کا گھٹا یا رتبہ ایسا حسن نے تیرے
گمان مجنون کو ہوا ب خیمۂ لیلی پہ محمل کا

اثر ہی ناتوانی کا یہانتک بعد مرنیکے
کہ رستم بنتے بنتے زال بنجائے مری گل کا

لگا خنجر جو سینے پر ہوے کیا کیا رہا قیدی
ہزارون حسرتین نکلین جو دروازہ کھلا دل کا

مددا ای سخت جانی ذبح کرنیکو وہ بیٹھا ہے
کوئی دم اور چھاتی سے لگا لون پاؤن قاتل کا

رہِ الفت مین بے آبی دفن کی دلکو آفت ہی
مسافر کی قضا ہی چاہ اگر ہو خشک منزل کا

آمیر ایسا کیا بیتاب شوق قتل نے میرے
کہ ہے اُس ترک کے خنجر پہ عالم مرغ بسمل کا

ترہی گردن پہ ہوگا خون حسرتہاے بسمل کا
نگاہِ یاس بسکر دل بھر آتا ہے قاتل کا

نشان ای نامہ بر کیا پوچھتا ہے قصر قاتل کا
لگا ہے آئنہ ہر ایک در مین چشم بسمل کا

فرشتون پر عیان ہی سحر اُس زہرہ شمائل کا
خطِ چاہ ذقن ہے یا دھوان ہی چاہِ بابل کا

مزاج ایسا تڑپنے سے ہی برہم میرے قاتل کا
چھری دیکر پکڑ رکھتا ہے بازو مرغِ بسمل کا

عجب کیا تن پہ میرے زخم دامن دار کا ہونا
اُڑایا ڈھنگ چاکِ پیرہن نے دستِ قاتل کا

نکیرین اک ذرا دم لینے دو پھر لڑ جھگڑ لینا
ابھی تو مین تھکا ماندہ چلا آتا ہون منزل کا

الگ یارون سے بٹھلا و بُلایا ہی جو غیرونکو
جُدا دفتر سے رہنا چاہئیے افرادِ باطل کا

زبان پر تذکرہ اُس تیغ ابرو کا جو ہے ہر دم
صدا میری کہ نالہ ہے گلوے مُرغ بسمل کا

ضعیف ایسا کیا ہے سختی راہ محبت نے
کہ چلنا دو قدم کرتا ہے طی دو لاکھ منزل کا

وہ گریان ہون رہے بے آب خود لبریز پانی سے
بنائین کاسہ گر کاسہ اگر کوئی مری گِل کا

جوانی مین نکر غفلت سفر کرنا ہے پیری مین
مسافر رات سے کرتا ہے سامان دن کی منزل کا

الٰہی بعد مُردن بھی رہے مشقِ ستم مجھ پر
لگائین تیر جب تو وہ بنائین وہ مری گِل کا

کسی نے نقطۂ رخ بے نقطہ کب عالم مین دیکھا ہے
نہو تا کسطرح نقطہ رُخِ محبوب پر تل کا

جو چھیڑی نغمہ غیرون نے تو اُٹھا لطف یارونکو
تمھاری سرد مہری نے جمایا رنگ محفل کا

ترقی حد سے بڑھ جائے تو ہوتا ہے زوال آخر
سوا ہے ایک شب سے کب زمانہ ماہ کامل کا

وہی خونریز عالم تو جو رکھدے ناز سے انگلی
تو عالم مرغ بسم اللہ مین ہو مرغ بسمل کا

کڑی اتنی نکر رسوا کریگی کیا قیامت مین
کہین ای سخت جانی ہاتھ چھوٹا ہو نہ قاتل کا

الٰہی اشک بھر آتے تھے اُنکی سرد آہون پر
تڑپنا کسطرح دیکھا گیا اُنسے مرے دل کا

نئی معراج پائی ہی غبارِ گورِ مجنون نے
بگولہ جو اُٹھا قبہ بنا لیلے کے محمل کا

امیر اتنا ہوا ثابت کشاکش سے محبت کی
مسافر کو لیے جاتا ہے کھینچے شوق منزل کا

انکی چلمن سے نہ عاشق کو جُدا رہنا تھا
زد پہ تیرِ نگہ ناز کے آ رہنا تھا

سُرخروئی تھی جو منظور تو مانندِ حنا
دل کو اُس شوخ کے قدمون سے لگا رہنا تھا

ہو گیا بند درِ میکدہ کیا قہر ہوا
بابِ توبہ کی طرح اُس کو کھُلا رہنا تھا

شوق پابوس حسینان جو تجھے تھا اے دل
نقشِ پا بن کے سرِ راہ پڑا رہنا تھا

چشمِ نرگس نہ ملی دیدۂ آہو نہ ملا
اے حیا تجکو نہین آنکھون مین کیا رہنا تھا

پھولنا تھا نہ بہارِ چمنِ ہستی پر
رنگ سے بو کی طرح گل کو جُدا رہنا تھا

گئے بتخانے سے کعبے کو تو کیا بھر پایا
جا پڑے تھے تو وہین ہم کو پڑا رہنا تھا

دل کے عالم سے ہوا اور ہی عالم اپنا
اپنے عالم مین ہمین سب سے جُدا رہنا تھا

تھی اگر برق تجلی کو نمائش منظور
بنکے شوخی تری چتون مین بنا رہنا تھا

کیون گیا کوچۂ گیسو مین جو آفت مین پھنسا
میرے دلکو مری چھاتی سے لگا رہنا تھا

تیغ اُسکی جو رہے مجھسے کشیدہ تو رہے
دامنِ یار کو مجھ سے نہ کھنچا رہنا تھا

شاید اُس تُرک کے توسن ہی کو رحم آجاتا
نیم جانون کو سرِ راہ پڑا رہنا تھا

لن ترانی ارنی گو کو بھی کہنا تھا ضرور
عشق کو حسن کے پردے مین چھپا رہنا تھا

تھا اگر فتنۂ محشر کو دو بالا ہونا
قامتِ یار کے سائے مین پڑا رہنا تھا

شل ہوئے شل عصا محتسب شہر کے پاؤن	دست ساقی مین صراحی کا گلا رہنا تھا
ساز تھا مجھ سے جو آہ دل سوزان کو امیر	ابر غم بنکے مری گور پہ چھا رہنا تھا

کچھ نہ پوچھو دلربا مجھ سے جدا کیونکر ہوا	دیکھو دل سا آشنا نا آشنا کیونکر ہوا
آشکارا راز حسن کبریا کیونکر ہوا	رہ گئے سو پردون مین عالم آشنا کیونکر ہوا
اے مسیحا میرے دشمن ہون شفا سے ناامید	تو سلامت درد میرا لا دوا کیونکر ہوا
وجہ حیرت اہل دنیا مین ہے اپنا حال دل	ایسے بیدردون مین یہ درد آشنا کیونکر ہوا
ہوش مین آ بد حواس اتنا نہو روتا ہی کیون	نامہ بر قصہ بیان کر کیا ہوا کیونکر ہوا
اپنا بندہ بھی مجھے کہتا ہے پھر محتاج بھی	تجھ سے شاہنشاہ کا بندہ گدا کیونکر ہوا
ناز اٹھائے مین نے پالا مینے حضرت کون ہین	دل اگر میرا نہین ہے آپ کا کیونکر ہوا
پوچھنے قاتل زبان تیغ سے سب سرگذشت	کشتے کس منھ سے بتائین کیا ہوا کیونکر ہوا
جلتے جی برسون مین تڑپا تب نہ لی تمنے خبر	مر گئے پر پوچھتے ہو کیا ہوا کیونکر ہوا
مین نہ مانونگا کہ دی اغیار نے ترغیب قتل	دشمنون سے دوستی کا حق ادا کیونکر ہوا
خط لکھا تھا مین نے میرے ہاتھ کرنے تھے قلم	نامہ بر میرا سزاوار سزا کیونکر ہوا
لوٹنا دیکھا نہین جاتا بنے ہو نرم دل	ذبح کرتے وقت اتنا جی کڑا کیونکر ہوا
دل اگر ہو صاف کچھ مشکل نہین دیدار یار	دیکھ تو آئینہ صورت آشنا کیونکر ہوا
مین نہ مانونگا یہ آئینے کا ہے سارا قصور	خود بخود وہ خود پسند و خودنما کیونکر ہوا
اسنے کھینچی تیغ یان سر جھک گیا قصہ مٹا	خلق یہ کیون پوچھتی ہے ماجرا کیونکر ہوا
چاٹتی ہی کیون زبان تیغ قاتل بار بار	بے نمک چھڑکے یہ زخمون مین مزا کیونکر ہوا
داور محشر کو بھائی میری اسکی چھیڑ چھاڑ	چھیڑ کر پوچھا مکرر کیا ہوا کیونکر ہوا
الفت گیسو بلا تھی مر گیا پھنسکر امیر	ہے بڑا جھگڑا نہ پوچھو فیصلہ کیونکر ہوا

کوئی دم پیکان نہ ٹھہرا دل مین تیرے تیر کا
رہگیا کیا کیا پھڑک کر دم ترے نخچیر کا

وقت صید آیا تصور جب قفس کے تیر کا
چلدیا صیاد پیچھا چھوڑ کر نخچیر کا

زخم دل ہمکو پتا دیتے ہین تیرے تیر کا
دام ہے نقش قدم بھاگے ہوے نخچیر کا

مجھ سے وحشی کا پہنچے مانی سے نقشہ دخل کیا
رنگ صفحے پر نہین جمتا مری تصویر کا

ہون وہ مجنون جھاڑتا ہون اُٹھکے مین ہر ایک صبح
رستہ جاروب مژہ سے کوچۂ زنجیر کا

جب تھکا گردون مرے دل نے اُٹھایا بار عشق
بوجھ سر پر رکھ لیا اس نوجوان نے پیر کا

ہون وہ مشتاق شہادت دیکھکر میری تڑپ
صورت بسمل پھڑک جاتا ہی دم شمشیر کا

رات دن پہلو مین ہی کوئی نہ کوئی سیم تن
جذبۂ دل اپنا بھی نسخہ ہے کوئی اکسیر کا

دشت وحشت مین چبھے ہین خار ایسے ہر قدم
پانوٴن شانہ بنگیا ہی گیسوے زنجیر کا

جو وسیلہ غیر کا ڈھونڈھے نہ ہو کیونکر خراب
حال ہوتا ہے پریشان خاک دامنگیر کا

اہل دولت سے سوا ہے صاحب جرأت کی قدر
سیم و زر سے تیز ہے نرخ آہن و شمشیر کا

حشر مین پائیگا خوش چشمونکی ایذا سے سزا
پوست کھینچا جائے گا صیاد آہوگیر کا

پھونکتی ہی مجکو اُس گیسوی افشان کی چمک
دل ہے پروانہ چراغ خانۂ زنجیر کا

تو وہ ہے ناوک فگن تیرا بہک جائے جو ہاتھ
آپ اُڑکر تھام لے نخچیر پلہ تیر کا

حلقۂ گیسو مین پائی نقد دل دیکر جگھ
دیدیا پہلے کرایہ خانۂ زنجیر کا

کس پری کی زلف سے تشبیہ اُسکو ہے امیر
سلسلہ پہونچا کہان جاکر مری زنجیر کا

ظالمون کو بھی ہوا ماتم ترے نخچیر کا
روتی ہے منھ پر کمان رکھ رکھ کے پلہ تیر کا

عارض تابان ہی شعلہ نالۂ شبگیر کا
گیسوے پیچان دھوان ہی خانۂ زنجیر کا

آئینہ سکتے مین آجاتا ہی مجھکو دیکھ کر
منھ تکا کرتی ہے حیرانی مری تصویر کا

سینۂ مجروح مژہ ہی دل ہی ابرو سے دو نیم
وار مجھپر تیر سے بڑھ کر پڑا شمشیر کا

طوق مجنون کی گرانی کیا اُٹھا ہون پر چڑھے
ایک حلقہ ہی مری اُتری ہوئی زنجیر کا

توڑ کر سینے کو کاٹا ہے تری مژگان نے دل
توڑا ہمین تیر کا ہے کاٹ ہے شمشیر کا

کیا حقیقت دو جہان کی وسعتِ دل کے حضور
لامکان اک مختصر گوشہ ہے اس تعمیر کا

کچھ دمِ آخر نہ اُٹھا سخت جانی کا مزہ
پاس مجھکو آگیا قاتل تری شمشیر کا

کیون ہجوم خلق ہوگا حشر مین حیران ہون
کیا جنازہ آئیگا وان عاشق دلگیر کا

رنگ لایا جوش وحشت عشق چشم یار مین
نرگس شہلا ہے ہر حلقہ مری زنجیر کا

یاد دلواتی ہے کیا کیا ہاے بجلی کی تڑپ
بے تکلف وہ اُگل پڑنا تری شمشیر کا

اسقدر کھی مری تقدیر کی برگشتگی
گھس کے اُلٹا ہو گیا قط خامۂ تقدیر کا

گرم بازار تجلی تیری باتون سے ہوا
لو ہے شمع طور کی شعلہ تری تقدیر کا

مر گیا دیوانہ کا کل تو حسرت نے کہا
آج کیا ویران نظر آتا ہے گھر زنجیر کا

تھا کسی کی ابروے خمدار کا یہ انتظار
دیدۂ جوہر مین اٹکا آکے دم شمشیر کا

گرد باد آسا ازل سے ہون مین وہ وحشی اسیر
خاک غربت سے بنا خاکا مری تصویر کا

جوہر کی طرح تیغ سے بسمل لپٹ گیا
میرے گلے سے دوڑ کے قاتل لپٹ گیا

وحشی وہ ہون چلا جو مین زندان کو دشت سے
قدمون سے جادہ مثلِ سلاسل لپٹ گیا

اُس ترک کی مژہ کا تصور بندھا اگر
کانٹون سے جاکے آبلۂ دل لپٹ گیا

غنچو نکی شکل ہو گئے فصل خزا مین پھول
مکتوب اشتیاق عنادل لپٹ گیا

وحشی ترا گیا لبِ دریا جو پانؤن سے
زنجیر بنکے دامن ساحل لپٹ گیا

چمکی یہ کس غریب کی صحرا مین برقِ آہ
رہزن سے ڈر کے رہرو منزل لپٹ گیا

لیلی تو محمل دلِ مجنون مین تھی مکین
دیوانہ تھا جو دیکھ کے محمل لپٹ گیا

پروانے ننگ عار نگر عشق مین اسیر
پروانہ شمع سے سرِ محفل لپٹ گیا

صاف کہتے ہو مگر کچھ نہین کھلتا کہنا / بات کہنا بھی تمھارا ہی معمّا کہنا
رو کے اُس شوخ سے قاصد مرا رونا کہنا / ہنس پڑے اسپہ تو پھر حرفِ تمنا کہنا
مثل مکتوب نہ کہنے مین ہے کیا کیا کہنا / نہ مری طرزِ خموشی نہ کسی کا کہنا
اور تھوڑی سی شب وصل بڑھا دے یا رب / صبح نزدیک ہمین اُنسے ہے کیا کیا کہنا
بھاڑ کھاتا ہے جو غیرونکو جھپٹ کر سگِ یار / مین یہ کہتا ہون مرے شیر ترا کیا کہنا
ہر بُنِ موئے مژہ مین ہین یہان سو طوفان / عین غفلت ہی مری آنکھ کو دریا کہنا
وصف رُخ مین جو سُنے شعر وہ ہنسکر بولے / شعر ہین نور کے ہے نور کا تیرا کہنا
لاسکوگے نہ ذرا جلوۂ دیدار کی تاب / ارنی منھ سے نہ لے حضرتِ موسیٰ کہنا
کر لیا عہد کبھی کچھ نہ کہین گے منھ سے / اب اگر سچ بھی کہین تم ہمین جھوٹا کہنا
خاک مین ضد سے ملاؤ نہ مرے آنسو کو / سچے موتی کو مناسب نہین جھوٹا کہنا
کیسے نادان ہین جو اپنے کو برا کہتے ہین / ہو برا بھی تو اُسے چاہیئے اچھا کہنا
دمِ آخر تو بتو یادِ خدا کرنے دو / زندگی بھر تو کیا مین نے تمھارا کہنا
پڑھتے ہین دیکھ کے اُس بت کو فرشتے بھی درود / مرحبا صلّ علیٰ صلّ علیٰ کیا کہنا
ای بتو تم جو ادا آکے کرو مسجد مین / لبِ محراب کہے نام خدا کیا کہنا
ان حسینونکی جو تعریف کرو چڑھتے ہین / سچ تو یہ ہے کہ برا ہے انھین اچھا کہنا
شوق کعبے لیے جاتا ہی ہوس جانب دیر / میرے اللہ بجا لاؤن مین کس کا کہنا
ساری محفل کو اشارون نہین لٹا دو ایجان / سیکھ لو چشم سخن گو سے لطیفا کہنا
گھٹتے گھٹتے مین رہا عشق کمر مین آدھا / جائے تن کو مرے چاہیئے نیما کہنا
مین تو آنکھون سے بجا لاتا ہون ارشاد حضور / آپ سنتے نہین کانون سے بھی میرا کہنا

چستی طبع سے اُستاد کا ہی قول اُمیر
ہو نہین سست مگر چاہیے اچھا کہنا

قدوم قاصدِ جانان سے فخر خانہ ہوا
قدم رسول مرا سنگِ آستانہ ہوا

حسد سے طرۂ مضمون مرا ایگانہ ہوا
عدو کے خندۂ دندان نما سے شانہ ہوا

بہانہ جو ہے خدائے غفور کی رحمت
بہے جو نزع مین آنسو اُسے بہانہ ہوا

ریاضِ دہر مین پوچھو نہ میری بربادی
برنگِ بُو اِدھر آیا اُدھر روانہ ہوا

کمانِ حُسن نہ تھی آشنائے تیر ادا
کہ ناوکِ غمِ اُلفت کا مین نشانہ ہوا

خدا کی راہ مین دیتا ہے گھر کا بھر لینا
اِدھر دیا کہ اُدھر داخلِ خزانہ ہوا

ہوا نہ غیر کا احسان پس فنا صید شکر
غُبار اُڑ کے سر قبر شامیانہ ہوا

پڑا جو سایۂ گیسو تو وہ کمر لچکی
ڈھلا جو کاندھے سے آنچل تو دردِ شانہ ہوا

نشان غیر کہان صیدگاہ وحدت مین
پڑا ہدف پہ بھی تو تیر ہی نشانہ ہوا

جنون کا جوش گھٹا تھا کہ بوئے گُل آئی
سمندِ ہوش کو تھا کہ تازیانہ ہوا

گھڑی بھر ایک طرح پر اسے قرار نہین
مزاجِ یار بھی حق مین مرے زمانہ ہوا

ہجوم رنج ہے دینارِ داغ مٹتے ہین
جگر کا چاک نہ ٹھہرا درِ خزانہ ہوا

یہ بدحواس کیا شوق جبہ سائی نے
کہ سنگِ راہ بھی مجھے سنگِ آستانہ ہوا

زمین اُٹھائی یہ نالون نے سر وقتِ سجود
بلند بام سے وہ سنگِ آستانہ ہوا

پتہ امیر کا منزل مین گور کے بھی نہین
یہان سے آگے الٰہی کدھر روانہ ہوا

امیر لاکھ اِدھر سے اُدھر زمانہ ہوا
وہ بُت وفا پہ نہ آیا مین بے وفا نہ ہوا

سرِ نیاز کو تیرا ہی آستانہ ہوا
شراب خانہ ہوا یا قمار خانہ ہوا

ہوا فروغ جو مجکو غمِ زمانہ ہوا
پڑا جو داغ جگر مین چراغِ خانہ ہوا

اُمید جا کے نہین اُس گلی سے آنیکی
برنگِ عمر مرا نامہ بر روانہ ہوا

ہزار شکر نہ ضائع ہوئی مری کھیتی
کہ برق و سیل مین تقسیم دانہ دانہ ہوا

قدم حضور کے آئے مرے نصیب کھلے
جواب قصرِ سلیمانؑ غریب خانہ ہوا

ترے جمال نے زہرہ کو دور دکھلایا
ترے جلال سے مریخ کا زمانہ ہوا

کوئی گیا درِ جانان پہ ہم ہوئے پامال
ہمارا سر نہ ہوا سنگِ آستانہ ہوا

فروغِ دل کا سبب ہوگئی بجھی جو ہوس
شرارِ کشتہ سے روشن چراغِ خانہ ہوا

جب آئی جوش پہ میرے کریم کی رحمت
گرا جو آنکھ سے آنسو دُرِ یگانہ ہوا

حسد سے زہر تن آسمان مین پھیل گیا
جو اپنی کشت مین سرسبز کوئی دانہ ہوا

چنے مہینون ہی تنکے غریب بلبل نے
مگر نصیب نہ دو روز آشیانہ ہوا

خیالِ زلف مین چھائی یہ تیرگی شبِ ہجر
کہ خال چہرۂ زنگی چراغِ خانہ ہوا

یہ جوش گریہ ہوا میرے صید ہونے پر
کہ چشمِ دام کے آنسو سے سبز دانہ ہوا

نہ پوچھ ناز و نیاز اُسکے میرے کب سے ہین
یہ حسن و عشق تو اب ہی اُسے زمانہ ہوا

اُٹھائے صدمے پہ صدمے تو آبرو پائی
امیر ٹوٹ کے دل گوہرِ یگانہ ہوا

کس ترنگ سے دھیان آیا اُس رُخِ پرنور کا
آگے آگے سیکڑون لُکا تھا شمعِ طور کا

مل گیا بوسہ جو اُس کے عارضِ پُرنور کا
ہم یہ سمجھے پھول ہاتھ آیا نہالِ طور کا

رنگ داغون مین مرے پیدا ہوا ناسور کا
اب کلیجا ہوگا ٹھنڈا مرہمِ کافور کا

رفتہ رفتہ راہ پر لاتا ہے واعظ کو ضرور
بھیجون شربت بنا کر نذر کو انگور کا

آؤن کیا فردوس کو رضوان نہین نازک طبع ہون
ناز اُٹھین گے نہ غلمان کے نہ غمزہ حور کا

ہر قدم پر وادیٔ وحشت مین کہتا ہے یہ دل
المدد اے شوقِ منزل ہے ارادہ دور کا

کسقدر کھینچی مشقت کوہکن نے عشق مین
کچھ نہ دے شیرین پر بہلائے دل تو اُس مزدور کا

اے حسین کیا منھ ہے پریونکا جو تیرے منھ چڑھین
دیکھ کر تجھکو اُتر جاتا ہے چہرہ حور کا

بارگاہِ حق سے ہر طاعت کی ملتی ہے جزا
ہے بڑی سرکار حق رہتا نہین مزدور کا

ہون وہ میکش باغبان فوراً مجھے پرچہ لگا / ایک پتا بھی گرا جب شاخ سے انگور کا
بار دُنیا جسکے سر پر ہے اُسے راحت کہان / چُور رہتا ہے مشقت سے بدن مزدور کا
چاہیے دینی ہوائین اُس کو آہِ سرد کی / جوش خونِ گرم سے آیا ہے منھ ناسور کا
کب کی آ چکتی قیامت یہ مرا احسان ہی / بند ہی دم میرے نالون کی بدولت صور کا
وادیِ ایمن مین بھی برقِ تجلی بے حجاب / حیرتِ موسیٰ بھی پردہ جلوہ گاہِ طور کا
روز خلقت سے وہین ہی باہر آسکتی نہین / کہتے ہین جنت جسے ہی قید خانہ حور کا
خیر جاری کا جو ہی اے حضرتِ واعظ خیال / وقف کر دو مول لیکر باغ اک انگور کا

سائبان اپنے سیہ خانیکا ہوتا امیر
ہاتھ آجاتا اگر دامن شبِ دیجور کا

کیا تڑپ رکھتا ہی شعلہ عارضِ پُر نور کا / لوٹنا آنکھون مین پھر جاتا ہی برقِ طور کا
داغ سینہ جل اُٹھے منھ پھک گیا ناسور کا / دھیان بھی آیا جو دل مین مرہم کافور کا
ہی غضب کا شوخ وہ بُت ہو جو صحبت دو گھڑی / چٹکیان لے لے کے زانو لال کر دے حور کا
بیٹھتا ہون وصف لکھنے اُسکے حسنِ صاف کے / شمع کافوری سے روشن ہو کنول بلور کا
دردمندی اسکو کہتے ہین کہ روزِ حشر بھی / رو دیا میرا دل بھر آیا سُن کے نالہ صور کا
میکش مفلس ہون پہلے مجکو دے ساقی شراب / دل بہت ہوتا ہے تھوڑا مردِ بے مقدور کا
مے پئین گے آج ہم ساقی تکلف ہی ضرور / جام ہیرے کا ہو خُم ترشا ہوا بلّور کا
عمر گذری ہی کہ دم بھر کو کہین جاتی نہین / گھر مرا گیا قید خانہ ہے شبِ دیجور کا
عاشقِ مژگان ہون مجکو نوش سے بڑھکر ہی نیش / لُطف اُٹھاتا ہون مین چھتا چھیڑ کر زنبور کا
تم مزے سے حسن کے واقف نہین کچھ زاہدو / نام ہی سنتے ہو منھ دیکھا ہے کس دن حور کا
جب بلندی پر پڑے دیکھے کہین میوے کے پھول / ڈھیر سمجھے ہم کسی بادہ کش مغفور کا
اے خضر رندو نکو کچھ مشکل نہین عمر دراز / آبِ حیوان گر نہین شیرہ تو ہے انگور کا

جلوۂ حسنِ الٰہی اور پتھر ای کلیم
آپ کی گرمی نے چمکایا ستارہ طور کا

گور بھی بے گورکن تعمیر ہو سکتی نہین
کون سے گھر مین گذر ہوتا نہین مزدور کا

آدمی کا منھ ہے جو دعوی خدائی کا کرے
بولتے ہین آپ حضرت نام ہے منصور کا

ہم وہ میکش ہین کہا پیر مغان نے بعد مرگ
ہو مزار انگور کے سایے مین اس مغفور کا

تو نہولے یار تو جنت جہنم ہے مجھے
تجھکو دکھلا کر نہ دکھلائے خدا منھ حور کا

غیرت اہل دول منظور ہے مجھکو امیر
بھیک بھی مانگون تو کاسہ لون سر فغفور کا

جب سے باندھا ہے تصور اُس رُخ پُر نور کا
سارے گھر مین نور پھیلا ہو چراغِ طور کا

بخت واژون سے جلے کیون دل نہ مجھ محرور کا
مرہم کافور سے منھ آگیا ناسور کا

اسقدر مشتاق ہون زاہد خدا کے نور کا
بت بھی بنوایا کبھی مینے تو سنگ طور کا

تجکو لائے گھر مین جنت کو جلایا رشک سے
ہم بغل تجھ سے ہوئے پہلو دبایا حور کا

گور کافر کس لیے ہو تیرہ و تار اس قدر
پڑ گیا سایہ مگر میری شبِ دیجور کا

حسن یوسف اور تیرے حسن مین اتنا ہو فرق
چوٹ یہ نزدیک کی ہو وار تھا وہ دور کا

قصرتن بگڑا کسی کا گورکن کی بن پڑی
گھر کسی کا گر پڑا گھر بن گیا مزدور کا

چہرۂ جانان سے شرما کر چھپایا خلد مین
خامۂ تقدیر نے کھینچا جو نقشہ حور کا

حاجت مشاطہ کیا رخسار روشن کے لیے
دیکھ لو گل کا ٹھٹا ہے کون شمع طور کا

زلف و رخ یار سے نیرنگ قدرت ہی عیان
مہر کے پیچھے مین ہو دامن شب دیجور کا

خاکساری کر جو ہو منظور آنکھون مین جگھ
خاک ہو کر سرمہ بنجاتا ہی پتھر طور کا

غافلون کے کان کب کھلتے ہین سنکر شور حشر
سونے والونکو جگا سکتا نہین غل دور کا

پوچھ لینا سب وطن کا حال ای اہل عدم
بیٹھ لینے دو ذرا آتا ہون اُٹھا دور کا

شکر کرتے ہین عدوئے جان سے بھی خاصانِ حق
جھک گیا سر آگئے پاے دار پر منصور کا

موت کیا آئی تپ فرقت سے صحت ہوگئی	دم نکلنے سے بدن ٹھنڈا ہوا رنجور کا
موذیون کو حادثون سے دہر کے کیا خوف ہے	بارش باران سے گھر گرتا نہین زنبور کا
چشم ساغر بے سبب ہر دم لہو روتی نہین	مغبچون سے ساقیا دل پھٹ گیا انگور کا
جاتے ہین میخانۂ عالم سے ہم سوئے عدم	کہدو واز خود رفتگی سے ہی ارادہ دور کا
کی نظر جسپر کدورت سے رہا خاموش وہ	ہے اثر گرد نگاہ یار مین سیندور کا
جلوۂ معشوق ہر جا ہے بصیرت ہو اگر	کرمک شب تاب مین عالم ہی شمع طور کا

مر کے یاران عدم کے پاس پہونچونگا امیر
چلتے چلتے جان جائیگی سفر ہے دور کا

یارب شب وصال یہ کیسا گجر بجا	اگلے پہر کے ساتھ ہی پچھلا پہر بجا
آواز صور سن کے کہا دل نے قبر مین	کس کی برات آئی یہ باجا کدھر بجا
کہتے ہین آسمان جو تمہارے مکان کو ہم	کہتا ہے آفتاب درست اور قمر بجا
جاگو نہین یہ خواب کا موقع مسافرو	نقّارہ تک بھی کوچ کا وقت سحر بجا
تعمیر مقبرے کی ہے لازم بجائے قصر	زر دارون سے کہو کہ کرین صرف زر بجا
ہین ہم تو شادمان کہ ہی خط مین پیام وصل	بغلین خوشی سے تو بھی تو ای نامہ بر بجا
تجھکو نہین جو انس محبت کہان مجھے	تالی نہ ایک ہاتھ سے اے بیخبر بجا
نفرت ہے یہ خوشی سے کہ اشک اپنی گر پڑے	ہمراہ تعزیہ کے بھی باجا اگر بجا

جائے قیام منزل ہستی نہ تھی امیر
اترے تھے ہم سرا مین کہ کوس سفر بجا

ہوا یہ جوش شب ہجر دیدۂ تر کا	چراغ دیدۂ ماہی بنا مرے گھر کا
لکھون مین حال جو اپنے خط مقدر کا	ورق سیاہ کرون آفتاب محشر کا
یہ کسکی یاد مین رویا کہ آبرو پائی	خزانہ دیدۂ گریان ہی حوض کوثر کا

حصار امن ہے ہم سے سیاہ کارون کو
ہر ایک حلقہ ترے گیسوے معنبر کا

عیان ہے رجعتِ خورشید اور شقِ قمر
یہ معجزہ ہے علیؑ کا تو وہ پیمبر کا

جو صاف دل ہین انھین جورِ چرخ سے ہے امان
پسا نہ دانہ کبھی آسیا مین گوہر کا

صفائے دل کا رہے کچھ نشان مرگ کے بعد
ہمارے روضے مین ہو فرش سنگِ مرمر کا

ہوا یہ کس قدِ موزون کا باغ مین جلوہ
کہ تنگ قافیہ ہے مصرعِ صنوبر کا

عبث ہے نازِ تمول بران امیرون کو
اٹھا کے لائے ہین کوڑا فقیر کے گھر کا

شتاب کوچۂ جانان کو ہو روان قاصد
زیادہ دیر نہ کر واسطہ پیمبر کا

زبان پہ نالہ ہے جبتک ہین اشک بھی جاری
علم گرا تو نہ ٹھہرے گا پانوُن لشکر کا

جو کام آئے پس مرگ بھی کسی کا ہنر
چراغ آئنہ ہو مرقدِ سکندر کا

حصول کیا جو ملا اختیار دولت پر
ہمیشہ حال پریشان ہے کیمیاگر کا

اجل کے شکل ڈراتا ہے کیا مجھے دشمن
مقامِ خوف نہین شیر ہو جو پتھر کا

جمال جنکے سراپا تھے نور کی صورت
نہ پانوُن کی خبر انکو نہ ہوش ہے سر کا

عزیز کر کے فلک کر رہا ہے مجھکو ذلیل
خلافِ رسم بناتا ہے قطرہ گوہر کا

کہان یہ سختیِ عالم کہان دلِ نازک
غضب ہے شیشہ اٹھائے جو بوجھ پتھر کا

نہ آسمان سے غرض ہے نہ آفتاب سے کام
امیر شیشے کا محتاج ہے نہ ساغر کا

رفتہ رفتہ ضعف سے احوالِ تن ہوا
سائے کی بھی نگاہ سے غائب بدن ہوا

جس غنچہ لب کو چھیڑ دیا خندہ زن ہوا
جس گل پہ ہم نے رنگ جمایا چمن ہوا

گر کی طرح نسبت بتدریج تن ہوا
تن پیرہن تو پیرہن اپنا کفن ہوا

موشگافیون سے ہوا شاعرون کی تنگ
علمِ خدا مین جا کے نہان وہ دہن ہوا

آوارہ مین ہوا جو جگہ دل مین تمنے کی
تم آئے اپنے گھر مین غریب الوطن ہوا

دُنیا کی سیر تھی کہ تماشا طلسم کا — جھپکی پلک کہ آنکھ سے غائب وطن ہوا

احوال گور و حشر وہین مجھ پہ کھُل گیا — خلوت سے جب روان طرف انجمن ہوا

دکھلا دے اے بُت آج تو پھر خدا وہ شان — شیخِ حرم پکارے کہ مین برہمن ہوا

رخصت کے وقت روے یہ اُس مُنھ پہ رکھ کے مُنھ — دریا چھلک کے وہ چاہِ ذقن ہوا

غیرونکو ساتھ لیکے جو آئے وہ گور پر — اک حسرتون کی پوٹ ہمارا کفن ہوا

صد شکر قوت اتنی تو مجھکو فلک نے دی — ہاتھون سے میرے چاک مرا پیرہن ہوا

خلوت کدہ تھا دل مگر اب شکلِ آئنہ — مہمان انجمن جو ہوا انجمن ہوا

کیسی گھڑی تھی گھر سے جو نکلا تھا مین غریب — پھر دیکھنا نصیب نہ مجکو وطن ہوا

پہلی نگاہ یاس مین تو کانپنے لگا — اے ترک آج کیا وہ ترا بانکپن ہوا

صیاد ہم کہان وہ تماشاے گل کہان — روئی لہو نگاہ جو ذکرِ چمن ہوا

افشاے راز تا نہ ہو زنہار دیر کہین — رندون مین دخترِ رز کا لقب جانمن ہوا

نعم البدل دیا مجھے اللہ نے امیر — دل ہو گیا جو خون تو رنگین سخن ہوا

وہ مست ہون نصیب مجھے تب کفن ہوا — جب رہن مے فروش کے گھر پیرہن ہوا

چھیڑا جو مین نے یار کو گرمِ سخن ہوا — پیدا مرے زبان سے اُسکا دہن ہوا

کافر بدل کے بھیس سوا راہزن ہوا — پتھر بنا جو شیشہ تو توبہ شکن ہوا

شکلِ وطن نہ صورتِ اہلِ وطن ہے یاد — مدت ہوئی کہ وادیِ غربت وطن ہوا

مجھ مست کی ہو ہاتھ ترے یارب آبرو — تجھکو کریم جان کے توبہ شکن ہوا

لالچ تھا واسطے ہی سے ذوقِ سخن ملے — اس سے مین ہم سخن سے ترے ہم سخن ہوا

سو عکس آئنے مین پڑے اور مٹ گئے — اس گھر مین جو گیا وہ غریب الوطن ہوا

مٹی نے جام بن کے اُڑائے جہان کے ہوش — پتھر ہوا جو شیشہ تو توبہ شکن ہوا

اب سیر باغ وصل کہاں اور ہم کہاں
گولر کا پھول یار کا سیب ذقن ہوا

رکھنا تھا پاک برشِ روزِ حساب سے
اسواسطے عطا نہ بتون کو دہن ہوا

چھانی ہی پھاڑ پھاڑ کے اُسمین شراب ناب
کیا صرف کار خیر مرا پیرہن ہوا

طالب کو تیرے جلوے نے مطلوب کر دیا
نظارۂ جمال سے بُت برہمن ہوا

تارِ نگاہ و تارِ نفس سب ہوئے تمام
تب چار گز کسی کو میسّر کفن ہوا

روئین لپٹ کے خوب مرے دلکی حسرتین
غربت مین میہمان جو خیالِ وطن ہوا

واعظ کا تھا لحاظ تو فصلِ خزان تلک
لو آگئی بہار مین توبہ شکن ہوا

اہل عدم سب آئے تماشے کو آپ کے
ہم آئے کیا سفر مین کہ خالی وطن ہوا

خلوت مین تھا تو شاہدِ معنی تھا مین امیر
خلوت سے انجمن مین جو آیا سخن ہوا

سو رنگ سے مین مست بہارِ چمن ہوا
جو گل بنا تو جام شرابِ کہن ہوا

باہم جو ذکر زلف شکن در شکن ہوا
برہم تمام سلسلۂ انجمن ہوا

آئی بہار پھر مجھے شوقِ چمن ہوا
برگِ شگوفہ پنبۂ داغِ کہن ہوا

کس سبزہ رنگ پردہ نشین کا تھا شیفتہ
کھایا جو زہر بھی تو نہ نیلا بدن ہوا

کیا دون جواب شکوۂ دل کا تمھین کہو
تم سے تو جو سلوک ہوا دل شکن ہوا

رہتا ہمیشہ خلوت و جلوت مین ہم بغل
افسوس ہے کہ مین نہ ترا پیرہن ہوا

اب کا سفر وہ ہے کہ نہ دیکھونگا پھر وطن
یون تو مین لاکھ بار غریب الوطن ہوا

نفرت ہوئی فراق مین ایسی شراب سے
زاہد کہا کیا مین نہ توبہ شکن ہوا

یعقوب وار کھُل گئین آنکھین مزار مین
یوسفؑ کا پیرہن مرے حق مین کفن ہوا

اللہ رے پاس خاطرِ غربت تڑپ گیا
مُنھ وقتِ واپسین بھی جو سوئے وطن ہوا

جورِ سپہر سے ہمہ تن ہے یہ داغ دل
بیدرد جانتے ہین شگفتہ چمن ہوا

ممنون ہون مین زمین کا بھی آسمان کا بھی
حاصل یہان سے گور دہان سے کفن ہوا

احباب اپنے اپنے گھرون مین ہین محو عیش
کس کو خبر کہ کون غریب الوطن ہوا

صیاد قید مین یہ مجھے کیا خواہش چمن
جھڑ جائے جو بال و پر تو قفس بھی چمن ہوا

لیلی کے ناقے کو جو کیا ساربان نے تیز
سینے مین لوٹ کر دل مجنون ہرن ہوا

لکنت نہین فراق ترا ناگوار ہے
لب پر رکا جدا جو زبان سے سخن ہوا

مستی ملی جو اُس نے ہوا بدگمان مین
بوسے لیے یہ کس نے کہ نیلا بدن ہوا

راتون کو کی امیر یہ ذکر خفی کی مشق
دل بن گیا زبان تو سینہ دہن ہوا

مر کر علو قدر سے عریان بدن ہوا
حورون مین قدسیون مین تبرک کفن ہوا

دل عشق مین یہ جاذب رنج و محن ہوا
مانند داغ درد بھی جزو بدن ہوا

کس کا رُخ صبیح یہ پرتو فگن ہوا
آئینہ وار مالک نہر لبن ہوا

دشت شکار مین جو وہ ناوک فگن ہوا
جن کیا فرشتہ بھیس بدل کر ہرن ہوا

چارہ غم فراق کا کیا ہے سوائے صبر
ٹھہری زبان جدا جو زبان سے سخن ہوا

ممنون چارہ گر نہ ہوا مین ہزار شکر
ہر داغ تازہ مرہم داغ کہن ہوا

اللہ ری صفائے طبیعت کہ بعد مرگ
گرد نگاہ خلق سے میلا کفن ہوا

آخر کیا یہ عشق دہان و کمر نے گم
پنہان نظر سے روح کی صورت بدن ہوا

یاد تجلی رُخ روشن جو دل مین تھی
فانوس شمع طور ہمارا کفن ہوا

ایسا ہوا ہے اب تو زمانے کا خون سفید
آیا جو لعل ہاتھ مین دُرّ عدن ہوا

افشائے راز وجہ جنون ہی برنگ گُل
پو پھوٹنے سے چاک مرا پیرہن ہوا

پوچھو وہ کیا سمجھ کے بدلنے لگے لباس
میلا ابھی تلک نہین میرا کفن ہوا

نالے بدن کو توڑ کے نکلے برنگ نے
منھ بند کیا ہوا مین سراپا دہن ہوا

قسمت کے پیچ دیکھے ان آنکھون نے بےقدر
تارِ نگاہ زلفِ شکن در شکن ہو

پلکین جو گریۂ غمِ فرقت سے گر گئین
مشہور طفلِ اشک مرا صف شکن ہو

گالی تو دی سوال پر اُس نے ہزار شکر
دستِ سوال جادۂ راہِ سخن ہو

باغِ جہان مین طائرِ مضمون سے تھے اے امیر
جس دام مین پھنسے وہی اپنا وطن ہوا

بے یار ابر مین مین دل افگار ہو گیا
بجلی کا کوندنا مجھے تلوار ہو گیا

قیدی جو تھا وہ دل سے خریدار ہو گیا
یوسفؑ کو قید خانہ بھی بازار ہو گیا

اُلٹا وہ میری روح سے بیزار ہو گیا
مین نام جو رلے کے گنہگار ہو گیا

درد زبان جو وصفِ رُخ یار ہو گیا
گُل بلبلون کا غنچۂ منقار ہو گیا

خواہش جو روشنی کی ہوئی مجکو ہجر مین
جگنو چمک کے شمعِ شبِ تار ہو گیا

گیا وادیٔ جنون مین ملا مجکو بخت پست
جادہ بھی میرے واسطے دیوار ہو گیا

کفر آشنا کہان ہے کوئی مجھ سا دوسرا
سبحہ کا تار ہاتھ مین زنار ہو گیا

بادام چشم وسیبِ زنخدان کے وصف سے
خامہ ہمارا شاخِ ثمر دار ہو گیا

گلیو مین اب تو پھرنے لگا ہے وہ ماہرو
ثابت جو تھا وہ کوکبِ سیار ہو گیا

گلگشتِ باغ کی جو جنون مین ہوئی ہوس
چاکِ جگر سے دادرِ گلزار ہو گیا

احسان کسی کا اس تنِ لاغر سے کیا اُٹھے
سو من کا بوجھ سایۂ دیوار ہو گیا

دریائے نیستی مین نہ ڈوبا مین بعدِ مرگ
کشتی مرا سفینۂ اشعار ہو گیا

لے چیلا اُس مسیح تلک تھا گذر محال
قاصد سمجھ کے راہ مین بیمار ہو گیا

ترانہ یہ گذر گئی فصلِ بہار بھی
طوقِ گران گلے کا مرے ہار ہو گیا

ملنے لگے یہ نوک کی خرد و بزرگ اب
عالم تمام دادی پُرخار ہو گیا

جس راہرو نے راہ مین دیکھا ترا جمال
آئینہ وار پشت بدیوار ہو گیا

کیونکر مین ترک اُلفت مژگان کرون امیر
منصور چڑھ کے دار پہ سر دار ہوگیا

آنسو زمین پہ آتے ہی تغییر ہوگیا
یہ طفل بے جوان ہوے پیر ہوگیا

پہلے تو ایک صفحۂ سادہ تھا آئنہ
دیکھا جو اُس نگار نے تصویر ہوگیا

برباد قصر تن جو ہوا انگنئی لحد
وہ گھر جو گر پڑا تو یہ تعمیر ہوگیا

ہم وحشیونکی پاؤن سے اُڑکر جمی یہ خاک
تعمیر بام خانۂ زنجیر ہوگیا

افشان کے ہجر مین جو چمک یاد آگئی
جگنو شرار نالۂ شبگیر ہوگیا

دل پھنس گیا جو اُسکے خطِ سبز تک گیا
یہ سبزہ اس غزال کو زنجیر ہوگیا

گردش ہے ہزار زبان سے نہ اُف کرون
مین لاغری سے خامۂ تصویر ہوگیا

وہ طالب فنا ہون بنا جب کوئی محل
سمجھا یہ مین کہ مقبرہ تعمیر ہوگیا

عالم تمام اپنی جوانی سے تھا جوان
ہم پیر کیا ہوئے کہ جہان پیر ہوگیا

آئینۂ جمال سے سکتہ ہوا مجھے
تصویر یار دیکھ کے تصویر ہوگیا

زاہد ہوا بہشت مین محبوس دائمی
لو بے گناہ مورد تعزیر ہوگیا

اُس حور کی گلی مین ہوا آنسوؤنکا ڈھیر
موتی محل بہشت مین تعمیر ہوگیا

ہمکو پھنسا کے زلف بڑھی غیر کی طرف
عنقا کا دام دام مگس گیر ہوگیا

جب مین جوان تھا تو مری شاعری تھی پیر
اب شاعری جوان ہے تو مین پیر ہوگیا

بخت سیہ مرا جو ازل مین بنا امیر
صوف مداد خامۂ تقدیر ہوگیا

دل مرا کشتہ ہے یارب کس شہادتگاہ کا
ہر شگاف زخم دروازہ ہے بیت اللہ کا

حال روشن ہے ہمارے صدمۂ جانکاہ کا
شمع کے مانند دل پگھلا ہے اشک و آہ کا

پاے استغنا سے تم ٹھوکر لگاؤگے ہزار
سر نہ سجدے سے اُٹھے گا بندۂ درگاہ کا

رند مشرب کب ہوے یار کے گھر زاہدا
تو پتہ ہی پوچھتا ہو ابتک اسکی راہ کا

عشق شیرین مین نہین فرہاد بھی خسرو سے کم
ایک عالم ہے محبت مین گدا و شاہ کا

عرصۂ محشر سے واعظ کیا ڈراتا ہی مجھے
وہ بھی اک میدان ہی میری شہادت گاہ کا

کھل گیا جب یہ کہ دل بھی جلوہ گاہ یار ہی
کون چکر کھاے پھر دیر و حرم کی راہ کا

ضبط غم کاوش نے تیرے دل کو تودہ کر دیا
بنگیا پیکان سمٹ کر تیر اپنی آہ کا

فکر رہتی ہی یہی دل مین کسی کے گھر کرین
تب جہانمین ڈھونڈھتے پھرتے ہین گھر اللہ کا

منظر چشم اک تماشا گاہ ہے تیرا صنم
خلوت دل ایک حجرہ ہے تری درگاہ کا

کیا ہی موزون ہی طبیعت عشق قد مین بعد مرگ
سرو بن کر قبر سے نکلا ہے مصرع آہ کا

دیر مین آ حسن کا طالب ہی تو زاہدا اگر
بت ہی ہین جو کچھ ہین آگے نام ہے اللہ کا

ہم کہان دنیا کہان کچھ یون ہی دلمین آگئی
دیکھتے چلیئے تماشا اس تماشا گاہ کا

جانے بھی دو جان چھوٹی صدمۂ ہستی سے آج
چاک ہی ہونا ہی اچھا جامۂ کوتاہ کا

دل بھی حاضر جان بھی حاضر تکلف برطرف
مال اپنا جان ساقی اپنے دولتخواہ کا

آرزو اپنی نہ مطلب سے کبھی واقف ہوئی
اس دلھن نے منہ نہین دیکھا کبھی نوشاہ کا

اٹھ گئی دل سے دوئی وحدت کے عالم مین امیر
دیر مین جلوہ نظر آتا ہے بیت اللہ کا

حسن اس شوکت پہ مجرائی ہے اس درگاہ کا
مرتبہ دیکھو عشق کی سرکار عالیجاہ کا

کسطرح اٹھتا ہے شعلہ میری دود آہ کا
خوف ہے گردونکو جلجائے نہ خرمن ماہ کا

شیخ کعبہ سے گیا اس تک برہمن دیر سے
ایک ہی تھی دونون کی منزل پھیر تھا کچھ راہ کا

ہر مہینے ضعف لیجاتا ہی کچھ کچھ زور تن
نوکری کب کی کہ دعوی ہی اسے تنخواہ کا

ہر صریر کلک مین اپنی یہ جان بخشی کا فیض
لیست آوازہ ہی جس سے قم باذن اللہ کا

جا پہونچنا عرش تک [illegible]
ہاتھ آجائے ذرا مجکو سہارا آہ کا

ہر گلی اپنی نظر مین کوچۂ محبوب ہے — جیسے ہے آنکھون مین سرمہ اسکی گرد راہ کا

اپنے در سے دور لیجا کر عبث کرتا ہے قتل — سر وہین پہونچے گا قاتل بندۂ درگاہ کا

کچھ نہ سمجھے ہو نہ بوجھے ہو کہ وہ کیا چیز ہے — نام تمنے سن لیا ہے زاہدا اللہ کا

اے معلم تیز ہے اس طفل کی تیغ نگاہ — دیکھ ہو جائے نہ بسمل مرغ بسم اللہ کا

مین اگر کانٹے دکھاتا ہون تو بانکے پیاس مین — دیکھتے ہی خشک ہو جاتا ہے پانی چاہ کا

آج سے کھینچون تو آتے آتے مدت چاہیے — ضعف مین مشکل ہی دل سے لب تک آنا آہ کا

کیجیے عمر دو روزہ عشق ابرو مین بسر — قطع کرنا چاہیے شمشیر سے اس راہ کا

میرے دل کے آئینے مین منھ جو دیکھے برہمن — قشقہ ماتھے کا نظر آئے الف اللہ کا

مر گیا ہون الف قامت مین آہین کھینچکر — شامیانہ ہو مرے مرقد پہ مد آہ کا

روے قاتل زرد ہو جائے نہ کیونکر خوف سے — سرخ آندھی ہی غبار اپنی شہادت گاہ کا

ذکر حق مین سب حوادث سے ہون محفوظ اے امیر
ہے حصار امن گنبد مجھکو بسم اللہ کا

نور وحدت سے یہ عالم ہی دل آگاہ کا — مہر ہے ایک ایک ذرہ میری گرد راہ کا

طالب دریا ہو دیدار اک تنک ماہ کا — رزق ماہی کیجیے لکھ لکھ کے نام اللہ کا

خوب ہی مہندی رچی خون شہید ناز کی — خنجر قاتل پہ عالم ہے کف نوشاہ کا

فی الحقیقت غوطۂ بحر فنا ہے لا الہ — ہے ابھرنا اس بھنور سے ذکر الا اللہ کا

مصر دل مین تجھ سے یوسف کو کیا ہی بادشاہ — اے پری رو مین تو دیوانہ ہون اپنی چاہ کا

اسقدر دل پر تصرف کیا سبب ہے کون ہین — بک گیا ہے کیا بتون کے ہاتھ گھر اللہ کا

بسملون کے رقص پر اس طفل کا ہے لوٹ دل — اب شہادت گاہ مین عالم ہی بازیگاہ کا

حق رسی چاہے تو ہفتاد و دو ملت سے گذر — منزلین طے ہون تو جو حاصل ہو بیت اللہ کا

دیکھکر ناف و کمر [illegible] بت کی آتا ہی خیال — رہبر راہ عدم کو بھی خطر ہی چاہ کا

ساکنِ مسجد ہوا جا کر جھکا جو سرو قد
سچ مثل مشہور ہے سیدھا ہے گھر اللہ کا

عشق عارض کر رہا ہے حسنِ عارض کو تباہ
لوٹتا ہے لشکرِ شاہی اثاثہ شاہ کا

صحبتِ احباب یا دربار یا سرکار ہو
بات وہ کہیے بھلا ہو جسمین خلق اللہ کا

پیاس شیدائے زنخدان کی بجھانا چاہیے
حیف ہے پیاسا جو رہجائے کبوتر چاہ کا

آنسوؤنکا جوش یہ ذکرِ الٰہی مین ہوا
بن گیا سرو کنارِ جو الف اللہ کا

گوہرِ مقصد ملا بحرِ سخن مین ڈوب کر
تہ کو جب پہونچے تو مضمون ہاتھ آیا چاہ کا

نور ایسا دیدۂ دل کو خدا بخشے امیر
سامنے روضہ نظر آئے رسول اللہ کا

ہمچشم ابر کیون مژۂ تر سے ہو گیا
تھوڑی سی آبرو تھی سو وہ بھی ڈبو گیا

ہر کشورِ عدم مین خدا جانے سیر کیا
آیا نہ پھر کے منزلِ ہستی سے جو گیا

اب بلبلین چمن مین کہان آگئی خزان
تھی دھوم چار دن کی وہ ہنگامہ ہو گیا

آیا عرق تو اور بڑھائی صفائے جسم
اُس گل کے بال بال مین موتی پرو گیا

آخر ہوئی خیالِ خطِ سبز مین جو عمر
سمجھا یہ مین خضر مری کشتی ڈبو گیا

بچنا شرارِ آتشِ گل سے نہ ایک خس
پر ابر آشیانۂ بلبل بھگو گیا

پیری مین آئی موت جوانی گذر گئی
جاگا تمام شب مین دمِ صبح سو گیا

ماتم کیا کسی نے نہ میرا تو کیا ہوا
ابر آ کے خاکِ گور پہ ہر سال رو گیا

احوال جسمین تھا دلِ گم گشتہ کا امیر
رستے مین نامہ بر سے وہ مکتوب کھو گیا

وصل کی شب بھی خفا وہ بتِ مغرور رہا
حوصلہ دل کا جو تھا دل مین بدستور رہا

عمرِ رفتہ کے تلف ہونے کا آیا تو خیال
لیکن اُسکی تلافی کا نہ مقدور رہا

جمع کسدن نہوئے موسمِ گل مین میکش
روز ہنگامہ تہِ سایۂ انگور رہا

گردشِ بخت کہان سے ہمین لائی ہو کہان
منزلون وادیٔ غربت سے وطن دور رہا

راستبازی کر اگر ناموری ہے درکار
دار سے خلق مین آوازۂ منصور رہا

وہ تو ہے چرخ چہارم پہ یہ پنج محلے پر
سچ ہے عیسیٰ سے بھی بالا ترا مزدور رہا

فصلِ گل آئی گئی صحنِ چمن مین سو بار
اپنے سر مین تھا جو سودا وہ بدستور رہا

جلوۂ برقِ تجلی نظر آیا نہ کبھی
مدتون جا کے مین زیرِ شجرِ طور رہا

زلف و رخ دونون ہین جانیسے جوانی کے خراب
مشک وہ مشک نہ کافور وہ کافور رہا

غولِ صحرا نے مرا ساتھ نہ چھوڑا شب بھر
لیکے مشعل کبھی نزدیک کبھی دور رہا

ہم بھی موجود تھے کل محفلِ جانان مین امیر
رات کو دیر تلک آپ کا مذکور رہا

آسرا زیرِ زمین اے تنِ بیجان کسکا
شہر بیگانہ ہے یان کون ہی پرسان کسکا

نہ تو یہ حور کا طالب نہ پری پر مائل
نہین معلوم مرے دل کو ہے ارمان کسکا

حوصلہ قیس کا فرہاد کا دل پیدا کر
پھر تو یہ کوہ ہے کسکا یہ بیابان کسکا

غیر کا حال سنون مین یہ مجھے تاب بھی ہو
ذکر کرتے ہو مرے سامنے جانان کسکا

دانت ہر وقت ہمارا بھی ہے اغیار کا بھی
دیکھیے حصہ ہے وہ سیبِ زنخدان کسکا

دہانۂ گل کو جو کرتی ہے معطر ہر صبح
چھو کے آئی ہے صبا گوشۂ دامان کسکا

کنگھی چوٹی سے کسی دم انھین فرصت ہی نہین
کیا خبر ہے کہ ہوا حال پریشان کسکا

غنچۂ گل جو چٹکتے ہین یہ آتی ہے صدا
عندلیبون کے سوا ہے یہ گلستان کسکا

صورتِ گل جو شگفتہ ہین مرے زخمِ جگر
یاد آیا ہے مجھے چہرۂ خندان کسکا

منچلے کھول کے دل تنگ نہین سکتے ہین قدم
کوے الفت مین ہی باندھا ہوا میدان کسکا

داغ حاصل نہو کیونکر تجھے بدنامی کا
سامنا تو نے کیا اے مہِ تابان کسکا

منحرف ہین رخِ بلقیس سے پریان کیسی
آج منھ دیکھ کے اٹھا ہے سلیمان کسکا

ہو رہی ہے تری رفتار سے پامال جو خلق
تو نے سیکھا چلن اے کبک خراماں کسکا

اہل آفاق جو کرتے ہین فلک کا شکوہ
یہ تو سمجھین کہ یہ ہے تابع فرمان کسکا

بُن دندان سے ذرا کر چمن حسن کی سیر
پھر ہے خرمے لب و سیب زنخدان کسکا

اِس زمانے مین نہین نام سخاوت کا امیر
کون محسن ہے اُٹھائے کوئی احسان کسکا

جب تلک ہست تھی دشوار تھا پانا تیرا
مٹ گئے ہم تو ملا ہم کو ٹھکانا تیرا

نہ جہت تیرے لیے ہی نہ کوئی جسم ہے تو
چشم ظاہر کو ہے مشکل نظر آنا تیرا

شش جہت چھان چکے ہم تو کھلا ہم پہ یہ حال
رگِ گردن سے ہے نزدیک ٹھکانا تیرا

صاف اس جنگ مین آتی ہی ہمین صلح کی بو
دل ملاتا ہے یہ آنکھون کا لڑانا تیرا

دے سزا مجھ سے طلب کر نہ صفائی کے گواہ
کوئی میرا نہین ہی سارا زمانا تیرا

نہین بچنے کا ترے تیر مژہ سے دل زار
بال باندھا ہے یہ اے ترک نشانا تیرا

دستِ نازک سے اُٹھا تیغ نہ بھاری قاتل
ہاتھ چھوٹے گا اُتر جائیگا شانا تیرا

اب تو پیری مین نہین پوچھنے والا کوئی
کبھی اے حسن جوانی تھا زمانا تیرا

اے صدف چاک کریگا یہی سینہ اکدن
تو یہ سمجھی ہے کہ گوہر ہے یگانا تیرا

منہدی ملتی ہی جو مشاطہ تو کہتا ہے وہ شوخ
خوب ہم جانتے ہین آگ لگانا تیرا

دلِ عاشق کبھی ہوتا نہین مژگان سے جدا
ہے ترے تیر کے نزدیک نشانا تیرا

درد سر ہونے لگا کیجئے نالے کب تک
مشکل اے طالع خفتہ ہے جگانا تیرا

کوے قاتل کو تو ہوتا ہی روان تو قاصد
جان لے دم بھی عدم کو ہے روانا تیرا

اجل آئیگی تو لیجائیگی ہمراہ ضرور
پیش جائیگا نہین کوئی بہانا تیرا

کیون تجھے ہم سے عداوت ہوائی نفس شقی
ہمنے کہنا کبھی جھوٹون بھی نہ مانا تیرا

دور اگلے شعرا کا تھا کبھی اور امیر
اب تو ہے ملک معانی مین زمانا تیرا

پکارتا ہے یہ ناز اُس کی کبریائی کا
کہ لے اُڑا ہے مجھے شوق کبریائی کا

قلق ہوا مجھے صیاد کی جُدائی کا
یہ پر چھپے نہین افسوس ہے رہائی کا

عزیز کیون نہو داغ اُسکی بیوفائی کا
کہ ہے صلہ یہی مدت کی آشنائی کا

مین طولِ روزِ قیامت کو سُنکے ڈرتا ہون
کہ دن نہو وہ کہین یار کی جُدائی کا

بغیر ہو پہنچے ہوے یار تک نہین رہتا
مین مٹ کے نام مٹادونگا نارسائی کا

ہٹاؤ آئینہ ہمکو بھی دیکھنے دوگے
کہ خود ہی دیکھو گے حسن اپنی خودنمائی کا

خدا کرے کہین جلد آئے روز شادیِ وصل
لباس ماتمی اُترے شبِ جدائی کا

تمام عمر ہوئی ڈھونڈھتے پتہ نہ لگا
ترا دہن بھی ہے کیا حرف آشنائی کا

نہ پوچھ جام مین زاہد کے کیا ہی اے زاہد
بھرا ہے اسمین لہو تیری پارسائی کا

ابھی تو فیصلہ ہوتا ہے سارے جھگڑونکا
زبان تیغ سے پیغام دو صفائی کا

ہزار بار قیامت جہان مین آئے گی
چڑھا ہے چار گھڑی دن ابھی جدائی کا

تمناوران محبت تو سیکڑون ہین مگر
جو ڈوب جائے وہ پورا ہے آشنائی کا

جچے ہماری نگاہون مین کیا درازیِ حشر
کہ طول دیکھے ہوے ہین شبِ جدائی کا

مرے نصیب یہ کہتے ہین میرے نالون سے
رہے خیال ہماری بھی نارسائی کا

خدا نے دل کو بنایا تھا جامِ استغنا
بتون نے کاسہ اُسے کردیا گدائی کا

رقیب طنز سے کہتا ہے آپ جائین وہان
یقین ہے یہ اُسے میری نارسائی کا

کھنچی وہ تیغ تو خوش ہوکے مجھسے دل نے کہا
وہ دیکھو گھاٹ ہے دریاے آشنائی کا

بدن مین روح کو آنے سے کام کیا تھا امیر
چلن دکھانے کو آئی تھی بے وفائی کا

گلہ زبان پہ نہ لانا تھا بے وفائی کا
امیر ڈوب گیا نام آشنائی کا

فریفتہ ہون اس اندازِ دلربائی کا
کہ دل لیا تو دیا ذوق آشنائی کا

ہوا وصال تو صدمہ ہوا جُدائی کا
شکستگی نے کیا کام مومیائی کا

کسی گنہ پہ کوئی قتل ہو مین کہتا ہون
کہ اِس سے جرم ہوا ہوگا آشنائی کا

مین آفتاب قیامت کو دیکھکر سمجھا
کہ ہے یہ کوئی ستارہ شبِ جُدائی کا

بہار آئی ہے پھر خیر ہو خُداوندا
جنون کے ہاتھ مین دامن ہے پارسائی کا

نگین آیتِ سجدہ ہوئی ہے پیشانی
اثر ہے یہ تری چوکھٹ پہ جبہ سائی کا

لپٹ گیا سگِ جانان ہمارے دامن سے
لحاظ آ ہی گیا آخر آشنائی کا

وہ آزمایشِ شمشیر ناز کرتے ہین
یہ خوب وقت ہے تقدیر آزمائی کا

ہمارے دلمین وہین گدگدی ہوئی پیدا
جہان کسی کو سُنا ذوق دلربائی کا

اُٹھا جو درد تو گھبرا کے میرے دل نے کہا
کہ تو بھی داغ مجھے دیگا کیا جُدائی کا

گھرے گرد یتیمی ہے میرے دل کا ملال
غُبار مین بھی ہے عالم وہی صفائی کا

حیا تو اُسکو بٹھائے ہزار پردے مین
مگر جو بیٹھنے دے شوق خودنمائی کا

پہونچ سکا نہ وہان نامہ بر تو دل نے کہا
کہ اور شکوہ لکھو خط مین نارسائی کا

یہان ہے ذوق اسیری مین مجھ پہ حالتِ وجد
وہ جانتا ہے کہ مشتاق ہے رہائی کا

کسیطرح نہ کٹا کو ہکن کے کاٹے سے
کہین پہاڑ سے ہے سخت دِن جُدائی کا

اُٹھو امیر نہین ماننے کی وحشتِ دل
یہ عذر لنگ تمھاری شکستہ پائی کا

گیا تھا کس سے گِلہ مین نے کج ادائی کا
تجھے تو شوق ہے اے جنگجو لڑائی کا

دکھاؤ جلوہ جو دعویٰ ہے خودنمائی کا
مجھے یقین نہین آتا سُنی سُنائی کا

کمال حُسن نے بے پردہ کر دیا اُن کو
نکل پڑے یہ ہوا ذوق خودنمائی کا

ہماری آہ رسا لامکان مین دم لیتی
مگر نصیب مین تھا داغ نارسائی کا

خدا کے گھر مین کرون جا کے شکر کے سجدے
ملے جو اِذن درِ بُت پہ جبہہ سائی کا

عجب طرح کی در اندازہی خزان ظالم
کہ رنگ و بو مین پڑا تفرقہ جدائی کا

ہنسے جو زخم تو بولا بگڑ کے خنجر یار
لہو رلائے گا ہنسنا یہ بیحیائی کا

نقاب یار نے اُلٹی ہے حضرت ناصح
یقین ہے فاش ہو اب پردہ پارسائی کا

تڑپ تڑپ کے گیا اُس کے آستانے پر
کٹا جو سر تو بڑھا شوق جبہ سائی کا

چلی تو ہی ہمین صحرا کو لیکے لے وحشت
مگر خیال ہے لازم شکستہ پائی کا

سنبھل کے دیکھو اگر دیکھتے ہو آئینہ
پھسل نہ جائے کہین پانوٴن خود نمائی کا

مین درد دل بھی شب وصل کہہ نہین سکتا
کہ ہاتھ آئے گا پہلو اُسے جدائی کا

کہین سے ہاتھ شراب آئی ہے کہین سے گزک
مزہ ہے کوے خرابات مین گدائی کا

چلون نہ چال رہ عشق مین کہ خار تو کیا
سُراغ پائین نہ چھالے برہنہ پائی کا

وفا کے ذوق مین ہی بیخودی یہ ڈرتا ہون
گلہ نہ منھ سے نکلجائے بے وفائی کا

گذر نہین ہی حرم مین تو دیر کو چلیئے
امیر کام کہین بند ہے خدائی کا

نہ بیوفائی کا ڈر تھا نہ غم جدائی کا
مزہ مین کیا کہون آغاز آشنائی کا

کہان نہین ہے تماشا تری خدائی کا
مگر جو دیکھنے دے رُعب کبریائی کا

وہ ناتوان ہون اگر نبض کو ہوئی جنبش
تو صاف جوڑ جدا ہو گیا کلائی کا

شب وصال بہت کم ہی آسمان سے کہو
کہ جوڑ دے کوئی ٹکڑا شب جدائی کا

یہ جوش حسن سے تنگ آئی ہو قبا انکی
کہ بند بند ہے خواہان گرہ کشائی کا

کمان ہاتھ سے رکھ صید گاہ عرفان مین
کہ تیر صید ہے یان دام نارسائی کا

وہ بدنصیب ہون یار آئے میرے گھر تو بنے
سمٹ کے وصل کی شب تل رخ جدائی کا

ہزارون کا فرو مومن پڑے ہین سجدہ مین
بتون کے گھر مین بھی سامان ہے خدائی کا

تمام ہو گئے ہم پہلے ہی نگاہ مین حیف
نہ رات وصل کی دیکھی نہ دن جدائی کا

نہین ہے مُہر لفافہ پہ خط کے ای قاصد
یہ داغ ہے مری قسمت کی نارسائی کا

نقاب ڈال کے ای آفتاب حشر نکل
خدا سے ڈر یہ کہین دن ہو خودنمائی کا

نہین قرار گھڑی بھر کسی کے پہلو مین
یہ ذوق ہو ترے ناوک کو دلربائی کا

مری طرف سے کوئی جا کے کوہکن سے کہے
نہین نہین یہ محل زور آزمائی کا

کہا جو مین نے کہ مین خاک راہ ہون تیرا
تو بولے ہے ابھی پندار خودنمائی کا

جنون جو میری طرف ہو وہ جست و خیز کرون
کہ دل ہو ٹوٹ کے ٹکڑے شکستہ پائی کا

امیر روئیے اپنے نصیب کو ایسا
کہ ہو سپید سیہ ابر نارسائی کا

تنگیِ دل سے تری فرقت مین ایسا جبر تھا
ہر نفس کو میرے سینے پر گمانِ قبر تھا

کیون ہوا عاشق جفا پر گر نہ تجکو صبر تھا
اے دل بیتاب کیا تجھپر کسی کا جبر تھا

نازنین کیونکر نہ جانے میکشی کو باغ مین
ننھی ننھی بوندیان تھین ہلکا ہلکا ابر تھا

تابعِ بُت تھا ہمین دل نے بڑا دھوکا دیا
ہم مسلمان اسکو سمجھے تھے یہ کافر گبر تھا

گلُرخانِ دہر پر سو سو جگہ مر مر گیا
جو کھِلا گلُ باغ مین میرا چراغِ قبر تھا

تجکو بھی اک سنگدل محبوب سے پالا پڑا
یہ مرے دل کے پھپھولے تھے یہ میرا صبر تھا

باربار اُسکی گلی مین کیون نہ جاتا ای امیر
کیا کرون بے اختیاری تھی کہ دل بے صبر تھا

ظاہر یہ اتحاد سے رنگِ اثر ہوا
اُس گلُ نے پی شراب تو مین بیخبر ہوا

سُرمے کیطرح چشم بتا مین نہ گھر ہوا
مین مثل میل سُرمہ عبث دربدر ہوا

اے ترک تیری تیغ ہمارا گلا کہان
اک یہ بھی اتفاق قضا و قدر ہوا

راہ دراز کوچۂ جلاد قطع کی
قصہ ہماری زیست کا یون مختصر ہوا

فرصت ملی نہ گردش پست و بلند سے
سوے کبھی جو پانوٗن تو دورانِ سر ہوا

اللہ ری نزاکت جانان کہ شعر مین
مضمون بندھا کمر کا تو دردِ کمر ہوا

کچھ خاک ہو گئی جو مجھ آوارہ کی شریک
چاک اک ظرف کلال کو دوران سر ہوا

سختی سے کر جو ساز تو حاصل ہو سوز عشق
پتھر نے کھائی چوٹ تو پیدا شرر ہوا

پیسا کسی کی آنکھ کی گردش نے اسقدر
مین خاک ہو کے ذرّۂ گردِ نظر ہوا

چلائین بلبلین جو چمن سے چلی بہار
نکلی دُلھن جو گھر سے ہر اک نوحہ گر ہوا

نازک دلون کو ہے سخن نرم بھی بہت
پینے کو قطرہ قطرۂ باران شرر ہوا

شادی نے مثل گل ہمین دکھلائی شکل غم
ہنسنا ہمارا باعثِ زخم جگر ہوا

پیری مین ہے یہ ضعف کہ پلکین بھی جھڑ گئین
مرغِ نگاہ طائرِ بے بال و پر ہوا

مضمون اگر رسا ہے تو آئیگا تازبان
خود ہی ٹپک پڑے گا جو پختہ ثمر ہوا

ہوتی اگر نہ روح تو تھا خاک جسم مین
آئی دُلھن جو گھر مین تو آباد گھر ہوا

کیا جانے نامہ بر نے کہا آکے کیا امیر
ایسی خبر سُنائی کہ مین بے خبر ہوا

دلمین جب مہمان خیالِ زلف جانان ہو گیا
آنکھ مین خواب پریشان سُنبلستان ہو گیا

اسقدر شرمندہ بیش رو سے جانان ہو گیا
مہر گھٹ کر دامنِ شبنم مین پنہان ہو گیا

دل کسی کا ہاتھ مین لانا ہو دولت کی دلیل
یہ نگینہ جسکو ہاتھ آیا سُلیمان ہو گیا

کیا ہماری گور پر ہے احتیاج روشنی
چار جگنو جب چمک نکلے چراغان ہو گیا

دل نہ مجروحو نکلے تڑپانیسے قاتل کا بھرا
چٹکیان رہ گئین خالی نمکدان ہو گیا

جا کے تنہا اور بھی صدمے اُٹھائے باغ مین
پھول جو پھولا مجھے داغ عزیزان ہو گیا

غیر نے اُس گُل کے بالو نمین کبھی کنگھی جو کی
مثلِ سُنبل تار تار اپنا گریبان ہو گیا

ضبط غم سے طرفہ دولت خسروئی کی ہوئی
خون ہو کر دل مرا لعلِ بدخشان ہو گیا

عشق گیسو مین ہوا سامانِ غم سامانِ عیش
خواب گر آنکھو نمین آیا وہ پریشان ہو گیا

اُسنے جب تیوری چڑھائی کر لیا مجکو شکار
گوشۂ ابرو کمان تیر مژگان ہو گیا

وجہ رُسوائی نہ تھا دلمین غم تھا جبتک کہ عشق
آگے مضمون لفظ کے جامے سے عُریان ہو گیا

ہونٹ میخوارونکا بھی شاید کوئی سیاب تھا
آتش تر سے جو اے ساقی گریزان ہو گیا

اوج ہمت ہے بقدر بے سروپائی یہان
جسنے کی برباد خاک اپنی سُلیمان ہو گیا

سوز غم تن مین کچھ نہ پوچھو جلد تن کا مجھ سے حال
جل گے یہ کاغذ شرارون سے چراغان ہو گیا

ای جنون کہتے ہین اسکو اتحاد حسن و عشق
جب کھلا جوڑا وہان یان دل پریشان ہو گیا

قید مین آنے لگے جب لخت دل اشکونکے ساتھ
خانۂ زنجیر مین روشن چراغان ہو گیا

تیر لاکھون کھائے میدان محبت مین امیر
دل تو تھا ہی شیر سینہ اب نیستان ہو گیا

اوج دولت اُس پری کا سوز ہجران ہو گیا
داغ سر پر خاتم دست سُلیمان ہو گیا

خط جو نکلا بوسۂ رُخسار آسان ہو گیا
کاروان آنے سے نرخ حسن ارزان ہو گیا

اب کہانتک میرے تڑپانیکو چھڑکے گا نمک
ہر دہان زخم ای قاتل نمکدان ہو گیا

سیری چشم تر سے ہمچشمی کا رکھتا تھا خیال
پانی پانی یہ ہوا بادل کہ باران ہو گیا

تم کھلے بالون جو آ نکلے کبھی گلگشت کو
تختۂ نرگس چمن مین سُنبلستان ہو گیا

جب بہار آئی جنون کے ہاتھ سے مانند گل
ٹکڑے دامن ہو گیا پُرزے گریبان ہو گیا

دیکھ قاتل اپنے دیوانیکا جذب شوق قتل
جب گلے سے مل گیا خنجر گریبان ہو گیا

وحشت گیسو مین جا نکلے سوئے صحرا جو ہم
پیچ کھا کر جادۂ رہ مار پیچان ہو گیا

تھا مسلمان جبتلک مشتاق کافر تھا وہ بت
یہ ہوا کافر تو وہ ضد سے مسلمان ہو گیا

سوزنی پر مجکو کانٹون نے بٹھایا دشت مین
شامیانہ سایۂ نخل مغیلان ہو گیا

بنگئی اُنکی بناوٹ سے ہماری جان پر
پانچون مین گو کھرو ٹانکا تو پیکان ہو گیا

جور بد خویون سے نہین خالی زمانہ ایکدم
مہر پیدا ہو گیا جب ماہ پنہان ہو گیا

کیا اثر ہے جو بہا یادِ لبِ لعلین مین اشک
گرتے گرتے آنکھ سے لعلِ بدخشان ہو گیا

کیا تبسم نے ترے اے رشکِ گل چھڑکا نمک
صحنِ گلشن مین ہر اک غنچہ نمکدان ہو گیا

ٹکڑے ٹکڑے ہو کے اُڑ جاتا ہے آتے ہی بہار
دامنِ گل بھی مگر میرا گریبان ہو گیا

عشقبازونسے بھری رہتی ہے تو اے چشمِ یار
تجھ سے برگشتہ بجا ہر موے مژگان ہو گیا

ضعف سے مین قیدیونکی طرح ہل سکتا نہین
قدِ پُرخم حلقۂ زنجیرِ زندان ہو گیا

حسرتین خون ہو گئین دلمین تو لایا عشق رنگ
داغِ دل کا لالۂ گنجِ شہیدان ہو گیا

جب نقاب اُلٹی نگاہون کا ہوا ایسا ہجوم
پڑ گئے پردے وہ رُخ آنکھون سے پنہان ہو گیا

او کماندار اسکو کہتے ہین ہجومِ درد و غم
تنگیِ دل سے سمٹ کر تیر پیکان ہو گیا

کیا رہین گلزار مین ہم وحشیِ نازک مزاج
نکہتِ گل سے دماغ اپنا پریشان ہو گیا

گل ہوا غنچہ تو اُس سے یہ صدا آئی امیر
جمع پھر ہوتا نہین جب دل پریشان ہو گیا

گُل نیا ہر ایک نقشِ پا سے خندان ہو گیا
یار جس کوچے مین جا نکلا گلستان ہو گیا

تشنگانِ عشق کے لب بھی نہونے پائے تر
وائے قسمت خشک وہ چاہِ زنخدان ہو گیا

بوسۂ گیسو پر اُس نے ذبح کر ڈالا مجھے
ایک کافر کے لیے خونِ مسلمان ہو گیا

اے پری بل دیکے زلفونمین غضب تو نے کیا
اور بھی ہم قیدیون پر تنگ زندان ہو گیا

ہمنے دیوان مین یہ مضمونِ دلِ مردہ لکھے
صفحہ صفحہ تختۂ گورِ غریبان ہو گیا

کوچہ گردی مین دکھائی تیغِ قاتل نے بہار
بسملون سے اُسکے ہر کوچہ گلستان ہو گیا

پڑ گئی جسکی نظر اُس پر وہ دیوانہ ہوا
حُسن ہے انسان بلاے جانِ انسان ہو گیا

پنڈلیون تک آبِ خجلت مین پریرو غرق ہین
آفتابِ حشر وہ رُخسارِ تابان ہو گیا

لختہاے دل کی یہ کثرت ہے ترے دور مین
کوڑیون کے مول ہر لعلِ بدخشان ہو گیا

وحشیونکی پستیِ قسمت نے پھیلائے یہ پانون
جب گریبان کو لگایا ہاتھ داماں ہو گیا

دیکھکر رنگِ خزان مین باغ کے در سے پھرا
ہر نہالِ خشک مجکو چوبِ دربان ہوگیا

آسیاے چشمِ لیلی نے یہ پیسا دشت مین
بخت مجنون سرمۂ چشمِ غزالان ہوگیا

مرگئے ایذاے فرقت سے ہوی حاصل نجات
رفتہ رفتہ داغ مرہم دردِ درمان ہوگیا

کعبۂ دل کی زیارت کو طہارت تھی ضرور
تبر کو واجب وضوے آبِ پیکان ہوگیا

پیچ مجکو کیا مرے گھر تک کو قسمت نے دیے
ہر ستون کھا کھا کے بل شاخِ غزالان ہوگیا

نامۂ اعمال ہے جبتک نہین ملتا امیر
میرے ہاتھ آیا یہ اور میرا گریبان ہوگیا

بے نشانی کا مین ای چرخ سزاوار نہ تھا
دہنِ یار نہ تھا کچھ کمرِ یار نہ تھا

فتنہ تھا قہر تھا جلوہ ترا اے یار نہ تھا
جبتلک دلکو سنبھالو نہین دلِ زار نہ تھا

جب کہا اُس سے شبِ غم کوئی غمخوار نہ تھا
درد نے اُٹھ کے کہا کیا یہ گنہگار نہ تھا

کیا بلا تھی نگہ ہوش ربا ساقی کی
اُٹھ گئی آنکھ تو کوسون کوئی ہشیار نہ تھا

بات رکھ لی مری قاتل نے گنہگار و نہین
اس گنہ پر مجھے مارا کہ گنہگار نہ تھا

تابِ جلوے کی نہ آئی جو کسی کو تو کہا
خوب دیکھا تو کوئی قابلِ دیدار نہ تھا

جوشِ وحشت اسے کہتے ہین کہ آتے ہی بہار
ہاتھ ڈالا تو گریبان مین کوئی تار نہ تھا

صاف دو ہاتھ سرو ہی کے اگر چل جاتے
پھر تمھین مجھ سے مجھے تمسے سروکار نہ تھا

آنکھین پتھرا گئین موسیٰ کی نہین تو سرِ طور
کچھ تجلی کے سوا پردۂ رخسار نہ تھا

لاش پر میری جو آئے تو رہے کیون خاموش
دمِ اعجاز تو قفلِ دہن ای یار نہ تھا

وہ کھنچا گر تو کھنچا شان تھی معشوقی کی
ہم سے کھنچنا تجھے ای خنجرِ خونخوار نہ تھا

کیا مزہ تجکو ملا دیکے فلک مجکو شکست
عہدِ ساقی مین نہ تھا توبہ کہ میخوار نہ تھا

خونِ ناحق سے جمایا تھا غضب کا لاکھا
لبِ معشوق سے کچھ کم لبِ سوفار نہ تھا

مجکو کیون بیچ مین لایا دمِ آرائشِ حسن
کچھ تری زلف کا طرہ تو مین ای یار نہ تھا

وقت بد مین نہ ہوا کوئی امیر آکے شریک
یار سمجھا تھا مین جس کو وہ مرا یار تھا

سارے جہان کا رنج مرے دل مین آگیا
کیا کوزہ تھا کہ جس مین یہ دریا سما گیا

کوثر کا جام بھی ترے مقتول نے پیا
پر آبِ تیغ کا نہ زبان سے مزا گیا

کھائے تھے داغ جسکی محبت مین سیکڑون
دو پھول بھی نہ وہ سرِ تربت چڑھا گیا

بسمل تڑپ رہے ہین نکلتا نہین ہے دم
اک ہاتھ اور بھی نہ وہ قاتل لگا گیا

سامان عرس کا جو کیا یار نے تو غیر
چھپ کر نشان میری لحد کا مٹا گیا

سوجھی نئی طرح کی یہ گرمی کہ رات کو
صیاد آشیانۂ بلبل جلا گیا

جاتا ہے نامہ لیکے کوئی نامہ بر تو کیا
جانے کو گر کہا تو کبوتر اڑا گیا

اُس بُت کا دل ہلا نہ عجب کا مقام ہے
نالہ کیا تو عرشِ خدا تھرتھرا گیا

توڑے تڑپ کے زخمیٔ شمشیرِ عشق نے
ٹانکے جو آہنی بھی رفوگر لگا گیا

موسیٰ اسی پہ دعویٔ دیدار تھا تمہین
دیکھا جو کوہ طور پہ جلوہ غش آگیا

ہوش و حواس جانے کا ایدل گلہ نکر
تو رہ گیا بلا سے جو کچھ تھا گیا گیا

ابرو کا شوق کوچۂ قاتل مین لیگیا
کعبے کے حج کو مین طرف کربلا گیا

گرمی سے گور مین جو ہوے ہم عرق عرق
پنکھا نسیمِ خلد کا جھونکا ہلا گیا

نکلا خیالِ رخ مین نہین دل سے دود آہ
ابرِ سیہ امیر گلستان مین چھا گیا

بندہ نواز یون یہ خدائے کریم تھا
گرتا نہ مین گنہ تو گناہِ عظیم تھا

باتین بھی کین خدا نے دکھایا جمال بھی
اللہ کیا نصیب جنابِ کلیم تھا

کیون تیغ ناز بھول گئی مجکو وقتِ قتل
مین بھی تو اک نیاز گزارِ قدیم تھا

مانگا جو میرے دلکو درگوش یار نے
دیتے ہی بن پڑا کہ سوالِ یتیم تھا

کیا رنگ اُسکے جاتے ہی گھر کا بدل گیا
دوزخ ہے آج کل جو ریاضِ نعیم تھا

ہم سے جو وہ کھنچا یہ گلے سے لپٹ گیا
قاتل سے بڑھ کے خنجرِ قاتل کریم تھا

کیا کیا نہ آفتون کے رہے ہمکو سامنے
یارب شباب تھا کہ بلائے عظیم تھا

بیٹھا جہان فقیر وہان فرش ہو گیا
سایہ مرا لیے ہوے میری گلیم تھا

دُنیا مین کچھ قیام نہ سمجھو کرو خیال
اس گھر مین تمسے پہلے بھی کوئی مقیم تھا

اب کون ہے جو منزلِ اُلفت مین ساتھ دے
دل بھی چھٹا رفیق جو اپنا قدیم تھا

پہونچے تو ہم بھی جلوہ گہِ یار مین مگر
دو اک قدم بڑھا ہوا پائے کلیم تھا

لاتی کبھی ہمارے قفس تک بھی بوئے گُل
ٹوٹا ہوا نہ پانوٴن ترا اے نسیم تھا

ہوتا نصیب مر کے ہمین نقد عیش کیا
زیرِ زمین بھی دورِ سپہرِ لئیم تھا

کیا چاہتا مین فیض کہ انجم سے آسمان
اک تودۂ بلند عظامِ رمیم تھا

جسدن تھا مین چمن مین ہوا خواہِ گُل امیر
نامِ صبا کہین نہ نشانِ نسیم تھا

وہ دن گئے کہ مجھ مین بھی فیضِ عمیم تھا
محفل مین شمع تھا مین چمن مین نسیم تھا

کچھ انکو زیبِ گوش کی حاجت نہ تھی مگر
منظور پرورش تھی کہ گوہر یتیم تھا

آنکھین تھین اپنی نورِ تجلی سے آشنا
جسدن نہ طور تھا نہ وجودِ کلیم تھا

تیرے مریضِ غم کی نہین آج کچھ خبر
سُنتے ہین کل تو حال نہایت سقیم تھا

دُنیا کا حال اہلِ عدم سے یہ مختصر
اک دو قدم کا کوچۂ اُمید و بیم تھا

ہم اپنی دُھن مین مست تھے کیا جانین حشر مین
کس سمت کو جنان تھا کدھر کو جحیم تھا

سامانِ عفو کیا مین کہون مختصر یہ ہے
بندہ گناہگار تھا خالق کریم تھا

آخر جو خم مین بیٹھ رہا مثلِ دردِ مے
تھی کچھ تو مصلحت کہ فلاطون حکیم تھا

واقف وہ حال سے ہو جو رکھتا ہو کچھ غرض
کیا جانین ہم بخیل کہ حاتم کریم تھا

غش مجھکو وصل مین نہین آیا تھا ای پری
سرمست بوئے گیسوئے عنبر شمیم تھا

گلگشت مین نقاب اُلٹتے وہ رُخ سے کیا
شرم آتی تھی صبا سے لحاظِ نسیم تھا

رنگِ چمن بہار مین بلبل سے پوچھئے
گل کا زمین پہ پانوٴن نہ مثلِ نسیم تھا

اُلفت کے دل جلون کو وہان نیند آگئی
حبس خانہ تھا کہ طبقۂ نارِ جحیم تھا

کرتا مین دردمند طبیبون سے کیا رجوع
جسنے دیا تھا درد بڑا وہ حکیم تھا

دامانِ گل کو خود نہ چھوا ورنہ ای امیرؔ
کچھ ڈر صبا کا ہمکو نہ خوف نسیم تھا

دل اپنا زیرِ سایۂ امید و بیم تھا
جسدن جحیم تھا نہ ریاضِ نعیم تھا

سُوراخ کیون ہی سینۂ گوہر مین ای فلک
بتلا تو ہمکو کون گناہِ یتیم تھا

اُسکو کہان دماغ تجلّی تھا طور پر
سارا ظہور جلوۂ شوقِ کلیم تھا

محشر مین لقمہ مین نہوا کی خدا نے خیر
مدت سے ورنہ کھولے ہوئے منھ جحیم تھا

تیری دوا سے اور مرا درد بڑھ گیا
شاید مرض سے ساز مجھے ای حکیم تھا

کیا جانین کس غریب کی آئی تھی در پہ لاش
ہنگامہ کل جو اُنکی گلی مین عظیم تھا

خود کہ رہا تھا شوق مین گستاخ دل مرا
اصرار قوم سے جو کلامِ کلیم تھا

قاتل کے خط سے قتل کا ہوتا نہ کیون یقین
عنوان نامہ آیۂ ذبحِ عظیم تھا

کیسی شفا مرض مین کہ اُلٹی ہوئی دوا
سمجھے نہ ہم رقیب ہمارا حکیم تھا

تلخی زبان دوست سے دیتی ہی کیا مزہ
شیرین تھا قند تک جو کلامِ کلیم تھا

ہم راز تب مزار مین پہونچے کہ کچھ نہ تھے
دل کو جو خوف جمع عظامِ رمیم تھا

کیسا سوال دید جو ہم پہونچے طور پر
سوزان کہین شجر تو کہین غش کلیم تھا

روشن ہے آفتاب سے اعجاز مصطفےٰ
اُنگلی اُٹھی کہ ماہ فلک پر دو نیم تھا

کب مجھ سے مثل سایہ چھٹے پنجتن کے پانوٴن
پانچون سوار و نمین مین بزیر گلیم تھا

اُس گُل کا وصف چشم سُنا تا مین کیا امیر
نرگس کا پھول باغ مین گوشِ صمیم تھا

ہر جگہ جوشِ محبت کا نیا عالم ہوا
آنکھ مین آنسو جگر مین داغ دل مین غم ہوا

میرے مرتے ہی زمانہ درہم و برہم ہوا
یہ خوشی پھیلی کہ شادی مرگ اک عالم ہوا

موت آئی دردِ فرقت سے ہمین صحت ہوئی
بڑھتے بڑھتے زخم آخر زخم کا مرہم ہوا

آنسوؤن سے بیقراری مین ذرا تسکین تھی
بڑھ گیا اور اضطرابِ دل جو رونا کم ہوا

روز کی فریاد سے تنگ آگئے تھے اسقدر
خلق کو مژدہ ہمارا نالۂ ماتم ہوا

مین ترا ممنون ہون اے گریۂ بے اختیار
جب پڑی مجھپر مصیبت تو شریکِ غم ہوا

رازدارِ محبت کا مین کیا دعویٰ کرون
جسقدر محرم ہوا اُتنا ہی نامحرم ہوا

وائے قسمت رہ گئی حسرت ہی لطفِ یار کی
بڑھ گئی شانِ تغافل کچھ جو غصہ کم ہوا

دیتے اپنے حالِ ابتر کے جو محشر مین کھلے
دفترِ اعمالِ مردم درہم و برہم ہوا

چارہ گر کو لائے ہین احباب درمان کیلیے
لو مرا زخمِ جگر بھی قابلِ مرہم ہوا

کیا دوا کی بیٹھ کر پہلو مین اُسکے تیر نے
دردِ دل بھی گھٹ گیا دردِ جگر بھی کم ہوا

مار ڈالا روزِ اول کی نگاہِ لطف نے
ایک دم کا عیش ظالم عمر بھر کا غم ہوا

شورِ محشر بھی ہوا آکر شریکِ تعزیت
دھوم ہے میرے دلِ مرحوم کا ماتم ہوا

رات بھر رویا کیا بے یار مین گلزار مین
صبح کو پھولون سے رخصت صورتِ شبنم ہوا

ہوش کی بھی اب تو کوئی بات کرتے ہین امیر
کچھ تو وحشت نے کمی کی کچھ تو سودا کم ہوا

ہو گئی وہ غمِ دوست جب غم نے کمی کی غم ہوا
کی شکایت چرخ سے جس روز صدمہ کم ہوا

کس طرح مکتونِ دل اظہار کرتا پیشِ یار
آج تک مین خود نہ اپنے راز کا محرم ہوا

لذتِ شرمِ گنہ تھی کب فرشتون کو نصیب
یہ مزہ چکھنے کو پیدا خلق مین آدم ہوا

میرے زخمونکی ہنسی پر تمکو رونا آگیا
یہ خوشی بھی کچھ خوشی تھی جسکا ایسا غم ہوا

تیرا دیوانہ جو آیا یہ ملائک نے کہا
انتظام عرصۂ محشر بھی لو برہم ہوا

نوک خنجر ہو کہ ای سفاک پیکان تیر کا
جو مرے پہلو مین آ بیٹھا مرا ہمدم ہوا

اونچے اونچون کی مرے گُل نے مٹا دی آبرو
چشمۂ خورشید گھٹ کر قطرۂ شبنم ہوا

ذبح کرتے ہو مجھے ایجان ڈھیلے ہاتھ سے
واہ اچھے وقت مین غُصّہ تمھارا کم ہوا

تیغ زنگ آلود خنجر کند قاتل خُرد سال
کیا کہون مقتل مین وقت قتل کیا عالم ہوا

تنگ آ آکر دعا فرقت مین مانگی موت کی
حسرتین بگڑین مزاج آرزو برہم ہوا

جان قالب مین ہی مضطر دم خفا دل بیقرار
موت ہی آئی مزاج یار کیا برہم ہوا

دل جگر دونون تھے میری جانکے دشمن مگر
جو گیا پہلو سے میرے مجکو اُسکا غم ہوا

رہ گئے وہ دو قدم چلکر مری میت کے ساتھ
پانؤن مین پھندا اٹک کر گیسوے پُرخم ہوا

روکنا فرقت مین اشکونکا نہین اچھا امیر
چار دنکے ضبط مین دیکھو تو کیا عالم ہوا

وہ کون تھا جو خرابات مین خراب نہ تھا
ہم آج پیر ہوے کیا کبھی شباب نہ تھا

شب فراق مین کیون یارب انقلاب نہ تھا
یہ آسمان نہ تھا یا یہ آفتاب نہ تھا

لحاظ ہمسے نہ قاتل کا ہو سکا دم قتل
سنبھل سنبھل کے تڑپتے وہ اضطراب نہ تھا

اُسے جو شوق سزا ہے مجھے ضرور ہی جرم
کہ کوئی یہ نہ کہے قابلِ عذاب نہ تھا

شکایت اُنسے کوئی گالیونکی کیا کرتا
کسی کا نام کسی کی طرف خطاب نہ تھا

نہ پوچھ عیش جوانی کا ہمسے پیری مین
ملی تھی خواب مین وہ سلطنت شباب نہ تھا

دماغ بحث تھا کسکو وگرنہ اے ناصح
دہن نہ تھا کہ دہن مین مرے جواب نہ تھا

وہ کہتے ہین شب وعدہ مین کسکے پاس آتا
تجھے تو ہوش ہی ای خانمان خراب نہ تھا

ہزار بار گلا رکھ دیا تہ شمشیر
مین کیا کرون تری قسمت ہی مین ثواب نہ تھا

فلک نے افسر خورشید سر پہ کیون رکھا
سُبوے بادہ نہ تھا ساغرِ شراب نہ تھا

غرض یہ ہے کہ ہو عیش تمام باعث مرگ
وگرنہ مین کبھی کیا قابلِ خطاب نہ تھا

سوال وصل کیا یا سوالِ قتل کیا
دہان نہین کے سوا دوسرا جواب نہ تھا

ذرا سے صدمے کی تاب اب نہین رہی ہم مین
کہ ٹکڑے ٹکڑے تھا دل اور اضطراب نہ تھا

کلیم شکر کرو حشر تک نہ ہوش آتا
ہوئی یہ خیر کہ وہ شوخ بے نقاب نہ تھا

بہ بار بار جو کرتا تھا ذکر مے واعظ
پیے ہوئے تو کہین خانمان خراب نہ تھا

امیر اب ہین یہ باتین جب اُٹھ گیا وہ شوخ
حضور یار کے منھ مین ترے جواب نہ تھا

کہا جو مین نے کہ یوسفؑ کو یہ حجاب نہ تھا
تو ہنس کے بولے وہ منھ قابلِ نقاب نہ تھا

شب وصال بھی وہ شوخ بیحجاب نہ تھا
نقاب اُلٹ کے بھی دیکھا تو بے نقاب نہ تھا

لپٹ کے چوم لیا منھ مٹا دیا انکا
نہین کا اُنکے سوا اسکے کچھ جواب نہ تھا

مرے غبارے پہ اَب آتے شرم آتی ہی
حلال کرنے کو بیٹھے تھے جب حجاب نہ تھا

نصیب جاگ اُٹھے سو گئے جو پانون مرے
تمھارے کوچے سے بہتر مقام خواب نہ تھا

غضب کیا کہ اسے تو نے محتسب توڑا
ارے یہ دل تھا مرا شیشۂ شراب نہ تھا

زمانہ وصل مین لیتا ہے کروٹین کیا کیا
فراق یار کے دن ایک انقلاب نہ تھا

تمھین نے قتل کیا ہے مجھے جو تنتے ہو
اکیلے تھے ملک الموت ہم کاب نہ تھا

دعائے توبہ بھی ہمنے پڑھی تو مے پیکر
مزہ ہی ہمکو کسی شے کا بے شراب نہ تھا

مین روے یار کا مشتاق ہو کے آیا تھا
ترے جمال کا شیدا تو اے نقاب نہ تھا

بیان کی جو شب غم کی بیکسی تو کہا
جگر مین درد نہ تھا دل مین اضطراب نہ تھا

وہ بیٹھے بیٹھے جو دے بیٹھے قتل عام کا حکم
ہنسی تھی اُنکی کسی پر کوئی عتاب نہ تھا

جولائن بھیجی تھی قاصد کی بھیجتے خط بھی
رسیدہ وہ تو مرے خط کی تھی جواب نہ تھا

سرورِ قتل سے تھی ہاتھ پاؤن کو جنبش
وہ مجھ پہ وجد کا عالم تھا اضطراب تھا

ثباتِ بحرِ جہان مین نہین کسی کو امیر
ادھر نمود ہوا اور اُدھر حباب نہ تھا

نامہ لیکر جو کوئی کوئے بتان سے آیا
مین یہ سمجھا کہ ملک باغِ جنان سے آیا

میرے گھر مین جو کوئی اُسکے مکان سے آیا
چیخ اُٹھا کہ مین دوزخ مین جنان سے آیا

ای جرس تو تو نہین قافلے والونسے جدا
تیری آواز مین یہ درد کہان سے آیا

جانتا ہون وہ کماندار کشیدہ ہی بہت
کہ کبھی تیر بھی مجھ تک نہ کمان سے آیا

اب کوئی کعبے مین دم بھر مین ٹھہر سکتا ہون
برہمن بہرِ طلب کوئے بتان سے آیا

شغل رونے کا ازل ہی مین بھی مجھے تھا ورنہ
نوح کے وقت مین طوفان کہان سے آیا

خبرِ مرگ مری دیر و حرم مین تو گئی
نہ یہان سے کوئی آیا نہ وہان سے آیا

بولتا کب ہی وہ سفاک پکارون مین ہزار
کاش خنجر ہی کہے اپنی زبان سے آیا

مفتیون سے کہو للہ وہ اب کہتے ہین کیا
غش انھین روزۂ ماہِ رمضان سے آیا

دیکھکر اُس رُخ و گیسو کو مین حیران ہون امیر
شبِ تاریک مین خورشید کہان سے آیا

مثلِ موسیٰ سامنے میرے جو تو ہو جائیگا
لن ترانی مین مقامِ گفتگو ہو جائیگا

عشق مین تازہ دماغ آرزو ہو جائیگا
رنگ اُڑ کر چہرۂ عاشق سے بُو ہو جائیگا

ضبطِ گریہ مین نہین کرتا کہ رہتا ہی خیال
سُوکھ کر کانٹا نہالِ آرزو ہو جائیگا

ہے ابل پڑنے کا ڈر کیا دون ترے قد سے مثال
سرو فوّارہ کنارِ آبِ جو ہو جائیگا

ہے یہی رنگِ ستم اُس خالِ عارض کا اگر
مشک کا دل نافِ آہو مین لہو ہو جائیگا

ہے کمی بیشی جو یہ تاثیرِ حسنِ عشق کی
ذرّے ہم ہو جائین گے خورشید تو ہو جائیگا

آرسی پر کچھ نہین موقوف ای آئینہ رو
جو تجھے دیکھے گا وہ ہمسر عدو ہو جائیگا

اُف نکر ای دل زمانہ پیش آئے گا تجھے
کھا کے کوڑا اور ابلق تند خو ہو جائیگا

تم جو اُٹھ جاؤگے بزمِ عیش ہو گی بزمِ غم
بادۂ گلرنگ شیشون مین لہو ہو جائیگا

دستِ قاتل سے بڑھے گا تیغ کا پانی ضرور
تا کمر ہے آج کل تک تا گلو ہو جائیگا

بعد مُردن شرمِ عصیان سے ہون ایسا آب آب
خاک سے میری تیمم بھی وضو ہو جائیگا

میرے منہ لانے سے ای ساقی کہان جائیگی عید
ماہِ نو یان ناخنِ دستِ سُبو ہو جائیگا

محوِ آب وتابِ دندان ہون پڑھون کیونکر نماز
آبِ گوہر ہاتھ مین آکر وضو ہو جائیگا

چھا رہی ہی دلمین میرے اسقدر ای یاس کیون
دیکھ ظالم مفت خونِ آرزو ہو جائیگا

چار سُو ٹکراؤنگا سر دیکھ کر ابرو امیر
فرض اِس کعبے مین سجدہ چار سو ہو جائیگا

اِک جہان بسملِ ترا ای تند خو ہو جائیگا
چار ہی ہاتھون مین شہرہ چار سُو ہو جائیگا

جذب پر آمادہ گر ای شوق تو ہو جائیگا
خنجرِ قاتل مرا طوقِ گلو ہو جائیگا

طاقتِ دیدار کا دعوی ہی اہلِ دید کو
فاش پردہ ہو گا بے پردہ جو تو ہو جائیگا

ای تصور مجھ سے بختِ تیرہ جاتا ہی کہان
دل مین عکسِ زلف آئینے مین مُو ہو جائیگا

ہو نہین مجذوبِ خراباتی اگر توڑیگا جام
محتسب کا ہاتھ خود دستِ سُبو ہو جائیگا

ہون وہ میکش شیشۂ مے کو کرونگا جب مین یاد
ہچکیان لے لے کے بسمل کا گلو ہو جائیگا

میرے قلبِ صاف کے منھ پر نہ آئینہ چڑھے
آبرو مٹ جائیگی بے آبرو ہو جائیگا

یاس و حرمان سے اگر چھوٹینگے ہین فرقت مین بھی
کوئی دم مین گلِ چراغِ آرزو ہو جائیگا

جلسے عیسیٰ ہجر مین ہوگی ہوس جلاد کی
بڑھتے بڑھتے دردِ دل دردِ گلو ہو جائیگا

کون سُنتا ہی یہان ای بُت مری تیرے حضور
ختم یہ جھگڑا خدا کے روبرو ہو جائیگا

ساتھ میرا تو نہ چھوڑ اے یاس ہجرِ یار مین
اور بھی ویران دلِ بے آرزو ہو جائیگا

پھول ای بلبل نہ پھولون پر دو روزہ ہی بہار
ایک جھونکے مین ہوا سب رنگ و بو ہو جائیگا

بھولی باتون پر نہ بھول آج اُس گلِ تر کی ولا
دیکھنا گل اور رنگ گفتگو ہو جائیگا

عیب اصلی عارضی زینت سے چھپتا ہی کوئی
غازہ ملنے سے نہ زنگی خوبرو ہو جائیگا

فصلِ گل آنے تو دو فصدون کا پھر کیا ہی شمار
ظرف بھر بھر جائینگے پانی لہو ہو جائیگا

غیر احول ہین سمجھتے ہین مجھے تمسے جدا
قصہ یہ یکسو تمہارے روبرو ہو جائیگا

خوب گلرویون سے آتا ہے ہمارے دلکو ربط
رنگ مین یہ رنگ ہوگا بو مین بو ہو جائیگا

داغ حسرت گھر سے مین لیکر کہان جاؤن امیر
جانتا ہون گل چراغ آرزو ہو جائیگا

یہی جو سودا ہی مجھ حزین کا پتا کہان کوئے نازنین کا
غبار آسا نہین کہین کا نہ آسمان کا نہ مین زمین کا

یہ طرزِ وحشت نے رنگ باندھا کہ ہو گیا دو جہان کو سودا
زمین یہ جادہ فلک یہ جوز انشان ہی چاک آستین کا

ذرا جو کاتب کو رحم آتا تو سخت بنیاد ہی مٹاتا
درست لکھتا تو ٹوٹ جاتا قلم ہمارے خطِ جبین کا

چمن ہے بلبل کے خون کا محضر گواہ ہین برگ و بر سراسر
نہین ہی یہ داغ لالۂ تر یہ نقش ہے مہر کی نگین کا

یہ جتنے پتلے ہین ماوطین کے نہ آسمان کے نہ ہین زمین کے
نشان تک مٹ گئے جبین کے کھلا نہ مطلب خطِ جبین کا

غمِ محبت ہی جسکا مطلب کدورت اُس دل کی ہو عیان کب
کہ مٹی ہی جبتک ہی خم لبالب پتا کہان دُردِ تہ نشین کا

کیا تھا کیون دعائے باطل ہوا تھا اُس تل سے کیون مقابل
سزا ملی ہو گیا سیہ دل جو مشک نافہ غزال چین کا

اٹھے سلیمان کے جتنے رتبے تمہاری اُلفت کے تھے کرشمے
یہ نقش جس دلمین جم کے بیٹھے بلند ہو نام اُس نگین کا

کہان کا نالہ کہان کا شیون ثنائے قاتل ہے وقتِ مُردن
قلم ہوئی ہی بدن سے گردن زبان پہ نعرہ ہی آفرین کا

قریب ہے یار روزِ محشر چھپے گا کشتون کا قتل کیونکر
جو چپ رہیگی زبان خنجر لہو پکارے گا آستین کا

عجب مرقع ہی باغِ دُنیا کہ جسکا صانع نہین ہویدا
ہزار ہا صورتین ہین پیدا پتا نہین صنعت آفرین کا

ہوا نہ دشوار جسکو مرنا اُسے گلی مین تھا اپنی دھرنا
نتھا مناسب عزیز کرنا سوے یہ دو چار گز زمین کا

لکھا جو وصف اک گل بدن کا تو رنگ پیدا ہوا چمن کا
جو صفحہ ہی برگِ یاسمن کا تو خامہ ہی شاخ یاسمین کا

کمال احباب سے ہو شکوہ کیا نہ عرس ایک دن ہمارا
سرِ لحد ہی ہجوم ہوتا کبھی حسینانِ مہ جبین کا

اثر ہی گیسو کا یہ تمہارے کہ حرف آگین میں حرف سارے
ورق ہو دیوان میں جو ہمارے وہ تختہ ہو عطر کی زمین کا

نہیں ہو اب فکر رسم ماضی گنہ کی تعزیر پر ہوں راضی
لگائے دُرّہ جو مجکو قاضی کسی کے گیسوے عنبرین کا

خدا سے جبتک نہو شناسا حریم دل کا ہو شوق بیجا
مکان کا تب پتا ملیگا کہ کچھ پتا یاد ہو مکین کا

کہاں ہیں اپنے نصیب ایسے کہ پڑھ کے مضمون جواب لکھے
اڑائے نامہ کے اسنے پرزے کھلا لفافہ خطِ جبین کا

ملا ہو جنکو دل مُصفّا برے کو بھی دیکھتے ہیں اچھا
پڑیگا عکس آئینے میں سیدھا ہزار اُلٹا ہو خط نگین کا

جنون کا ہم پر ہے قطع جامہ قبا کہاں کی لباس کیسا
ہمارے بازو تلک نہ پہنچا کسی طرح ہاتھ آستین کا

کس آستانے پہ جا پڑا ہوں کہاں الٰہی میں جبہہ سا ہوں
کہ شرم اُٹھے ہزار جا ہوں یہ ربط ہو سجدہ و زمین کا

کہاں کا کعبہ ہے دیر کیسا بتاؤ کوچے کا اُسکے رستا
میں پوچھتا ہوں پتا کہیں کا نشان دیتے ہو تم کہیں کا

امیر گھٹ یوں رہی خموشی گلے سے آواز تک نہ نکلی
خیال جس رات خواب میں بھی بندھا کسی چشم سرمگین کا

ہوا جو پیوند میں زمین کا تو دل ہوا شاد مجھ حزین کا
بس اب لحد میں کہیں کا کہ رہنے والا ہو میں کہیں کا

اگرچہ پیری میں ناتوان ہیں شباب کے کچھ اثر عیان ہیں
نہیں یہ بازو میں جھریاں ہیں نشان ہیں چین آستین کا

فقط ہے پیرا خیال باطل کہ راستی میں ہو نام حاصل
درست اُٹھے کبھی ایدل جو نقش اُلٹا ہوا نگین کا

کہیں کہ طرز زبان سے کتنا کوئی مخاطب نہیں ہے اصلا
ہمارا اظہار غم ہے گویا سوال درویش رہ نشین کا

کھلے ہیں یہ استخوان پیکر کہ پوست ہی ہے نہ پوست ہی سر بسر
کلاہ کا ٹھاٹ ہے میرے سر پر گمان ہے بازو پر آستین کا

ہزار ہا کر زمین میں اپنے ندے کرور زیر زمین ہیں مُردے
کھنچے دو رویہ زبسکہ نقشے بھرا ورق پشت روے زمین کا

جہاں نہیں ہیں دادرس بہت کم ازل سے پامال ہے یہ عالم
کہ لی فرشتوں نے خاک آدم سُنا نہ شور ایک بھی زمین کا

ہوئے کی مٹی میں ہوں ہوا ایسا چمن میں گھر کر جو ابر آیا
سیاہ مستی میں ہیں یہ سمجھا جہاز ہے آب آتشین کا

سفر مبارک ہو آخرت کا بخیر انجام ہو خدایا
جو گھر سے نکلے مرا جنازہ تو سامنا ہو کسی حسین کا

جلو میں اب بات ... چھپک گئی جیب سے چشم موسیٰ کی
بجھا ہوا تھا کوئی شرارہ تمہارے رخسار آتشین کا

... سے کنارا سرور اب خاک ہو گوارا
نہو یہ مسکیں ہمارا جو نام لو آب آتشین کا

لحد پہ پھیر کے آئے کہ دو کوئی یہ دزد کفن سے یارو
برہنہ دیکھے نہ گور مجھکو مین کشتہ ہون چشم سرمگین کا

ہوئی ہی تقدیر سے رسائی ضرور ہی قسمت آزمائی
کرینگے اُس در پہ جبہ سائی نشان جبتک ہی جبین کا

جو دشت غربت مین کھینچی ایذا بندھا تصور ہمین وطن کا
بھری جو چشم غزال صحرا دکھایا پھر رنگ شہر حسن کا

چمن مین غنچہ نہین کھلا ہی وہ گل یہان رانگو رہا ہی
یہ کوئی تعویذ کھل پڑا ہی اسی کے بازوے نازنین کا

اسی کا پھیلا ہی نور سارا کہان کا خورشید عالم آرا
گرا ہوا ہے کوئی ستارا لیا من ستارہ جبین کا

حسین جو میٹھی زبان سے مانگین تو جان شیرین بھی نذر دے دین
ہنسی خوشی سے جو زہر دین وہ مزا ہے مجھکو انگبین کا

جو دیکھی نرگس کی شرمساری جھڑی ہی آنسو کی جاری
نگاہ مین پھر گیا ہمارے حجاب اُس چشم سرمگین کا

عجب ہے آئینے کا مقدر کہ عکس افگن ہو چشم دلبر
قدم نکالا نہ گھر سے باہر شکار کھیلا غزال چین کا

جو تیغ ساعد ہوئی مقابل تڑپ گئی خلق مثل بسمل
اُلٹ گئی صف جو تونے قاتل اُلٹ دیا گوشہ آستین کا

امیر دیکھا جو اُسکا نقشہ تو نقشہ یوسفؑ کا دل سے اُترا
کہ نقش ثانی کے آگے ہوتا فروغ کیا نقش اوّلین کا

ردیف باے موحدہ

سیکھ کر مجھ نالہ کش سے طرز افغان عندلیب
صحن گلشن مین ہوئی ایسی خوش الحان عندلیب

ہون وہ عاشق قد و عارض کا جو گلشن سے چلون
فاختہ پکڑے مرا دامن گریبان عندلیب

رحم کر یون پھول بیدردی سے اے گلچین نہ توڑ
سر پہ نالون سے اُٹھا لیگی گلستان عندلیب

فصل گل آنے تو دو اُڑ جائیگی لیکر قفس
خانۂ صیاد مین دو دن ہی مہمان عندلیب

برق آسا ہی فروزان خندۂ گل باغ مین
چاہیے برسائے اب اشکون کا باران عندلیب

چھوڑ کر تیرے رُخ رنگین کو اے رشک چمن
گل پہ مرتی کس لیے ہوتی جو انسان عندلیب

فصل گل مین پھول دکھلائین جو پریون کا جمال
کیون نہو پھر دم کش مُرغ سلیمان عندلیب

عاشق کامل کو وصلت مین زیادہ ہی ملال
فصل گل مین بیشتر ہوتی ہی نالان عندلیب

کون گل ہے جو رخ گلرنگ پر عاشق نہین
تو وہ گل ہو جسپہ ہے سارا گلستان عندلیب

جو پسند آجائے عاشق کو وہی معشوق ہے
سرو قمری پر فدا ہو گلُ پہ قربان عندلیب

اوسکے گلُ خود شوق مین پہونچا ہو دستِ یار تک
کس لیے گلچین سے ہے دست و گریبان عندلیب

توڑے چوڑی جو اپنے ہاتھ کی ای گلُ جدا
مول لے دیکر زر گلُ دستگردان عندلیب

شوق مین لالو سنکے جائے باغ مین وہ گلُ اگر
لال ابھی ہو خون گلُ مین ہو کے غلطان عندلیب

قابو ے صیاد مین آتی کبھی ممکن نہ تھا
دام کو بھی تیرا گیسوے پیچان عندلیب

وہ بھی دن آئے کہ اُترے تیرے صدقے مین کبھی
ای گلُ تر دلمین رکھتی ہو یہ ارمان عندلیب

فاتحہ خوانی کو جب وہ گلبدن آیا امیر
بنگئے سب ساکن شہرِ خموشان عندلیب

کیا ہنسی ہی گریۂ عشاق مضطر کا جواب
سوچ رکھو کچھ سوالِ روز محشر کا جواب

دردیا ہوگا شکستِ کاسۂ سر کا جواب
غافلو نکو دیگی میری لاش ٹھوکر کا جواب

منھ چڑھاتا ہے میر کیا آئینے مین دیکھ تو
تجکو دیتا ہے دہن تیرا برابر کا جواب

شوق سے لکھین مرے عصیان فرشتے رات دن
ایک رحمت مانگتی ہو اس سارے دفتر کا جواب

ایکدن وہ میرے گھر ہے ایکدن مَین اُسکے گھر
غیر کی قسمت بھی ہی میرے مقدر کا جواب

جب مین کہتا ہون کہوگے کیا خدا کے سامنے
کہتے ہین تمکو بتا دین روز محشر کا جواب

نرم دل سے نرم دل مین سخت گو سے سخت گو
شیشے کا شیشہ یہان پتھر ہی پتھر کا جواب

بے زبان ہاے گوش یارو نکی کڑی کیتک سُنے
ای زبان تو اُسکے بدلے دے برابر کا جواب

اسنے خط بھیجا جو تجکو ڈاک پر ڈاکہ پڑا
یار کیا کرتا نہ تھا میرے مقدر کا جواب

لے ہنسا دو دولت مجھسے بچتے عشق مین
تھا تو تنہا پر دیا مین نے بہتّر کا جواب

منھ چڑھاؤ اور کا تیوری چڑھاؤ اور پر
آئنہ ہون منھ پہ دونگا مین برابر کا جواب

کس لیے ڈرتے ہو ہنگامے سے آؤ تو سہی
پانو نکی خلخال دیگی شور محشر کا جواب

پھینک دو خط لکھ کے قاصد سے جو تم بیزار ہو
اُڑ کے آئیگا جو ہے میرے مقدر کا جواب

منھ کی کھائی سیکڑون بال آئینے مین پڑ گئے
لیکے آیا تھا تری زلفِ معنبر کا جواب

رہ گیا خاموش وہ بُت بید ہانی سے امیر
یہ نہ تھا کوئی سوالِ جانِ مضطر کا جواب

ہی خموشی ظلمِ چرخِ دیو پیکر کا جواب
آدمی ہوتا تو ہم دیتے برابر کا جواب

جو بگولا دشتِ غربت مین اُٹھا سمجھا یہ مین
کرتی ہی تعمیر دیوانی مرے گھر کا جواب

ساتھ خنجر کے چلے گی وقتِ ذبح اپنی زبان
جان دینے والے دیتے ہین برابر کا جواب

سجدہ کرتا ہون جو مین ٹھوکر لگاتا ہی وہ بت
پانون اُسکا بڑھ کے دیتا ہی مرے سر کا جواب

ابر کے لکّے نہ اُلجھین میری موجِ اشک سے
خشک مغزونسے ہی مشکل مصرعِ تر کا جواب

وہ کھنچا تھا مین بھی کھنچ رہتا تو بنتی کسطرح
سر جھکا دینا تھا قاتل تیرے خنجر کا جواب

جیتے جی ممکن نہین اُس شوخ کا خط دیکھنا
بعد میرے آئیگا میرے مقدر کا جواب

شیخ کہتا ہے برہمن کو برہمن اُسکو سخت
کعبہ و بتخانہ مین پتھر ہے پتھر کا جواب

روز دکھلاتا ہی گردون کیسی کیسی صورتین
بُت تراشی مین ہی یہ کافر بھی آذر کا جواب

ہر جگہ قبرِ گدا تکیے مین ہر جا گورِ شاہ
ایک گھر اِس شہر مین ہی دوسرے گھر کا جواب

جلوہ گر ہے نورِ حق ہونے سے یکتائی امیر
سایہ بھی ہوتا اگر ہوتا پیمبر کا جواب

پلا ساقیا ارغوانی شراب
کہ پیری مین دے نوجوانی شراب

وہ شعلہ ہے ساقی کہ رنجک کی طرح
اُڑا دیتی ہے ناتوانی شراب

کہان بادۂ عیش تقدیر مین
پیون مین تو ہو جائے پانی شراب

نہ لایا ہے شیشہ نہ جام و سبو
پلاتا ہے ساقی زبانی شراب

کہان عقلِ برنا کہان عقلِ پیر
نئے سے ہے بہتر پرانی شراب

مرے چہرۂ زرد کے عکس سے
ہوئی ساقیا زعفرانی شراب

ہوئے مست دیکھا جو پھولون کا رنگ
پیالون مین تھی ارغوانی شراب

کہان چشمۂ خضر کیسے خضر
خضر ہے مری زندگانی شراب

خضر ہون اگر مین تو جا کر پیون
سرِ چشمۂ زندگانی شراب

گلستان ہے پھولون سے کیا لال لال
چلے ساقیا ارغوانی شراب

عجب ساقیٔ گندمی رنگ ہے
کہ پرتو سے بنتی ہے دھانی شراب

رہے طاق پر پارسائی امیرؔ
پلائے جو وہ یار جانی شراب

لائیگا رنگ خونِ دلِ داغدار کب
آئیگی اس چمن مین الٰہی بہار کب

رو دیا ہمارے حال پر ابرِ بہار کب
بیٹھا زمین پہ اُٹھ کے ہمارا غبار کب

اُٹھیگا میری خاک سے یارب غبار کب
آئیگا ہاتھ گوشۂ دامانِ یار کب

مقتل سے وہ پھرے تو قضا نے یہ عرض کی
حاضر ہوا حضور مین یہ جان نثار کب

داغون سے دل چمن ہو کرون ضبطِ آہ کیا
رکتی ہے روکنے سے نسیمِ بہار کب

ناصح خوشی سے کون اُٹھاتا ہے بارِ عشق
کرتا ہے کوئی آپ سے جبر اختیار کب

ٹھنڈی ہوا ہے ابر ہے ساقی ہے منہ ہے
کھیلوگے میکشو بطِ مے کا شکار کب

ہمکو ملا کے خاک مین بھی جب ہوئے نہ صاف
جائیگا پھر حضور کے دلکا غبار کب

رکھتی ہے مرغِ دل سے یہ وہ چشمِ فتنہ گر
بچتا ہے زد پہ آکے ہمارا شکار کب

کیا کیجئے گلہ کہ نہ آیا وہ دفن کو
مرنے کا میرے اُنکو ہوا اعتبار کب

مین خاک بھی ہوا تو ہوئی خاک گرد باد
گردش مٹیگی اے مرے پروردگار کب

محشر مین ایک ایک سے ہم پوچھتے پھرے
آخر تمام ہوگا غمِ انتظار کب

آئے ہما کو بھی نہ مرے استخوان پسند
خوش ہوگا اُنکو کھا کے سگِ کوئے یار کب

برہم نسیم کوچۂ جاناں ہے کس لیے
تعظیم کو اُٹھا نہ ہمارا غبار کب

جسکا دماغ ہو ترے جوڑے کی بُو سے مست
سونگھے وہ بوے نافۂ مشکِ تتار کب

ہم کیا سمجھ کے یار سے رکھین اُمید قتل
کرتا ہے عاشقون مین وہ ہمکو شمار کب

یارب نگاہ بھر کے وہ دیکھین گے کب ادھر
ہوگا یہ تیر میرے کلیجے کے پار کب

مین تو تڑپ تڑپ کے ہوا عشق مین تمام
آئیگا چین تجھکو دلِ بیقرار کب

کیا بیکسی کا شکوہ کرون مین فراق مین
آتا نہین ہے گریۂ بے اختیار کب

جو مجھکو جانتے ہین فلک کا شریکِ غم
کرتے ہین شکوۂ ستمِ روزگار کب

مرنے کو منع ہم نہین کہتے مگر امیر
سو مر گئے تو اُن کو ہوا اعتبار کب

ردیف تاء فوقانیہ

کیون نہ کھٹکے مجھے جو خار ہو برہم زنِ دوست
دوست کے دوست کا دشمن ہو جو ہو دشمنِ دوست

دیکھکر ربطِ گل و خار یہ اُمید ہوئی
شاید آ جائے مرے ہاتھ مین بھی دامنِ دوست

مثلِ یعقوب مری آنکھین کبھی روشن ہو جائین
لا کسی روز صبا نکہتِ پیراہنِ دوست

طرفِ کعبہ نہ جا حج کے لیے ناداں ہے
غور کر دیکھ کہ ہے خانۂ دل مسکنِ دوست

ملک الموت سے کہدو کہ نہ تکلیف کرین
مرگ آسان ہو مگر کون سُنے شیونِ دوست

شاخِ صندل پہ ہوا مارِ سیہ کا دھوکا
دیکھکر کاکلِ پرپیچ پسِ دُشمنِ دوست

اے جنون یان کوئی بیکار رہا جاتا ہے
یا گریبان ہو مرے ہاتھ مین یا دامنِ دوست

ہم تو نظارے سے محروم خدا کی قدرت
آئنہ اور تماشاے رُخِ روشنِ دوست

رہ گیا شوق مری لاش کو پامالی کا
گرمِ جولان نہ کسی روز ہوا توسنِ دوست

ہو وصیت کہ کفن مجھکو اُسی کا دینا
ہاتھ آ جائے جو اُترا ہوا پیراہنِ دوست

لیے گردون نے بنایا ہے اُسی کو یہ نو — گر پڑا تھا جو کوئی نعل سم توسن دوست
عکس ہر عضو کا ہر عضو مین کیونکر نہ پڑے — کہین آئینے سے بڑھکر ہے صفائے تن دوست

کیون نہ ملبوس پہ فانوس کا دھوکا ہو امیر
شمع روشن سے زیادہ ہے فروغِ تن دوست

ایک ہے میرے حضر اور سفر کی صورت — گھر مین ہون گھر سے نکلکر بھی نظر کی صورت
چشمِ عشاق سے پنہان ہو نظر کی صورت — وصل سے جان چُراتے ہو کمر کی صورت
ہون وہ بلبُل کہ جو صیاد نے کاٹے مرے پر — گر گئے پھُول ہر اک شاخ سے پر کی صورت
تیرے چہرے کی ملاحت جو فلک نے دیکھی — پھٹ گیا مہر سے دل شیر سحر کی صورت
جھانک کر روزنِ دیوار سے وہ تو بھاگے — رہگیا کھول کے آغوش مین در کی صورت
تیغ گردن پہ کہ ہے سنگ پہ آہن دمِ ذبح — خون کے قطرے نکلتے ہین شرر کی صورت
کون کہتا ہے ملے خاک مین آنسو میرے — چھپ رہے گردِ یتیمی مین گُہر کی صورت
نہین آتا ہی نظر المدد اے خضرِ اجل — جادۂ راہ عدم مرے کمر کی صورت
رنگئین کچھ جو مرے گرم لہُو کی چھینٹین — اُڑ گئے جوہرِ شمشیر شرر کی صورت
قبر بھی وادیِ غربت مین بنے گی اکدن — اور کوئی نظر آتی نہین گھر کی صورت
خشک سیرون تن شاعر کا لہُو ہوتا ہے — تب نظر آتی ہے اک مصرعِ تر کی صورت
آفت آغازِ جوانی ہی مین آئی مجھپر — بجھ گیا شام سے دِل شمع سحر کی صورت
جلوہ گر بام پہ وہ مہر لقا ہی شاید — آج خورشید سے ملتی ہی قمر کی صورت
دہنِ یار کی توصیف کڑی منزل ہے — چستیِ مضمون کی بندش ہو کمر کی صورت
نو بہارِ چمنِ غم ہے عجب روز افزون — بڑھتی جاتی ہی گرہ دل کی ثمر کی صورت
ہون بگولے کی طرح سے مین سراپا گردش — راتدن پانوُن بھی چکر مین ہین سر کی صورت
بارشِ سنگِ حوادث ہو نہ کسطرح امیر — آہ ہی شکلِ شجر اشک ثمر کی صورت

رنگ فق صبح کو کیون ہو نہ سحر کی صورت
پھرتے ہین شام سے شب بھر وہ قمر کی صورت

دل شکستہ مین وہ ہون خط جو کبوتر کو دیا
گر پڑا اُڑتے ہی ٹوٹے ہوے پر کی صورت

ہوش اُڑتے تھے جو اُڑتے تھے خبر وصلت سے
نیند کیون اُڑ گئی آنکھون سے خبر کی صورت

چمن دہر سے کیون قطع نہو نخل مُراد
پتا پتا نظر آتا ہے تبر کی صورت

جھک گیا بار محبت کے اُٹھانے کے لئے
ابھی کھنچ بھی نہ چکی تھی مرے سر کی صورت

دیکھتے ہی مجھے جو رنگ کیا قاتل نے
تیغ ابرو بھی چلی تیر نظر کی صورت

سایہ آسا ترے کوچے مین ہی سب ہے مجھے رسم
راہ دیوار بھی دیگی مجھے در کی صورت

باندھ رکھ کس کے گرہ مین کہ بہت تھوڑی ہے
آبرو ہے جو خدا داد گہر کی صورت

رات دن کعبۂ دل مین ہی بتون کا مجمع
کیا سے کیا ہو گئی اللہ کے گھر کی صورت

شکوہ کس کس کا الٰہی مین شب ہجر کرون
منھ چھپا لیا ہے اجل نے بھی سحر کی صورت

اس نزاکت پہ مین سو جان سے صدقے قاتل
ہاتھ مین تیغ لچکتی ہے کمر کی صورت

وہ تہیدست ہون مذکور تمنع کا ہے کیا
صورت گل بھی نہ دیکھی کبھی زر کی صورت

طرفہ آنکھون کو دکھاتی ہے تماشا تری بزم
پتلیان دوڑتی پھرتی ہین نظر کی صورت

عمر گذری ہے مری وادی غربت مین مگر
اب تلک یاد ہے کچھ کچھ مجھے گھر کی صورت

شہپر شوق ہی کافی ہے کبوتر کیسا
اُڑکے نامہ مرا پہونچے گا خبر کی صورت

سینچ لے دیدۂ تر مزرع دل کو ایسا
نخل ماتم بھی پھلے پھولے شجر کی صورت

قبر مین چین سے یارونکی گذرتی ہے امیر
پانؤن پھیلائے ہوئے سوتے ہین گھر کی صورت

بات کرنے مین تو جاتی ہے ملاقات کی رات
کیا بری بات ہے رہ جاؤ یہین رات کی رات

ذرّے افشان کے نہین کرمک شب تاب سے کم
ہے وہ زلف عرق آلود کہ برسات کی رات

زاہد اس زلف مین پھنس جائے تو اتنا پوچھون
کہئے کس طرح کٹی قبلۂ حاجات کی رات

شام سے صبح تلک چلتے ہین جام مے عیش
خوب ہوتی ہی بسر اہل خرابات کی رات

وصل چاہا شب معراج تو یہ عذر کیا
ہے یہ اللہ و پیمبر کی ملاقات کی رات

ہم مسافر ہین یہ دُنیا ہے حقیقت مین سرا
ہی توقف ہمین اِس جا تو فقط رات کی رات

چل کے اب سو رہو باتین نہ بناؤ صاحب
وصل کی شب ہی نہین حرف و حکایات کی رات

لیلۃ القدر ہے وصلت کی دعا مانگ امیر
اس سے بہتر ہے کہان کوئی مناجات کی رات

…ڈھونڈے کچھ کعبے سے بھی ہی عز و شان کوئے دوست
ہین غزالان حرم صید سگان کوئے دوست

…یا زمین بگڑی ہے ظالم نے میان کوئے دوست
پھٹ پڑے دشمن یہ یارب آسمان کوئے دوست

دور آئے ہین ہم اے ساکنان کوئے دوست
دو جگہ ہمکو بھی تھوڑی سی میان کوئے دوست

…کی شفقت جسنے پہونچا وہ میان کوئے دوست
معتکف چلہ نشین ہین ساکنان کوئے دوست

…باغ جنت پر بھی دیتا ہون اُسے ترجیح مین
کون ہی مجھ سے زیادہ درمیان کوئے دوست

…رشتے ہین تسبیح مین تقدیس مین تہلیل مین
قدسیون سے کم نہین ہین ساکنان کوئے دوست

…و فلک واشل نرگس دیر سے ہی چشم شوق
جلد دکھلا دے بہار بیخزان کوئے دوست

…جھک گئی گردن گریبان کی طرف جب وقت فکر
نحن اقرب سے ملا ہمکو نشان کوئے دوست

…ہی یقین ہو رجعت خورشید سے جلدی سحر
حکم حیدر ہے صدا ے پاسبان کوئے دوست

…گلشن جنت کی کیا پروا ہی ای رضوان اُنھین
ہین جو مشتاق بہشت جاودان کوئے دوست

…بلبلون کے چہچہے جب باغ مین جاکر سُنے
یاد آئے ہمکو کیا کیا پاسبان کوئے دوست

…ے ہُما بیفائدہ تو نے قدم رنجہ کیا
مستحق ان ہڈیون کے ہین سگان کوئے دوست

…دیکھون ای واعظ کسے سنتے ہین دل سے سامعین
وصف تو فردوس کا کر مین بیان کوئے دوست

…جب کھلا تفسیر سے مضمون جنات نعیم
مین یہ سمجھا ہی یہ قرآن مین بیان کوئے دوست

…سے انکو نسبے جو دریا موج زن رہتا ہی رات دن
مردم آبی بنے ہین رہروان کوئے دوست

ہو نیا عالم ہی اس عالم سے وہ عالم جُدا
اور ہی کچھ ہین زمین و آسمانِ کوئے دوست

جب قدم رکھا زمین پر آسمان پر جا پڑا
بار ہا ہمنے کیا ہو امتحانِ کوئے دوست

نامہ بر مین جانتا ہون پر بتا سکتا نہین
دل مین ہو لب تک نہین آتا نشانِ کوئے دوست

چاہتے ہو داب لو اسکو بغل مین ای امیر
بوستان سعدی کی ٹھہرا بوستانِ کوئے دوست

ردیف ثائے مثلثہ

گریہ بے سود ہی نالے دلِ ناشاد عبث
داد رس کوئی نہین شکوہ بیداد عبث

کھینچ گئی روح بدن سے تری شمشیر کے ساتھ
حوصلہ وار لگانے کا ہے جلاد عبث

ایک رنگ آتا ہی یان ضعف سے اک جاتا ہے
رنگ بھرتا مرے نقشے مین ہی بہزاد عبث

بندہ ہون تیری محبت کا مین جاؤنگا کہان
بند کرتا ہے قفس مین مجھے صیاد عبث

ایک مشتاق شہادت بھی تو جوہر نہ ہوا
تجھ مین جوہر ہین یہ اے خنجر فولاد عبث

وہ گل آیا ہی نہ آئے گا کبھی گلشن مین
سرو قد اُٹھتے ہین تعظیم کو شمشاد عبث

داد بھی دیگا وہی جسنے یہ کی ہے بیداد
دوڑتی پھرتی ہی ہر سو مری فریاد عبث

لاکھون گھر اور ہین دلمین مرے کیا رکھا ہی
کرتی ہے خانہ خرابی اسے برباد عبث

عمر رفتہ یہ تاسف سے نہین کچھ حاصل
وہ ہمین بھول گئے کرتے ہین ہم یاد عبث

سُن کے دردِ دلِ عشاق یہ کہتا ہے وہ بُت
بندے اللہ کے ہو جیسے ہی فریاد عبث

بال بال اُسکا گرفتار بلا ہوتا ہے
بندۂ عشق کو سب کہتے ہین آزاد عبث

جان دی کام مین معشوق کے سب کچھ پایا
کون کہتا ہے کہ تھی محنتِ فرہاد عبث

انبیا تک رہے ہے پابند شریعت کے امیر
ظاہری قید سے گھبراتے ہین آزاد عبث

ردیف جیم

آنے سے تیرے پاس ہوئی مجکو یار آج
کل تک ترا تھا موت کا ہی انتظار آج

مجنون کی قبر سے جو اُٹھا پھر غبار آج
گذرا ادھر سے کیا کوئی محمل سوار آج

تم بھی بناؤ کرکے چلو سیر باغ کو
نکھرا ہوا ہے رنگ عروسِ بہار آج

قاتل جو یوہین روز ترقی ہے حُسن کی
کل تک تو سو ہوے تھے قتل مرینگے ہزار آج

ہان سچ ہے قید بوسۂ گیسو کی ہے سزا
کل کا نکالتے ہین وہ مجھ سے غبار آج

کل تک تو میرے سائے سے تم بھاگتے تھے دور
بیٹھے ہو پاس آکے کہو کیا ہے یار آج

حسرت ہے بعد مرگ بھی آنکھین کھُلی رہین
سمجھے تھے ہم تمام ہوا انتظار آج

نظر بتون کو مرا امتحان ہے اب
رہجائے آبرو مری پروردگار آج

قاضی برہنہ سر ہے تو زخمی ہے محتسب
شاید کہ پی گئے ہین بہت بادہ خوار آج

مشتاق قتل کون ہوا رات کو نثار
کھُدتا ہے تیرے کوچے مین کس کا مزار آج

ہمدم دراز ہے شب فرقت تو غم نہین
شب بھر رہے فسانۂ گیسوے یار آج

کھنچے ہوے ہین تیغ وہ بڑھ بڑھ کے رکھ قدم
اے دل یہی تو وقت ہے ہمت نہ ہار آج

روتا ہے باغبان درِ گلشن پہ زار زار
شاید چمن سے ہوتی ہے رخصت بہار آج

کانٹوںنین لے چلا ہے جنون مجکو کھینچتا
باقی رہے گا ایک نہ دامن مین تار آج

کل تک اُنھین بھی صاف مٹا دیگا آسمان
باقی کہین ہین جو نقش و نگار آج

قاتل نے ہاتھ روک لیا کیا غضب کیا
مایوس ہو گیا دل امیدوار آج

رو رو کے ہچکیان مجھے آتی ہین کیون امیر
کرتے ہین یاد کیا وہ مجھے بار بار آج

گلگشت کر رہا ہے جو وہ گلعذار آج
پھرتی ہے باغ باغ نسیم بہار آج

پھوٹے گا خون سے دشت مین پھر لالہ زار آج
چھالون سے چھیڑ کرتی ہی پھر نوک خار آج

بولے وہ عکس دیکھ کے چشم سیاہ کا
آئینہ کھیلتا ہے ہرن کا شکار آج

تڑپا رہی ہی ہجر مین لذت وصال کی
کل پی تھی جو شراب ہے اُسکا خمار آج

جاگا ہون عمر بھر کا ذرا اب تو سو رہون
کہدو رہے خموش چراغ مزار آج

میری تڑپ کو دیکھ کے ایسی ہے بیقرار
مشتاق صبح خود ہے شب انتظار آج

جھنجھلا کے بوسۂ لب جان بخش پر کہا
کچھ موت تو نہین تھے سر پر سوار آج

حورین جنان مین بیٹھی ہین دامن سمیٹ کر
اُٹھتا ہے کس کی خاک سے یارب غبار آج

گرم خرام رات کو ہو گا لحد پہ یار
ہر نقش پا بنے گا چراغ مزار آج

بسمل نظر سے راہ مین لاکھون ہین مرغ دل
گھر بیٹھے آپ کھیل رہے ہین شکار آج

منظور کس کا قتل ہے تیغ نگاہ سے
پھر پھر کے دیکھتے ہو کسے بار بار آج

میکش ہین زیر سایۂ انگور نالہ کش
ساقی چمن مین تیری پڑی ہی پکار آج

وہ کیا شب فراق مین کوئی نہ آئے گا
بیفائدہ ہے موت کا بھی انتظار آج

پہلو مین غیر کے ہی مقرر وہ جانِ جان
دل کو کسی طرح نہین آتا قرار آج

کل تک سواری آئے یقین ہی بہار کی
نکلا ہے پیش خیمۂ ابر بہار آج

سر پر ہے ابر ساقی و مطرب ہین سامنے
اللہ رے جوش رحمت پروردگار آج

قدمون پہ اُسکے ہمکو تڑپ کر گرا دیا
کیا کام آگیا ہے دلِ بے قرار آج

کل تک جو کچھ دکھایا ہی دیکھا ہی دیکھئے تو
دکھلائے کیا مشیت پروردگار آج

روتے ہین پھوٹ پھوٹ کے کیون آبلے امیر
دیکھو تو ٹوٹی ہے کوئی کیا نوکِ خار آج

جلے تمھارے رُخِ آتشین سے دامن موج
یہ شعلہ وہ ہے جو بنجائے برق خرمنِ موج

یہ انتظارست ساحل پہ کس کے آنے کا
سرِ حباب ہے اونچا بلند گردنِ موج

خیال زلف مین کرتے ہین ہم تری کا سفر
لپٹ نہ جائے کہین اُنکے مار رہزن موج

یہ خوف ہے تری ابرو کی تیغ کا قاتل
کہ آجتک نہین جاتا ہر رعشۂ تن موج

عبث ہے تجکو قریبون سے چشم دادرسی
سُنے نہ بحر مین گوش حباب شیون موج

ہمارے رونے پہ آتی نہین کسے رقت
حباب روتے ہین آنکھون پہ رکھکے دامن موج

یہ خوف ہے تری تیغ نگہ کا دریا مین
کہ چشم مردم آبی ہے زیر جوشن موج

فقط نہ دیدۂ تر سے نگون ہی چشم حباب
خمیدہ شرم مژہ سے ہوئی ہی گردن موج

ڈبو رہا ہے مجھے بحر کس خطا پہ امیر
حباب کا نہ مخالف ہون مین نہ دشمن موج

دینار کی نہ ہمکو درم کی ہی احتیاج
بس تیری اک نگاہ کرم کی ہے احتیاج

خطّ عذار یار رقم بے رقم ہوا
اس خط کو کیا دوات قلم کی ہے احتیاج

دل اُنکے کیف مے مین ہین جام جہان نما
کب میکشون کو ساغر جم کی ہے احتیاج

اشکون کے ساتھ عشق مین لازم ہی آہ بھی
جو ہی سیاہ اُسکو علم کی ہے احتیاج

ہم سینچتے ہین آنسوؤن سے اپنی کشت کو
ای ابر کسکو تیرے کرم کی ہے احتیاج

بے احتیاج کوئی نہین اس جہان مین
ناوک کو پر کی تیغ کو دم کی ہے احتیاج

ہر سنگ سجدہ گاہ ہے شوق سجود مین
ساجد کو دیر کی نہ حرم کی ہے احتیاج

بھوک مین ہون طالب نان تجسے ای فلک
ہان ہی اگر تو سنگ شکم کی ہے احتیاج

وعدہ کیا ہے اُسنے تو آئے گا وہ امیر
کچھ اُس سے قول کی نہ قسم کی ہے احتیاج

ردیف حاے حطی

آزماؤ دل کو صاحب آزمانے کی طرح
کروٹین تم تو بدلتے ہو زمانے کی طرح

دیدہ و دل مین مُسے رکھا ہی کیا ای تخم اشک
رنگ پیدا کر زمین مین مل کے دانے کی طرح

صورتِ آئینہ اے دل تا کجا دیدارِ رُخ
خاک چھان اب کوچۂ گیسو مین شانے کی طرح

دردِ دل ادل تو وہ عاشق کا سُنتے ہی نہین
اور جو سُنتے ہین تو سُنتے ہین فسانے کی طرح

ناوکِ اندازِ نگہ اچھی نہین یہ تاک جھانک
اُڑ نہ جائے دیکھنا کوئی نشانے کی طرح

بادہ خوارو تمکو کیا خورشید محشر کا ہی خوف
چھا رہا ہے ابرِ رحمت شامیانے کی طرح

جب کبھی آتا ہے دل مین تیری چوٹی کا خیال
چوٹ پڑتی ہی جگر پر تازیانے کی طرح

چشمِ فتان اُنسے کہتی ہے اگر ارشاد ہو
ہم بھی کچھ نیرنگ دکھلائین زمانے کی طرح

ایکبار اے برقِ تحلیف اور کر جھگڑا مٹے
پھونک دے مجکو بھی میرے آشیانے کی طرح

تم تو آتے ہی قیامت کرتے ہو صاحب بپا
دل مین آتے ہو تو آو گھر مین آنے کی طرح

اے جنون اب وہی کھلا کوئی عالمِ وسیع
تنگ ہی مجھپر یہ عالم قید خانے کی طرح

در سے کعبے کے نہین اُٹھتا سر اپنا اس لیے
اسمین بھی کچھ کچھ ہی تیرے آستانے کی طرح

چار دن کو کیسی طرحِ آشیان اے عندلیب
ڈالیون پر کاٹ دین دن آشیانے کی طرح

او کمان ابرو ادھر بھی سرسری کوئی نگاہ
تیر کے مشتاق ہم بھی ہین نشانے کی طرح

دل کو آجاتا ہے یادِ سوزنِ غم گلنسے چین
زخم مین اچھی ہے یہ ٹانکے لگانے کی طرح

کتنے بیدرد اس زمانے کے اطبا ہین امیر
حال بیمارون کا سُنتے ہین فسانے کی طرح

جسدن وہ رشکِ مہر مجھے مُنھ دکھائے صبح
تا روزِ حشر شام نہوا ے خدائے صبح

پیرِ مغان کی بزم مین بختِ سیہ کہان
جنت مین جیسے شام نہین ہی سوائے صبح

ہنگامہ میکشی کا مناسب ہے گرم ہو
کیا سرد سرد چلتی ہی ساقی ہوائے صبح

ایسا کیا ہے چرخ نے کوتاہ روزِ وصل
کیا دور ہے جو شام ہو پیدا بجائے صبح

اہلِ جہان بخیل ہین ممسک ہین نحس ہین
اللہ روے زشت نہ انکا دکھائے صبح

ایسا شبِ فراق کیا ہم نے انتظار
آنکھین سفید ہو گئین اپنی برائے صبح

پوچھو نہ کچھ جوانی و پیری کی سرگذشت
یہ ماجرائے شام ہے وہ ماجرائے صُبح

صُبح شبِ وصال پہ روتا ہون مین لہو
مثلِ شفق ہے سُرخ سراپا دلِ صُبح

شادی کی رکھ اُمید جو غم کا ہو سامنا
بعد سوادِ شب ہے ظہورِ ضیائے صُبح

مشکل سے ہوتی ہے شبِ فرقت اگر تمام
ڈرتا ہون کوئی اور نہ فتنہ جگائے صُبح

صورت شبِ وصال کی آتی ہی کب نظر
تاثیر ایک دن نہین کرتی دعائے صُبح

ہوتے ہی صبح گھر سے سدھارا وہ مہروش
کیون آتشِ شفق سے نہ مجکو جلائے صُبح

میرے جنون کا پنجۂ خورشید مین ہی رنگ
کرتا ہے چاک چاک ہمیشہ قبائے صُبح

بیجا ہے دخل غیر شبِ وصل اے امیرؔ
دروازہ بند کیجیے آنے نہ پائے صُبح

ردیف خائے معجمہ

کیا کیا جلا ہے دیکھ کے رنگِ شرابِ سُرخ
غصّے سے ہو گیا ہے رُخِ آفتاب سُرخ

ہمرنگ اصل فرع نہ ہو گی کسی طرح
گل ہو ہزار سُرخ نہو گا گلاب سُرخ

کشتہ جو تھا مین ایک بتِ سُرخ پوش کا
ہاتھ آئی حشر مین مجھے فردِ حساب سُرخ

ہم دل جلون کا سینہ ہے میخانے کا جواب
وان ہو شرابِ سُرخ یہان ہے کباب سُرخ

رہتا ہے دل مین بادۂ گلرنگ کا خیال
ساقی رہے نہ کیون مری چشمِ پُر آب سُرخ

غازہ جو اُسنے رات کو منھ پر لگا لیا
مانند آفتاب ہوا ماہتاب سُرخ

فرقت مین یاد وہ رُخِ گلگون جو آگیا
خون روئے اسقدر کہ ہوا فرشِ خواب سُرخ

قاصد سمجھ گیا مین یہ ایما ہی قتل کا
شنجرف سے لکھا مجھے اُسنے جواب سُرخ

چھوئے جو اپنے دستِ نگارین سے وہ نگار
یاقوت کیطرح سے ہو دُرِّ خوش آب سُرخ

چھنتا ہے نورِ عارضِ گلگون سے اسقدر
ہو جاتی ہے سفید بھی اُسکی نقاب سُرخ

اُبھرا جو اُس نگار کا جوبن شباب مین
دریائے حسن مین نظر آئے حباب سُرخ

پرتو سے تیرے شانِ جمال و جلال کے
ہے روئے مہ سفید رُخِ آفتاب سُرخ

مخمور آنکھیں یہ نہین ساقی کی میکشو
بلّور کی پیالیون مین ہے شراب سُرخ

خونریزیان ٹپکتی ہین قاتل کی وضع سے
جوڑا گلے مین سُرخ کمر مین ہو ڈاب سُرخ

مہندی لگا کے ہاتھ جو دھوئے وہ گلبدن
پانی ہو کیون نہ طشت مین مثلِ شہاب سُرخ

مطلب نہین امیر کو حور و قصور سے
ساقی ہو سبزہ رنگ الٰہی شراب سُرخ

ردیف دال مہملہ

کون اُٹھائے گا تمھاری یہ جفا میرے بعد
یاد آئیگی بہت میری وفا میرے بعد

ہون وہ نالان کہ ہے اتنے لیے مرنیکی خوشی
چین سے سوئیگی سب خلق خدا میرے بعد

جتنا جی چاہے بلاؤن مین پھنسا لو مجھ کو
کوئی پاؤگے نہ مشتاق بلا میرے بعد

ہے وصیّت مری مرقد پہ یہ لکھدین احباب
کہ کرے کوئی کسی سے نہ وفا میرے بعد

شکر ہے کچھ تو محبت مین ہوا رنگِ اثر
تین دن اُسنے لگائی نہ حنا میرے بعد

کون ماتم مین ہے یون دل کا جلانیوالا
گل ہوئی شمعِ مزارِ شہدا میرے بعد

ضعف مین ہی تنِ مجنون بھی مہ نو لیکن
ہے وہ عالم مین تو انگشت نما میرے بعد

مر گیا ہون مین صنم تیری فراموشی پر
یاد کرنا نہ مجھے بہرِ خدا میرے بعد

تھا وہ بلبل کہ جگر مین مرے کانٹا کھٹکا
چمنِ حسن مین جو پھول کھلا میرے بعد

خون مرا کرکے بہت ہاتھ ملے قاتل نے
نہ جما پر نہ جما رنگِ حنا میرے بعد

تھی مرے دم سے فقط اُسکے ستم کی تیزی
نہ رہے جوہرِ شمشیر جفا میرے بعد

میرے مرتے ہی ملا خاک مین اوجِ جنون
دشت مین کوئی بگولا نہ اُٹھا میرے بعد

نگہ ناز سے مارا نہ کسی کو اُس نے
یار سے کھنچ نہ سکی تیغ ادا میرے بعد

خوشخطون نے نہ کسی کو بھی کیا زیر و زبر
یک قلم چھوٹ گئی مشقِ جفا میرے بعد

زینتِ محفلِ ارباب سخن تھا مین امیر
نہ رہی رونق بزم شعرا میرے بعد

موت پھر جاتی ہو آنکھون مین اگر آتی ہو نیند
رات بھر مروے ہی مرے مجکو دکھلاتی ہو نیند

ہجر مین مجھ تک جو آتی ہو تو گھبراتی ہے نیند
مانگ کر پلکون کے پر آنکھون سے اڑ جاتی ہو نیند

دیکھتا ہون انکی پلکون کو جو آجاتی ہو نیند
جانکر دیوانہ مجھ سے تنکے چھواتی ہو نیند

ہجر کی شب ایک تو یو ہین نہین آتی ہو نیند
اور بک بک سے ترے ناصح اڑی جاتی ہو نیند

درد دل کہتا ہون مین جب رات کو کہتے ہین وہ
ختم کیجئے یہ کہانی اب نہین آتی ہو نیند

تیرے جگنو کا اگر آنکھونکو بندھتا ہو خیال
کرمک شب تاب بنکر صاف اڑ جاتی ہو نیند

ایکدم کو تو کرم فرما اگر ہو ہجر مین
اے اجل دیکھون تو پھر کیونکر نہین آتی ہو نیند

جاگتے مین جو فرشتونکو نہین آتا نظر
وہ تماشا خواب مین انسانکو دکھلاتی ہو نیند

جانتے ہو بند کیون ہوتی ہین آنکھین وقتِ خواب
اہل بینش چشم پوشی تمکو سکھلاتی ہے نیند

لیٹتا ہون روز یہ کہکر مین مشتاقِ جمال
آج دیکھون سیر کیا کیا مجکو دکھلاتی ہو نیند

غفلتِ پیری ہو اب تھی نوجوانی تک ترنگ
رات کے جاگے ہوئے کو جیسے آجاتی ہو نیند

غافلونکو اور غافل میری صحبت نے کیا
آگئی غفلت کو غفلت نیند کو آتی ہے نیند

ڈرتی ہو میرے سیہ خانے مین جو آتے ہوئے
موت کو ہمراہ لے لیتی ہو تب آتی ہو نیند

خواب مین ہر شب نظر آتے ہین کیا کیا ماہرو
اخترِ طالع کو میرے روز چمکاتی ہو نیند

چشم وا ہی شام سے ہر چند دروازے کیطرح
پر ہجوم رنج ہو آنے نہین پاتی ہے نیند

یعنی غفلت مین ہین خوش اسطرح یہ اہل جہان
جیسے ہنس پڑتے ہین لڑکونکو جو آجاتی ہو نیند

سخت جان ہون ہجر مین پڑتی ہی گر تیغ اجل
یون اچٹ جاتی ہو وہ جیسے اچٹ جاتی ہو نیند

مین تو کیا محفل مین اسکی جاکے سو جاتے ہین پانون
نرم بستر پاکے کیسے پانون پھیلاتی ہو نیند

ہجر مین آرام کیسا ہم بھی شب بیدار ہین
کام کیا راحت کا کیون تکلیف فرماتی ہو نیند

ہجر جانان مین جو سو غمزدون سے آتی ہی امیر
خفتگانِ خاک کی صورت سُلا جاتی ہی نیند

چشم موسیٰ کو رہے برق سرِ طور پسند
ہمکو اُس چہرۂ پرنور کا ہے نور پسند

جتنے میوے چمن دہر مین ہین اُن سب مین
تیرے مجروح کو ہے زخم کا انگور پسند

شکل ملتی ہی تری زلفِ سیہ سے کچھ کچھ
کیون نہو ہمکو سوادِ شبِ دیجور پسند

اور نغمون سے نہین بزم جہان مین کچھ کام
اپنے کانونکو تو ہے نغمۂ منصور پسند

کاش جرّاح چھڑک دے کہین تھوڑا سا نمک
میرے زخمونکو نہین مرہم کافور پسند

تیری تعریف کے ہین کان ہمارے مشتاق
ذکر لیلیٰ کا نہ شیرین کا ہے مذکور پسند

تیرہ دل چاہین کیون سارے جہانمین اندھیر
شپرہ کو ہے سوادِ شبِ دیجور پسند

ہون مین شاعر ہی مجھے شعر سے رغبت ایسی
جس طرح مست کو ہو بادۂ انگور پسند

کیون کہی بات جو کہنے کی سزاوار نہ تھی
خود ہوا دار پہ رہنا تجھے منصور پسند

اک نظر میرے دل صاف کو دیکھے جو کبھی
آئنے کو نہ کرے وہ بُتِ مغرور پسند

کاٹ کر راہ مرے گھر کی چلے اور طرف
یہ طریقہ نہین مجکو کسی دستور پسند

تنگ آیا ہون بہت اہل وطن سے مین امیر
کیون نہو دلکو وطن سے سفرِ دور پسند

آفت ہین یون جہانمین اہلِ ہوس کے گرد
ہو عنکبوت گھات مین جیسے مگس کے گرد

پھولونکا ڈھیر روز لگاتے ہین گلفروش
رہتا ہے پھول والونکا میلا قفس کے گرد

گھیرے ہین درد و غم دلِ نالانکو عشق مین
یہ قافلے کا قافلہ ہے اس جرس کے گرد

ساقی وہ بادہ خوار ملامت پسند ہون
ساغر بکف پھرا ہون مین برسون عسس کے گرد

گھیرے ہین تیغ یار کو ایذا کشانِ عشق
مظلومونکا ہجوم ہے فریادرس کے گرد

زودانِ سر مین الفتِ لب کا یہ حکم ہے
بیمار بن کے پھریے مسیحا نفس کے گرد

سر پھر گیا کسی کی پلک یاد آگئی
دیکھا کبھی بھنور کو جو چکر مین خس کے گرد

عالم تمام بحث عقول عشر مین ہے
کیا سیر ہے کہ ایک زمانہ ہو دس کے گرد

سودائے زلف مین مین عزیز جہان ہوا
ایسا مزہ ملا کہ پھرا سانپ ڈس کے گرد

حسرت ہو دید گنبد مولا کی اے امیر
آنکھونکی پتلیان ہون تصدق کلس کے گرد

ہونچا نہین کوئے بت دلخواہ مین قاصد
کیا جانے کہان بیٹھ رہا راہ مین قاصد

اک چاند کے ٹکڑے کو لکھا مین نے خطِ شوق
لیجا مرے نامے کو شبِ ماہ مین قاصد

مکتوب مین اُس چاہ زنخدان کی ہو تعریف
ڈر ہے نہ کہین ڈوب مرے چاہ مین قاصد

اُس بت نے نکالا تھا اگر مجھ تک آتا
کیون بیٹھ رہا خانۂ اللہ مین قاصد

کیسا چمنِ کوچۂ جانان مین گیا جلد
ٹھہرا نہ کہین مثلِ صبا راہ مین قاصد

لیکر خبر یار پھرے جلد الٰہی
بھیجا ہے بڑے صدقہ جانکاہ مین قاصد

خط لیکے گیا ہے کئی گذرے ہین مہینے
آتا ہے ادھر دیکھیے کس ماہ مین قاصد

خط اُس نے لکھا سچ ہے یہ کہتا تو قسم کو
چل حضرت عباس کی درگاہ مین قاصد

ڈھیلی ہے کمر کس کے ذرا باندھ دوبارہ
گر جائے نہ خط کھل کے کہین راہ مین قاصد

خط پڑھتے ہی ہوتے وہ ادھر آپ روانہ
ہوتا جو اثر کچھ بھی مری آہ مین قاصد

بھیجا تھا امیر اُسکو تو اُس بت کی گلی مین
سیدھا گیا اللہ کی درگاہ مین قاصد

ردیف دال مہملہ

خنجرِ قاتل نکر اتنا روانی پر گھمنڈ
سخت کم ظرفی ہو اک دو بوند پانی پر گھمنڈ

شمع کے مانند کیا آتش زبانی پر گھمنڈ
صورتِ پروانہ کر سوزِ نہانی پر گھمنڈ

ہو اگر شمشیرِ قاتل کو روانی پر گھمنڈ
بسملون کو بھی ہو اپنی سخت جانی پر گھمنڈ

بار اُٹھانیکا ہو اُسکے حوصلہ ای جان زار
اب تلک تجکو ہو زورِ ناتوانی پر گھمنڈ

نوبتِ شاہی سے آتی ہے صدا شام و سحر
اور کرے چار دن اہلِ دارِ فانی پر گھمنڈ

دیکھ او نادان کہ پیری کا زمانہ ہو قریب
کیا لڑکپن ہے کہ کرتا ہو جوانی پر گھمنڈ

چار ہی نالے ہمارے سُن کے چپکی لگ گئی
تھا بہت بُلبُل کو اپنی خوش بیانی پر گھمنڈ

عفو کے قابل مرے اعمال کب ہین ای کریم
تیری رحمت پر ہی تیری مہربانی پر گھمنڈ

شمع محفل شامت آئی ہو تری خاموش ہو
دل جلونکے سامنے آتش بیانی پر گھمنڈ

طبع شاعر آکے زورون پر کرے کیونکر نہ ناز
حب کو ہوتا ہے جوانی مین جوانی پر گھمنڈ

چار موجون مین ہماری چشمِ تر کے رہگیا
ابرِ نیسان کو بھی تھا دُر فشانی پر گھمنڈ

دیکھنے والونکی آنکھین آپنے دیکھین نہین
حق بجانب ہو اگر ہے لن ترانی پر گھمنڈ

عاشق و معشوق اپنے اپنے عالم مین ہین مست
وان نزاکت پر تو یان ہو ناتوانی پر گھمنڈ

تو سہی کلمہ ترا پڑھوا کے چھوڑون ای صنم
زاہدونکو ہے بہت تسبیح خوانی پر گھمنڈ

سبزۂ خط جلد یارب رُخ پر اُسکے ہو نمود
خضر کو ہے اپنی عمرِ جاودانی پر گھمنڈ

گور مین کہتی ہو عبرت قیصر و فغفور سے
کیون نہین کرتے ہو اب صاحبقرانی پر گھمنڈ

ہے یہی تا نہ آبِ خنجرِ جلاد مین
چشمۂ حیوان نہ کر تو اپنے پانی پر گھمنڈ

حال پر اجداد و آبا کے تفاخر کیا امیر
ہین وہ نادان جنکو ہے قصّے کہانی پر گھمنڈ

ردیف دال مہملہ

کیا رُکے قضا کے وار تعویذ
قلعہ ہے نہ کچھ حصار تعویذ

چوٹی مین ہے مشکبار تعویذ
یا فتنۂ روزگار تعویذ

دونون نے نہ درد دل ہٹایا
کیا نادِ علیؑ مین بھی اثر ہے
ڈرتا ہون نہ صبح ہو شب وصل
ہمکو بھی ہو کچھ امید تسکین
پتّال کو جڑ ہماری پہونچی
حاجت نہین اُنکو نور تن کی
کھٹکے وہ نہ آئے فاتحے کو
پی جائینگے گھول کر کسے آپ
اے ترک ٹلین بلائین سر سے
ڈر ہے تمھین کنکنون سے لازم
اکسیر کا نسخہ اسکو سمجھون

گنڈے کا ہے رشتہ دار تعویذ
چارون ٹکڑے ہین چار تعویذ
ہے مہر وہ زرنگار تعویذ
کھوئے جو تپِ خیار تعویذ
گاڑا نہ پائے یار تعویذ
بازو پہ ہین پانچ چار تعویذ
دیکھا جو سرِ مزار تعویذ
ہے نقشِ خاکسار تعویذ
اِک تیغ کا خطِ ہزار تعویذ
لایا تو ہے سادہ کار تعویذ
کھوئے جو ترا غبار تعویذ

مجمع ہے امیرؔ کی لحد پر
میلے کا ہے اشتہار تعویذ

چوٹی مین اگر ہے یار تعویذ
یان حُب کے تو پانچ چار تعویذ
ہے مارِ سیاہ اُسکی چوٹی
گھر اُن کے گئے تو ہمنے گاڑے
لکھے مرے خون سے جو عامل
جاتی نہین ہجر کی تپِ حار
قاتل نے لکھا جو کوئی پُرزہ
چاندی ہوئی اُسکی جب دیا حکم

لا ہیرے ہی سر سے مار تعویذ
وان بغض کے ہین ہزار تعویذ
سن سانپ کا زرنگار تعویذ
چارون کونون مین چار تعویذ
دکھلائے نئی بہار تعویذ
ناحق ہے گلے کا ہار تعویذ
سمجھا مین جگر فگار تعویذ
سونے مین منڈھے سُنار تعویذ

ہو ایک سپر نہ تیغ غم کی
ہیکل میں جو ہوں ہزار تعویذ

لو تار نظر مری اگر ہے
ڈورے کا امید وار تعویذ

کیوں رشک سے دل جلے نہ میرا
ہو اُس سے جو ہمکنار تعویذ

چوٹی نے ترے جو سر چڑھایا
ہے صاحب افتخار تعویذ

بازوے صنم کہاں کہاں تو
اللہ رے ترا وقار تعویذ

اللہ رے امیر سوز فرقت
جل جاتا ہے برق وار تعویذ

ردیف رائے مہملہ

دلِ پُرداغ کا مسکن نہیں ہو اُسکے گیسو پر
اُگا ہے پھول لالے کا یہ گویا شاخِ شبو پر

ہجوم ایسا ہوا گلشن میں اُسکے قدِ دلجو پر
گرے سرو لبِ جو ٹوٹ کر سرِ لبِ جو پر

الٰہی شکر رتبہ میرے خطِ شوق نے پایا
عوض تعویذ کے باندھا ہو اُسنے اپنے بازو پر

کہاں جاتا ہو اپنی فکر سے اُس چشم کا مضمون
یقین ہو صید ہو ڈالا ہو گھوڑا ہمنے آہو پر

سنبھل سکتا نہیں ہو سر دفورِ ناتوانی سے
اگر تکیے سے اُٹھتا ہو تو آ رہتا ہے زانو پر

اُمیدِ قتل ترکِ چشم سے کچھ تو پڑی تی ہے
بڑھا کر دستِ مژگاں رکھدیا ہو تیغ ابرو پر

یہ شوقِ قتل تھا ہمکو کہ مقتل میں گلا رگڑا
کبھی شمشیر کے نیچے کبھی شمشیر کے اوپر

پرستش سے بتِ پندار کی انکو ہو کب فرصت
مسلمان کیا سمجھکر طعنہ زن ہوتے ہیں ہندو پر

مرے رونے نے فرقت میں رُلایا ایک عالم کو
بہائے ابر نے دریا مرے ایک ایک آنسو پر

جھک جاتا ہو دردِ دل زیادہ ہجر ساقی میں
اگر برسات میں شب کو نظر پڑتی ہو جگنو پر

اگر رخصت ہی ہو مدِ نظر اتنا ٹھہر جاؤ
کہ اپنے داغِ دل کی اشرفی باندھوں میں بازو پر

درِ جاناں پہ مطلب تھا یہ میرا لغزشِ پا سے
کہ اس حیلے سے رکھدوں ہاتھ دروازے کے بازو پر

خبر تجھکو نہین ہو اے سگِ جانان تعجب ہو
سگِ اصحابِ کہف آیا ہماری لاش کے اوپر

پڑا خط بھی نہ میرے تن پہ میری سخت جانی سے
تفاخر تھا بہت قاتل کو اپنے زورِ بازو پر

امیر انجام کا کب دھیان رہتا ہے محبت مین
مسلمان ہو کے ہم عاشق ہوئے اک طفلِ ہندو پر

نقط کہتا نہین مین شعر اُس مصرعِ گیسو پر
رباعی اک نئی ہوتی ہو موزون چار ابرو پر

نہین خالِ سیہ جو ہو نمایان اُسکے ابرو پر
نشیمن زاغ نے آکر بنایا شاخِ آہو پر

وہ شاہِ حُسن تِل بیٹھے تو یہ اوجِ شرف بخشے
کہ صدقے ہو ہما پھر پھر کے شاہین ترازو پر

مرض مین اُسکے گھر جاکر عیادت کا مزہ اُٹھا
دعا ہمنے پڑھی جب ہاتھ رکھکر اُسکے بازو پر

معطر مغزِ جان تک ہو جو میرے داغِ دل سونگھین
چمن مین مست ہین کیا بلبلین پھولونکی خوشبو پر

سلام اُس ترک کا لینا ہے ایما قتل کا شاید
کہ رکھتا ہو وہ پیشانی کے بدلے ہاتھ ابرو پر

ہوا مین بھینچن فرقت مین سینہ کرکے یاد اُسکا
خیال آیا جو زانو کا تو مارا ہاتھ زانو پر

نئی وحشت ہی مجھکو وحشیون سے اُنس ہے ایسا
کہ آنکھین دشت مین ملتا ہون نقشِ پائے آہو پر

خیالِ ناوکِ مژگان نے یہ سوراخ ڈالے ہین
کہ توڑے کا گمان ہوتا ہے مجھکو اپنے پہلو پر

گرے تھے نہرِ گلشن مین کبھی دو اشکِ گرم اپنے
حباب اُنکو نہ سمجھو ہین یہ تبخالے لبِ جو پر

نہایت تنگ ہو قاتل ہماری سخت جانی سے
کہ تن پر خط نہین پڑتا کوئی اس دست و بازو پر

کیا دلکو جلا کر خاک اپنی بنی وسمہ
بڑی مشکل سے پایا قبضہ اُسکی تیغِ ابرو پر

ملے بازو اگر اُس ترک نے دستِ حنائی سے
جمایا طائرِ رنگِ حنا نے رنگ بازو پر

بہت کرتا تھا رم جب سامنے آیا وہ صید افگن
نہ سوجھا کچھ پڑے حیرت کے پردے چشمِ آہو پر

صدف کی کیا حقیقت ہو اگر ہم مین نہو گوہر
نہ کیونکر آبرو ہو آنکھ کی موقوف آنسو پر

پسِ مُردن یہ بخشی ہمکو رفعت بیقراری نے
چھپے ہم خاک کے نیچے گئے افلاک کے اوپر

بڑھا جاتا ہے تجھسے دیکھ کو سون ناقۂ لیلیٰ
سوار اے قیس تو بھی کیون نہین ہوتا ہے آہو پر

سہی قد یاد آتے ہین جو گلشن مین خرامان بھی
بھر آتی ہین امیر آنکھین مری قمری کی کوکو پر

گیا قصد جب کچھ کہون اُن کو جل کر
دبی بات ہونٹھون مین منھ سے نکل کر

گرا مین ضعیف اُسکے کوچے کو چل کر
زمین رحم کر تو ہی پہونچا دے ٹل کر

نئی سیر دیکھو سوے قاف چل کر
سرِ راہ بیٹھی ہین پریان نکل کر

اِدھر کی نہ ہو جائے دُنیا اُدھر کو
زمانے کو بدلو نہ آنکھین بدل کر

وہ کرتے ہین باتین عجب چکنی چکنی
یہ مطلب کہ چوپٹ ہو کوئی پھسل کر

وہ مضطر ہون مین کیا مرے ساتھ گھڑیون
تڑپتا ہے سایہ بھی کروٹ بدل کر

یہ کہتی ہے وہ زلف عمرِ خضر سے
کہ مجھ سے کہان جائیگی تو نکل کر

گلستان نہین ہے یہ بزم سخن ہے
کہو شاعرون سے کہ پھولین نہ پھل کر

غضب اوج پر ہے مری بیقراری
زمین آسمان بن گئی ہے اُچھل کر

پڑا تیر دل پر جو مُنھ تو نے پھیرا
نشانہ اڑایا ہے کیا رُخ بدل کر

نہ آئین گے وہ آج کی شب بھی شاید
کہ تارے چھپے پھیر فلک پر نکل کر

چلو و خشبو بزم گلزار سے مہکے
گل آئے ہین بوتناک مین عطر مل کر

چھپا کب بہت خاک ظالم نے ڈالی
شفق بنگیا خون میرا اُچھل کر

کمر بال سی ہے نہ لچکے یہ ڈر ہے
جوانی پہ اے ترک اتنا نہ بل کر

حضور اُسکے باتین جو کین ڈرتے ڈرتے
کھڑا ہو رہا دور مطلب نکل کر

چھپے حرف گیری سے سب عیب میرے
ہوئی پردہ ہر بات مین تہ نکل کر

وہ ہون لالہ سان سوختہ بخت بیکس
کہ مے ہو گئی داغ ساغر مین جل کر

کہے شعر امیر اُس کمر کے ہزارون
مگر رہ گئے کتنے پہلو نکل کر

یہی سوز دل ہے تو محشر مین جل کر — جہنم اُگل دیگا مجھکو نگل کر

پڑی مجھ پہ اوچھی وہ تلوار چل کر — گئی کس طرف موت کمبخت ٹل کر

نہ وحدت سے مطلب نہ کثرت سے مطلب — نہ گھٹ کر ہون قطرہ نہ دریا اُبل کر

تری بات بھی تیر ہے ناوک افگن — گرو ہی میرے دل مین زبان سے نکل کر

جو شامِ شبِ ہجر دیکھی تو سمجھے — قضا سر پہ آئی ہے صورت بدل کر

جہان مین نہ کی قدرِ غم جب کسی نے — پشیمان ہوا میرے دل سے نکل کر

رُخ اُس بُت کا شاید نکلتا ہے پتھر — کہ قدمون پہ گرتی ہین نظرین پھسل کر

جلا تھا مرا دل جو پروانہ آسا — کہا مین نے بھی شمعرو اُن کو جل کر

جلانے کو دل داغِ سینہ ہے حاضر — مگر تو ہی لے داغ پہلے بہل کر

جو کھینچے گا بھی تیر سینے سے ظالم — تو پیکان سے لیجائیگا دل بدل کر

اُنھین آتے دیکھا تو دوڑین نگاہین — گئین آنکھین اُن سے بھی آگے نکل کر

یہ میری طرف پانون محفل مین کیسے — ذرا آدمیت سے بیٹھو سنبھل کر

عزیز اسقدر نقد جان کیون ہو اے دل — خدا دے جو ہمت تو نذرِ اجل کر

بشر کیون نہو بے وطن ہو کے مضطر — تڑپتی ہے دریا سے مچھلی نکل کر

وہ بسمل ہون جب ہاتھ قاتل نے کھینچا — گلے پر مرے گر پڑی تیغ اُگل کر

مرا دل بھی آئینہ انجمن سا ہے — دکھاتا ہے سو رنگ صورت بدل کر

قدم جب خوشی نے درِ دل پہ رکھا — صدا غم نے دی دیکھ ظالم سنبھل کر

امیر اہل مسجد سے اظہار تقویٰ
ابھی آئے ہو میکدے سے نکل کر

دکھائی ادا طرفہ ظالم نے چل کر — دوپٹہ گرا سر پہ شانے سے ڈھل کر

ارادہ ہے خود اُنسے پوچھون مین چل کر — یہ خط تمنے پھاڑا کہ قاصد نے جل کر

جو برسات میں تا درِ یار پہونچے
بہانہ کیا خود گرے ہم پھسل کر

توقع ہے دھوکے میں آکر وہ پڑھ لیں
کہ لکھا ہے نامہ انھیں خط بدل کر

کہیں محتسب چونک اُٹھے نہ غش سے
نہ جا بوئے مے میکدے سے نکل کر

یہ مہر و مہ و لالہ و گل نہ سمجھو
دکھاتے ہیں جلوے وہ شکلیں بدل کر

زمیں پر نہیں پاؤں رکھتا ہے قاتل
کہو خون دامن پکڑلے اُچھل کر

وہ نیرنگ پرواز ہے عمرِ انساں
دکھاتی ہے یہ تین شکلیں بدل کر

نکالا جو پیرِ مغاں نے تو غم کیا
بلالے گی پھر دخترِ رز مچل کر

کھنچے دل نہ کیونکر حسینوں کی جانب
جو بارہ بھی دوڑے کنوئیں سے نکل کر

دمِ فکر ہے دھیان کس خوبرو کا
کہ سانچے میں آتے ہیں مضموں ڈھل کر

پڑا ہے جو بے آب چاہِ زنخداں
ہوا کیا عرق تیرے رُخ سے نکل کر

نفس وار کی ایک جا آمد و شد
کہ مقصود اپنا ٹھکانا تھا چل کر

حسیں کیوں نہ جوشِ جوانی کو روئیں
کہ جوبن مٹا اشک کی طرح ڈھل کر

وہ بقعت ہے تیرا کہ آتے ہیں قاتل
جواں دوڑ کر گھٹنیوں طفل چل کر

نہ جائے کبھی وارِ قاتل کا خالی
جگر دب رہے روک لے دل اُچھل کر

یہ خواہاں ہے مثلِ نگیں بے نشانی
نہ جائے کہیں نام ہم سے نکل کر

مرے قتل سے وہ کمر کب ہے منکر
خطر کیا ہے بیٹھی ہے کیوں ناف ٹل کر

یہی سوزِ غم ہے تو اشکوں کی صورت
کسی روز بہ جائے گا دل پگھل کر

امیر اپنے تن کی بڑھی یہ حرارت
کہ جن ہو گئی خاک سائے سے جل کر

نہ جاتا تھا اُس تک کبوتر دہل کر
روانہ کیا روغنِ قاز مل کر

تھکے مدتوں راہ میں خبط چل کر
وہ در تک بھی آئے نہ گھر سے نکل کر

شب تار ہو جائے گا روز روشن
زمانے کو بدلو نہ آنکھیں بدل کر

کرے وہ جو بندے کی اپنے حفاظت
تو یوسفؑ جوان بھیڑیون مین ہو پل کر

ضعیفونکو ہے باعث زیست بستر
کہ مٹتا ہے عکس آئینے سے نکل کر

ذرا گرم نظرون سے دیکھے جو ساقی
ابھی مے سے بتلا ہو شیشہ پگھل کر

لگا رہنے دو در سے بیتاب دل کو
کہان جائے بازو سے مچھلی نکل کر

گرین گرم آنسو جو دریا مین میرے
صدف مین گہر بھر ہو قطرہ پگھل کر

عجب خاک تیرہ بھی ناگن ہی موذی
کرے غم ہے بچون کو اپنے نگل کر

مے گرم نے کر دیا گرم ساقی
صراحی پلا کوئی شورے سے جھل کر

یقین ہے کہ پھر جان ہی لین یہ موذی
جو بیٹھین کبھی سنتش چھپاپ نکل کر

جو وہ اُٹھ چلے اہل محفل تو کیسے
بگڑے سینہ اُسکا دامن اُچھل کر

رقیبون سے کیا راہ ہے ڈاکیون کو
کہ دیتے ہین مجھکو خط اُس کا بدل کر

وہ مجنون ہون جسکو صحرا مین بھٹکوں
چراغ سر راہ ہو گھانس جل کر

ابھی جان دیدون جو دے مجکو مٹی
غبار اُس ستمگر کے دل سے نکل کر

اُٹھا ایدل آنکھون سے اتنا نہ طوفان
کنوئین بیٹھ جاتے ہین اکثر اُبل کر

نظر چشم دل کو وہ بے پردہ آ دے
جلایا جو پردون کو آنکھوں نے جل کر

جھکائی لحد گل خون کو فلک نے
پڑی کس شکنجے مین نازون سے پل کر

مرے آنسوؤن نے مجھے بخشوایا
بڑے کام آئے یہ لڑکے مچل کر

ہو میرا مرنا نہ اُس گلبدن سے
مٹا ہے نہ رنگ حنا ہاتھ مل کر

وہ لاغر تھا مین ہفت قلزم مین ڈوبا
گرا آنکھ سے ایک آنسو جو ڈھل کر

امیر آسمان بھی کھلاڑی ہے شاطر
دکھاتا ہے کیا کیا یہ نقشے بدل کر

آستین سے جو ہوا دست ستمگر باہر
مین یہ سمجھا کہ ہوا میان سے خنجر باہر

ڈر سے آسکتے نہیں میرے سیہ خانے مین
ماہ و خورشید چلے جلتے ہین باہر باہر

داغ اُلفت مرے دلمین کوئی چھپ سکتا ہے
شمع فانوس کا نور ایک ہے اندر باہر

غیر قاتل سے جُدا ہو نہین آتا ہے یقین
ہوگا سنگ کوچۂ قصاب سے کیونکر باہر

کیا ہوا خط کا جو اُس چاہ ذقن پر ہے ہجوم
مور روزن سے نکلتے ہین برابر باہر

شوق ہوتا جو نہ اُس چاہِ ذقن کا رہبر
کبھی ظلمات سے ہوتا نہ سکندر باہر

ایک گھر مین نہین رہ سکتے ہین یان دو انسان
حشر کو ہونگے ہر اک قبر سے ستر باہر

ہون وہ دیوانہ جو رکھتا ہو نہین زندان مین قدم
غل یہ زنجیر مچاتی ہے کہ باہر باہر

مجمر چشم سے کیون دانۂ اشک آئے نہ تند
کہ سپند آگ سے آتا ہے چٹک کر باہر

ہون وہ جانباز مین آیا تو پئے استقبال
تیر ترکش سے چلا میان سے خنجر باہر

جاہتا ہے کہ وہ بے پردہ ہو آنکھون کی حضور
اتنا جامے سے نہو کوئی کبوتر باہر

قاصدی کیا جو خط اُس تیر فلک کو مین لکھون
جاہ سے ڈر کے نہو کوئی کبوتر باہر

شیخ صاحب نے جو رندون کی سُنی ہے آمد
کیسے گھبرائے پڑے پھرتے ہین اندر باہر

بھون چڑھاتا ہو عبث جان بھی دی سر بھی دیا
کب ہوا تجھ سے مین اے ترک ستمگر باہر

بادہ خوارون کا زمانے سے جدا ہے عالم
بھٹیان ہوتی ہین آبادی سے اکثر باہر

روح سے قدر ہے اِس پیکر خاکی کی امیر
کیا حقیقت ہے صدف کی جو ہو گوہر باہر

موج وحشت نے ہزارون کو پنہائی زنجیر
رنگ لائی تری گردن کی طلائی زنجیر

ہے ہمارے دل صد چاک کا حلقہ وہ زلف
شانہ ہی کون جو چھوتا ہے پرائی زنجیر

آج منت ہوئی پوری ترے دیوانے کی
ملک الموت نے پانون کی بڑھائی زنجیر

اے جنون مان خدا کو نہ کرہی کر مجھپر
عرش ہل جائیگا مین نے جو ہلائی زنجیر

ہو خوشی مجکو جو زندان سے رہائی کی تو یہ
تنگ ہے قید سے پائیگی رہائی زنجیر

تری باتون سے پریرو نہین نالان مین فقط
کھینچتی ہے مرے پانوٗنکی دہائی زنجیر

قید خلنے کی طرح وادیٔ وحشت مین بھی قید
ہو گئی مجکو مری آبلہ پائی زنجیر

یادِ گیسو نے دکھایا ہے تماشا کیسا
شیشۂ دل مین ہمارے اُتر آئی زنجیر

کس پری کے گُلِ عارض کا مین دیوانہ تھا
گر مرے پانوٗن مین پھولی نہ سمائی زنجیر

قید خانہ نظر آیا مجھے وحشت مین چمن
موجِ گل آئی تو سمجھا مین کہ آئی زنجیر

اے پری دستِ حنائی کا مین دیوانہ ہون
چاہیئے ہو مری گردن مین طلائی زنجیر

پانوٗن پر اُنکے گری ہو کے پریشان کاکل
مری وحشت نے پری کو بھی پنھائی زنجیر

اپنے ابرو کا وہ دیوانہ جو سمجھا مجکو
یار نے توڑ کے شمشیر بنائی زنجیر

نکلے یون ترے وحشی کو قیامت مین ملک
ہتکڑی ہاتھو مین پانوٗن مین پنھائی زنجیر

اک حسین کا ہون مین دیوانہ تکلف ہے ضرور
نقرئی طوق ہے زیبا تو طلائی زنجیر

تیرا وحشی جو کبھی جانبِ صحرا گذرا
طوق گرداب نے موجون نے پنھائی زنجیر

ہر گھڑی نعل در آتش ہون جو ایسا آہنگر
آہنِ برق سے کیا تو نے بنائی زنجیر

ہے جنون پانوٗن ہین مجروح تو گردن مین خراش
طوق گلرنگ لہو سے ہے حنائی زنجیر

اپنے دیوانے کے مدفن پہ جو آیا وہ امیر
جائے گل سایۂ گیسو سے چڑھائی زنجیر

تیغِ قاتل بھی نہین چلتی کبھی مجھ زار پر
وائے بیرحمی کہ پانی بند ہے بیمار پر

جابجا سبزہ نہین اے دل یہ قصرِ یار پر
بال کھولے پریان پھرتی ہین سرِ دیوار پر

ہون وہ وحشی جب قدم رکھا درِ دلدار پر
چڑھ گیا سایہ پری بنکر سرِ دیوار پر

جور ہفت افلاک ہین انسان کے جسمِ زار پر
بوجھ ان ساتون چھتون کا ہے اسی دیوار پر

یہ مرے بیت الحزن پر چھائی ہے بوسیدگی
ڈرتے ڈرتے سایہ رکھتا ہے قدم دیوار پر

کہ گئی گل کرکے میری شمع بالین کو صبا
کوئی او نادان روتا ہے سر بیمار پر

بے نقاب آؤ چمن میں تم تو ہر برگ حنا
ہاتھ رکھدے بڑھ کے چشم نرگس بیمار پر

ہوں وہ بلبل یہ کیا گلشن کو دو نغموں میں مست
دست گلچین پڑ گیا اکثر بہک کر خار پر

وار کرنے کی نہ قاتل کو ملی گلشن میں بار
دوڑ کر خود رکھدیا میں نے گلا تلوار پر

باغ سے پہونچا میں وحشی بے تکلف سوئے دشت
پاؤں بھی رکھا نہ مثل بوے گل دیوار پر

مے سے کپڑے زاہدان خشک کے کیا تر کیے
جل کے ہمنے آگ رکھدی جبہ و دستار پر

وہ حسین ہو تو ہو زندان میں جسدم جلوہ گر
کھنچ گئی تصویر یوسف ہر طرف دیوار پر

بیٹھتے ہی بیٹھتے ہر پر ہوا بال ہما
جو کبوتر اڑ کے آ بیٹھا تری دیوار پر

گرد گل کانٹے نہیں ہوتے یہ گلشن میں نمود
انگلیاں اٹھنے لگی ہیں عندلیب زار پر

کی نظر قاتل نے جب سیر طرف کی میں نے آہ
وار رو کے سیکڑوں تلوار کے تلوار پر

زیر و بالا یہ کیا مرغان گلشن نے ہجوم
اور اک دیوار اٹھی باغ کی دیوار پر

آنکھ اگر آئینۂ وحدت نما سے ہو دوچار
ہو یہ طوطی کا عالم سبزۂ زنگار پر

باغ سے باہر تو کیا جاؤں نگا میں بے بال و پر
اڑ کے پہونچوں بھی تو پہونچوں باغ کی دیوار پر

شمع ساں گریاں ہے قاتل میرے بالین پر امیر
موت کو روتے ہوئے دیکھا اسی بیمار پر

لڑتے ہیں عشاق کیا کیا ابروے خمدار پر
روز یاروں کے گلے کٹتے ہیں اس تلوار پر

جلوہ گر ہے خود وہ اپنے طالب دیدار پر
دھوکے کی ٹٹی ہے پردہ یار کے رخسار پر

دیکھکر چھائے سراپا میرے جسم زار پر
کیسے جھنجھلائے وہ اپنے موتیوں کے ہار پر

شان اسکی ہے کوئی فارغ ہو کوئی زیر بار
چھت جو بنتی ہے تو کڑیاں پڑتی ہیں دیوار پر

بھیجے ہم پہونچی جو ابرو تک پلک اس آنکھ کی
باڑھ دیکھی رکھ کے انگلی ترک نے تلوار پر

بند آنکھوں کی دکانیں ہوگئیں ہنگام مرگ
آخر شب کیا اداسی چھا گئی بازار پر

اوج دولت مین بھی کتنے شاد ہین کتنے حزین
لالہ داغی کبک دیکھے خندہ زن کہسار پر

ہو نہین وہ محروم راحت گر نہ پاؤن فرش خواب
گر پڑے دیوار پھٹ کر سایۂ دیوار پر

ہی بلند و پست کی کب تیغ قاتل کو تمیز
سیل کی ہی چال یکسان راہ ناہموار پر

ہون وہ طائر لذت غم کب ہوئی پوری نصیب
تڑپنے مین رہ گئے صیاد سے دو چار پر

اس لیے تا دور ہی سے دیکھنے والے ہون مست
بوتلون کے ٹکڑے ہین میخانے کی دیوار پر

کر کے گلگشت چمن گھر کو چلا جسدم وہ گل
ابر کے بدلے اُداسی چھا گئی گلزار پر

ہی یہی باعث جو ہی رنگ بدن طوطی کا سبز
زہر کھایا ہے تمھارے سبزۂ رخسار پر

نیزۂ قاتل سر بسمل پہ خندان زخم تن
کیا اُگا ہے نخل ماتم قہقہہ دیوار پر

ای پری آتے سلیمان بھی عیادت کو اگر
سورۂ جن پڑھ کے دم کرتے ترے بیمار پر

تیز پڑتی ہی نظر اُس ترک کی تجھ پر امیر
تُل رہا ہے باز کیا گنجشک کے آزار پر

ہو اگر ناز سے وہ بزم مین رقصان جھک کر
چوم لے پاؤن سر گوشۂ دامان جھک کر

مرتبہ پیش خدا ہوتا ہی اُتنا ہی بلند
جسقدر چلتا ہی انسان سے انسان جھک کر

خاکساران زمین کا ہی یہ شوق پابوس
رہ گئی ہے کمر گنبد گردان جھک کر

رفعت قصر تواضع سے اگر واقف ہون
آئین پھر خانۂ درویش مین سلطان جھک کر

مین وہ عاشق ہون صفا کیش پریزادون کا
ہوتے ہین مجھ سے بغلگیر سلیمان جھک کر

دیکھ پائے جو اسی ٹھاٹھ سے ٹکوائے ترک
لے قدم دوڑ کے رستم سر میدان جھک کر

تم وہ لیلی ہو جو آئے تو برائے تسلیم
بید مجنون ہوے شمشاد گلستان جھک کر

بیڑیان بھی جو کٹین ہون وہ اسیر لاغر
پاؤن مین میرے پھنسے طوق گریبان جھک کر

سرکشی اہل تواضع سے کوئی چلتی ہے
پست دروازے سے آتا ہے خود انسان جھک کر

تو وہ گل رو ہے اگر باغ مین رکھتا ہے قدم
چوم لیتی ہے قدم شاخ گلستان جھک کر

قد خم گشتہ پہ کس طرح نہ روئین انسان | سب سمجھتے ہین کہ گر جاتے ہین ایوان جھک کر
آئی پیری تو ملی خاک مین تعمیر حیات | چار دیوار عناصر ہوے ویران جھک کر
ہے یہ ایما کہ چلا چاہتے ہین زیر زمین | چلتے ہین موسم پیری مین جو انسان جھک کر
کہدو صیاد سے کیا ہاتھ بڑھانے سے ہی کام | خود نہ پائے گی نیچے شاخ گلستان جھک کر

یاد رکھ مصرعِ اُستاد یہ ہر وقت امیر
دوست دشمن سے ملے چاہیے انسان جھک کر

دل کو رہتی ہی جو یاد روے جانان رات بھر | ہم بھی حافظ کیطرح پڑھتے ہین قرآن رات بھر
یاد زلفِ یار مین جمعیتِ خاطر کہان | خواب آتے ہین نظر ہمکو پریشان رات بھر
ان دنون ہوتے ہین یون اپنے بسر لیل و نہار | یاد رخ دن بھر خیالِ زلف پیچان رات بھر
کچھ شبِ فرقت نہ پوچھو حال اشک و آہ کا | برق چمکی صبح تک برسا ہی باران رات بھر
بندھ گیا ہے شام سے کس زلف افشان کا دھیان | جگنوؤن سے ہے مرے گھر مین چراغان رات بھر
باغبان ہوتا ہی مجھ گریان سے کیون چین بر جبین | مثل شبنم باغ مین ہون تیرے مہمان رات بھر
نیتِ بد ہے تو کار نیک سے حاصل ہی کیا | جاگتے ہین دزد بھی مثلِ نگہبان رات بھر
عالم افلاس مین کیا روشنی کی احتیاج | ہے چراغِ خانہ اپنا ماہِ تابان رات بھر
اور بیماری مین ہوتا ہے شریکِ درد کون | شمع رہتی ہے مرے بالین پہ گریان رات بھر
تیرے وحشی کی سواری کا ملا کچھ تو پتا | پھونکتے ہین مشعلین غولِ بیابان رات بھر
آتشِ شوق اور میرے قصہ خوان نے تیز کی | کیون سُنایا ذکر بلقیس و سلیمان رات بھر
کی عبادت صبح تک بھیجا کیے ہم بھی سلام | حکم حیدر تھی جو آوازِ نگہبان رات بھر
پوچھتے ہو کیا شبِ فرقت کی تاریکی کا حال | اپنی آنکھون سے رہے ہم آپ پنہان رات بھر
ذرہ و پروانہ آسا گردشِ ایام سے | ہین پریشان حال دن بھر ہم تو سوزان رات بھر

کشورِ و نیمن لکھ کے خط احباب کو بھیجے امیر | کیسے کیسے طے کیے خامے نے میدان رات بھر

غنچہ ساں بیٹھ دلا سر بگریبان ہو کر
رخِ یار آئیگا آنکھوں مین گلستان ہو کر

روحین کشتوں کی گلے ملتی ہین شادان ہو کر
عید سے عید ہوئی یار پہ قربان ہو کر

پتلیان کب تری آنکھوں مین ہین اے غیرتِ حور
دیکھنے آئی ہین پریان تجھے انسان ہو کر

عشق عارض مین گے تارِ نظر چاہتے ہین
رہین قرآن مین شیرازۂ قرآن ہو کر

ناتوانی نے مری مجکو بنایا کانٹا
چشمِ مردم مین کھٹکتا ہون نہین انسان ہو کر

ہو کے محمود مین ہون بندۂ فرمانِ ایاز
ناز پریون کے اُٹھاتا ہون سلیمان ہو کر

ابھی اتنا ہے حجاب اُنکو جو کچھ کہتا ہون
نیچی کر لیتے ہین آنکھین وہ پشیمان ہو کر

جلگیا اُگتے ہی دانا جو مری قسمت کا
انگیا رہ گئی انگشت بدندان ہو کر

ہو جُدا تمسے تو کیا خاک ہے عاشق مین
جسم پیوندِ زمین ہوتا ہی بیجان ہو کر

ہو وہ وحشی مجھے نظروں سے گرائے جو جہان
چشمِ عالم مین پھرون خواب پریشان ہو کر

دل ملا خاک مین ایسا کہ ملا پھر نہ پتا
سیکڑون دانے اُگے خاک مین پنہان ہو کر

گُل ہوا غنچہ تو آواز یہ اُس سے آئی
جمع پھر دل نہین ہوتا ہی پریشان ہو کر

کچھ اُٹھایا نہ تڑپنے کا مزہ تڑپا کر
چلد یا زخمون پہ قاتل نمک افشان ہو کر

خونِ دل کوچۂ گیسوئے سیہ مین جو بہے
جلوہ گر ہو شفقِ شامِ غریبان ہو کر

ہو تماشا جو مرے داغ چمن مین چمکین
جل اُٹھین شہپرِ طاؤس چراغان ہو کر

چاہتے ہین تری تلوار کے جوہر اُتر کر
دہنِ زخم مین جم بیٹھتے دندان ہو کر

باغ سے ہمکو نکالا تو ہماری آنکھین
رہ گئین رخنۂ دیوارِ گلستان ہو کر

موسمِ گل مین تقاضا ہے جنون کا یہ امیر
چاک ہو پیرہنِ زیست گریبان ہو کر

زارا ایسا مین ہوا بادیہ پیما ہو کر
ذرہ چاہے تو تھکا دے مجھے صحرا ہو کر

اسقدر تھک گئے ہم بادیہ پیما ہو کر
کفِ پا اُٹھ نہ سکے نقشِ کفِ پا ہو کر

ہم مریضون سے یہ اغماض مسیحا ہوکر
کیسے نادان بنے جلتے ہو دانا ہوکر

لذتِ درد سے جینے کا مزہ ملتا ہے
چھیڑتا کیون ہی مجھے زخمِ دل اچھا ہوکر

بعد مرنے کے بندھی ہی مرے نالون کی ہوا
گنبدِ قبر اُڑے کیون نہ بگولا ہوکر

سرو و گل سے تمھین تشبیہ مین کب دیتا ہون
لال آنکھین نہ کرو آگ بگولا ہوکر

یاد کِس تُرک کی آئی کہ مرا زخمِ جگر
رہ گیا دیدۂ بسمل کی طرح وا ہوکر

ہالۂ ماہ کا دل شوق سے ایسا پھیلا
آرہا کان مین اُس مہر کے بالا ہوکر

اونچے اُڑتے ہین کبوتر تری ٹکڑی کے غضب
جا لگے چرخ سے کیا عقدِ ثریا ہوکر

حسرتِ دست حنائی مین ہم ایسا روئے
بہ گیا آنکھ سے دل خون تمنا ہوکر

دل حسینونکی محبت مین لگا ہے رہنے
غرق کردے نہ یہ قطرہ مجھے دریا ہوکر

دیکھ لے وہ جو کڑی آنکھ سے گلشن کیطرف
چور ہر دانۂ انگور رہو مینا ہوکر

لیجئے مال امیرون سے فقیرونکے لیے
لوٹیے دولتِ دین طالبِ دُنیا ہوکر

آکے وحشت مین جو کہتا ہو نہین سہ جاتا ہے
ناز مجنونکے اُٹھاتا ہے وہ لیلا ہوکر

بت ہین بنتے ہو تا قُم سے جلانا نہ پڑے
خوب دم دیتے ہو مُردونکو مسیحا ہوکر

نہ محبت نہ تلطف نہ عنایت نہ وفا
تم ہی کہدو کہ رہے پھر کوئی کسکا ہوکر

لیکے وہ تیر و کمان جاتے ہین جب بہر شکار
قاف سے آتے ہین جن آہوئے صحرا ہوکر

خرمنِ جان و جگر مزرعِ امید امیر
دل نے پھونکا شررِ آتش سودا ہوکر

کبھی تو بھول کے رکھدے قدم مرے سر پر
پڑا ہون صورتِ نقشِ قدم ترے در پر

جو ذبح بھی ہو تو احسان رکھ ستمگر پر
یہ ذکر خیر رہے گا زبانِ خنجر پر

وہ مست ہون کہ رگڑتا ہون سینہ خنجر پر
وہ شیشہ ہون کہ پٹکتا ہون سر کو پتھر پر

وہ مست جب کبھی گذرا ہے میکدے کیطرف
بہک کے دستِ سبو جا پڑا ہے ساغر پر

دلِ شکستہ نے اُس بُت کے دلکو نرم کیا
کیا ہے ٹوٹ کے شیشے نے زور پتھر پر

برنگِ سایہ رہا پائمال ساری عمر
مین جسکے پانوٗن پڑا پانوٗن رکھدیا سر پر

لکھا جو خط مین سگِ یار کو سلامِ نیاز
ہُمانے سایہ پرون سے کیا کبوتر پر

ہوائے بوسۂ لب ہی یہی تو مرگ کے بعد
حباب بن کے رہونگا مین آبِ کوثر پر

ازل سے طبع ملاحت پسند رکھتا ہون
چھڑک لیا تھا نمک مین نے شیرِ مادر پر

پھڑک رہا ہے مرا مُرغِ روح اے قاتل
کہ جوہرون نے بچھایا ہے جال خنجر پر

وہ زار ہون کہ جو لیٹون تو شک یہ ہوتا ہے
پڑا ہوا ہے فقط رختِ خواب بستر پر

نگہ کو دیتے ہین گردش جو آئنے مین یہ ترک
چھُری کو کرتے ہین در پردہ تیز پتھر پر

جو آبرو کا ہے خواہان تو خاکساری کر
یہ قول گرد دیتی ہے روئے گوہر پر

صفِ مژہ کو بھی ہی تاک چشمِ ساقی کی
گرے ہین سیکڑون میخوار ایک ساغر پر

چلا ہے نامہ مرا لیکے نامہ بر یارب
ترے حبیبؐ کا سایہ مرے پیمبر پر

سوال سے ہے یہ نفرت نہ ہاتھ اُٹھاؤن امیر
پڑھون جو فاتحہ مین تربتِ تو انگر پر

وہ ناتوان ہون جو لیٹا کبھی مین بستر پہ
گمان ہوا کہ شکن پڑ گئی ہی چادر پر

بکھرینگے حشر مین کھولے ہوئے وہ زلف دراز
بڑی بلا تو پڑے گی یہ اہلِ محشر پر

کچھ اسمین شان نکلتی ہی تیرے مژگان کی
نثار سو رگِ جان ایک نوکِ نشتر پر

کیا عدو نے جو گیسوئے یار مین شانہ
ہوا یہ رشک کہ آرے چلے یہان سر پر

پیا تھا جوشِ جنون مین کبھی لہو میرا
وہی مزہ ہے ابھی تک زبانِ خنجر پر

ہوا تُون اہلِ دول سے یہ ثابت
قدم ٹھہر نہین سکتے ہین آبِ گوہر پر

ہین سخت جان وہ کرتا ہی سنگسار مجھے
خطر ہے ضرب نہ آجائے اُسکی پتھر پر

ملے جو خدمتِ آئینہ دارئ خوبان
تو لات مار دون مین دولتِ سکندر پر

لیے ہین دفتر عصیان کو کاتب اعمال	مرے گناہونکی گٹھری ہے غیر کے سر پر
یہ مجکو حسرت دیدار یار تھی دم قتل	بسِ فنا نہ چڑھا خون بھی مرے سر پر
جو ایکدم کو بھی غرفے مین آپ آن بیٹھے	ہجوم خلق سے دیوار اُٹھ گئی در پر
وہ ناتوان ہون نکالے جو گھر سے یار مجھے	چلون وہ چال کہ پہونچون نہ حشر تک در پر
ہجوم اشک سے دانتونکے عشق مین یہ کھلا	بندھا ہے موتیونکا پُل یہ آب گوہر پر
وہ ناتوان ہون کہ آئے جو نیند کا جھوکا	تو اُڑ کے مثل پرکاہ جاؤن بستر پر

آمیر ظلمت عصیان سے رہ گیا پردہ
عجب نقاب پڑی روئے اہل محشر پر

سُنا کسی سے جو نام دوائے درد جگر	تڑپ کے دل نے صدا دی کہ ہائے درد جگر
رضا جو عشق کی ہے ہر طرح ہون مین راضی	گھٹائے درد جگر یا بڑھائے درد جگر
نہ کوئی دوڑنے والا نہ مہربان ہے طبیب	کہان سے آئے الٰہی دوائے درد جگر
زبان رُک نہین سکتی ہے رنگ چہرہ ہے زرد	کہان تلک کوئی یارب چھپائے درد جگر
تڑپ سے دل کے یہ ہوتا ہے اب مجھے ثابت	کہ جان جائے یہ ہے انتہائے درد جگر
دیا ہے قسمت بد نے عجب مرض مین مرض	کہ درد سینے مین بھی ہے سوائے درد جگر
ہوئی دوا بھی لکھے عالمون نے بھی تعویذ	ٹلی نہ سر سے ہمارے بلائے درد جگر
اُٹھا کے آنکھ بھی دیکھا نہین کسیکی طرف	ہوا کہان سے یہ بیٹھے بٹھائے درد جگر

ہمارے دل کا وہی درد آمیر کچھ سمجھے
ہوا ہو عشق مین جو مبتلائے درد جگر

جلتا ہے دل فراق مین کیونکر خوش آئے ابر	پر کالے آگ کے ہین مجھے لکہ ہائے ابر
بیکس وہ ہون کہ میری لحد پر جو آئے ابر	رو رو کے چادر آب رواں کی چڑھائے ابر
ہین کسکے غم مین نالۂ درد آشنائے رعد	ہے کس کے غم مین گریۂ بے انتہائے ابر

دریا بہاتی ہین مری آنکھون کی پتلیان / آئی ہی ٹھیک ان کے بدن پر قبائے ابر
ساقی ہین بادہ خوار ترے بادشاہ وقت / سر پر ہے اُن کے سایۂ بالِ ہمائے ابر
سر سبز کیا ہو کشت وہ برگشتہ بخت ہون / بجلی گرے تڑپ کے جو مانگون دعائے ابر
مین ہجر یار مین نہ کرون نالے ای فلک / بُلبُل تو ہائے گل کہے طاؤس ہائے ابر
آئی خزان بہار گئی رنگ و بو کہان / چھائی ہے کیا چمن مین اُداسی بجائے ابر
اک برق وش کی یاد مین رو رو کے مر گیا / کیونکر چڑھے نہ قبر پہ میری ردائے ابر
دل مین ہمارے آگ لگا کر فراق مین / پانی کو ڈھونڈتے ہین عبث لکہ ہائے ابر
ہر دامن مژہ مین سمندر بھرے ہون جب / پھر کس طرح نظر مین ہماری سمائے ابر
خط اس طرح ہی روئے کتابی یار پر / کاغذ پہ کاغذی کوئی جیسے اُٹھائے ابر
بیجا ہے میرے دیدۂ گریان سے سامنا / کہدو کہ آبرو کو نہ اپنے مٹائے ابر
کچھ مست سے بھری ہوئی ہی یہ ہوائے باغ / شیشہ بھرون جو مے سے تو پتھر گرائے ابر
برسات مین یہی ہی اگر میکشی کا لطف / دامن مین زاہدون کے نہ دھبا لگائے ابر

ہم بیکسون کا کون عزادار ہے امیر / ہان نیلگون ہی دوش ہوا پر ردائے ابر

ای بت لازم ہی چشم لطف دولت خواہ پر / بوسہ یا دشنام کچھ تو دو خدا کی راہ پر
جانور بھی ہوتے ہین اقبالمندون کے مطیع / سایہ کرتا ہے ہما شہپر سے فرقِ شاہ پر
پھنس گیا ہون دام مین صیاد کو ہی اختیار / اب گلا میرا دبائے خواہ اُڑائے خواہ پر
بیٹھنے دو پاس لین گے بوسۂ عارض نہ اب / شک اگر ہو مُہر ہم کر دین کلام اللہ پر
چہرۂ روشن سے تیرے کسطرح تشبیہ دین / چھائیان ہمکو نظر آتی ہین روئے ماہ پر
کاسۂ دریوزہ آنکھون کو بناتا ہے عبث / چاہیے ہر وقت انسان کی نظر اللہ پر
کی مشقت ہو گئے ہم خاک جسکی راہ مین / ای فلک وہ آجتک آتا نہین ہمراہ پر

اُٹھ سکیگا کسطرح مجھ ناتوانسے کوہِ ہجر
ڈالتے ہو کوہ کا تم بوجھ برگِ کاہ پر

شکر ہے اِتنا تو اُلفت نے کیا پیدا اثر
آہ کر اُٹھتا ہے وہ بیدرد میری آہ پر

ہو وہ شاہِ حُسن ہین افلاک بھی زیرِ نگین
سکہ بٹھلاؤ زرِ خورشید و سیم ماہ پر

دیکھتے کیا ہو دلِ نادان کو دیکھو رعد کو
کیا بڑی آواز ہے اس قامتِ کوتاہ پر

ہون وہ بیمارِ محبت مین جو چاہونگا علاج
چرخ سے اُترینگے عیسیٰ سقف بیت اللہ پر

ہے تفاوت بوریا و تخت مین تا زندگی
موت کا قابو برابر ہے گدا و شاہ پر

شکر ہے آئے بھی میرے گھر مین مہمان بھی ہوئے
یہ عنایت پر عنایت بندۂ درگاہ پر

دم مین مٹ جائینگے یہ مثلِ حباب اب ای امیر
ہین عبث مغرور مُنعم خیمہ و خرگاہ پر

کون وحشت کا ہو سلسلہ جُنبان چل کر
آرہا جو مرے دامن مین گریبان چل کر

تھا وہ دیوانہ کہ زندان کی محبت نہ گئی
رہ گیا چار قدم سوے بیابان چل کر

جمع عشاق ہین نکلو کہ گرے لاش پہ لاش
تیغ کی چال دکھاؤ سرِ میدان چل کر

ابر آیا ہے بہت بیٹھ چکے مسجد مین
کیجئے بادہ کشی آج گُلستان چل کر

قصد اُس بزم کا کیجے کہ ملے بوسۂ لب
لیجئے مول کوئی لعل بدخشان چل کر

جانتا ہون کہ مجھے یاد دلاتا ہو وہ چال
چال مجھ سے نکرا ے کبک خرامان چل کر

باغ باغ اُسکی گلی مین ہے مرا غنچۂ دل
کیا کرون مین طرفِ روضۂ رضوان چل کر

سخت جان ایسے ہین عاشق کہ نکلتا نہین دم
پانی پانی ہے ترا خنجرِ بُرّان چل کر

تو خرامان ہو جو گلشن مین تو تیرے آگے
کبک و طاؤس نہ کیونکر ہو پشیمان چل کر

دل بھر آتا ہے احباب کی فرقت مین امیر
رو دیئے خوب سرِ گورِ غریبان چل کر

طرفہ دولت کا نشان زلفِ رسا ہی سر پر
توشۂ حُسن ہے یہ ظلِ ہُما ہے سر پر

سارے عالم مین پھرے ہم نہ ملی امن کی جا
پہونچے جس شہر مین دیکھا کہ قضا ہے سر پر

واقعی کتنی ہے معشوقۂ دُنیا بے شرم
رُخ پر اُسکے ہے نہ برقع نہ ردا ہے سر پر

شمع سان سوزش غم سے نہین دُنیا کو نجات
کیا تکلف ہے اگر تاج طلا ہے سر پر

دھوپ مین چل کے دکھایا ہے نیا تمنے فروغ
آفتابی ہے کہ دامانِ قبا ہے سر پر

روبرو اُسکے جھپکتی ہے مہ و مہر کی آنکھ
چاند سورج کی وہ چوٹی مین ضیا ہے سر پر

کہکشان چرخ پہ دیکھی تو یہ سمجھے شب ہجر
ترک کھینچے ہوئے شمشیرِ جفا ہے سر پر

سلطنت کو ترے درویش سمجھتے ہین وبال
سایۂ بال ہُما ابر بلا ہے سر پر

سُرخ ٹوپی نہین پہنی ہے مرے قاتل نے
خون ناحق کسی کُشتے کا چڑھا ہے سر پر

حسبِ ارشادِ نبی فقر حقیقت مین ہے فخر
ابرِ رحمت کہ گلیمِ فقرا ہے سر پر

دشت مین گرمیِ رفتار و بخارِ دل سے
بجلیان پانوٗنکے نیچے ہین گھٹا ہے سر پر

حایل کوہ غمِ ہجر ہون کیا راہ چلون
پانوٗن اُٹھ سکتے نہین بوجھ بڑا ہے سر پر

کوئے جانان مین گرایا مجھے اس لغزش پا
بارک اللہ یہ احسان ترا ہے سر پر

میکشو پانوٗن اُٹھائے ہوئے گلشن کو چلو
ساتھ چلتی ہے ہوا سرد گھٹا ہے سر پر

محتسب دل سے ہے شیشے کی پری کا دشمن
سخت دیوانہ ہے جن اُسکے چڑھا ہے سر پر

واعظِ شہر بھی رکھتا ہے کنھیا کا مُکٹ
واہ عمامہ عجب جلوہ نما ہے سر پر

اہلِ دُنیا ہین غرض کے لیے دیندار امیر
وقت سوگند کے قرآن کی جا ہے سر پر

اور بھی تیر لگا دل پہ مری جان دو چار
ساتھ پیکان کے نکلجاتے ہین ارمان دو چار

ذکر اُس مصحفِ عارض کا بھی ہوتا ہے ضرور
جمع ہوتے ہین جہان حافظِ قرآن دو چار

ساکنانِ حرم و دیر کو ہم دیکھ آئے
رُخ کے حیران ہین تو گیسو کے پریشان دو چار

جب نکلتے ہین مکان سے وہ بدلکر کپڑے
چاک ہو جاتے ہین رستے مین گریبان دو چار

مجلس گور غریبان نہین رہتی خالی — روز آرہتے ہین اسمین نئے مہمان دوچار

جھانک کر روزنِ دیوار سے دیکھو تو ذرا — در پہ ہین خاک نشین بے سر و سامان دوچار

عاشقِ عارض و لب قید سے چھوٹے جسدم — گئے دس ہین حلب کو تو بدخشان دوچار

ہون وہ وحشی کہ ٹھہرتا نہین دل روز مرا — جب تلک طے نہین کرتا ہون بیابان دوچار

رُخ کے عشاق سے وابستۂ گیسو ہین سوا — لاکھون ہندو نظر آتے ہین مسلمان دوچار

ہون وہ بسمل مرے زخمونکو مزہ درد کا ہی — نہ بھرے جی جو نہ خالی ہون نمکدان دوچار

امتحان مردم دنیا کا کیا ہم نے **امیر** — دیو خصلت جو ہزارون ہین تو انسان دوچار

تمھین کو جانا تمھین کو سمجھے تمام عالم سے تنگ ہوکر — دوئی کا وحدت مین دخل کیسا رہے ہمیشہ الگ ہوکر

ادا تو دیکھو کہ وقت زینت ہر ایک ریوان بدنکا اُسکے — چبھا رگ جان مین مثل نشتر جگر پہ بیٹھا خدنگ ہوکر

ٹھہر گیا ہی ہمارے دلمین ہزار منت سے درد الفت — مگر یہ ڈر ہی کہ اُٹھ نہ جائے مکان کی تنگی سے تنگ ہوکر

قدم جو اُسکے مکانمین رکھون نہین ہے ممکن کہ ہون نہ زخمی — لگائے اُڑدونکے مجکو چھرّے ہر ایک روزن تفنگ ہوکر

جو سخت دل گردشون سے چھوٹے تو پہونچے اورونکو اُس سے ایذا — بدنکو زخمی کرے سقر جُدا فلاخن سے سنگ ہوکر

عبث دریا مین ساتھ میرے ہی میری تقدیر کی بُرائی — بنا ہی کشتی پہ دانت پیسے جو اژدہ ہشت نہنگ ہوکر

نہان تھا آنا کہ ہو نہ ظاہر عیان تھا جانا کہ سب ہون ماہر — وہ دلمین آئے اُمنگ ہوکر گئے تو چہرے کا رنگ ہوکر

بہت فرنگی بچونکی صحبت کا شوق اے حاجیو ہی ہمکو — حرم کو تم سیدھی راہ جاؤ ہم آرہینگے فرنگ ہوکر

کہان طریقِ جنون مین ہمسا ہی کوئی آ آ جگا دا آفت — چبھا جو تلوے مین اپنے کانٹا وہ دل پہ بیٹھا خدنگ ہوکر

غضب ہے انسان ہم مصیبت کر سکھو انسے بیوفائی — اگر دیکھو چکّی کے پاٹ کیسے ہم ہین گردش مین سنگ ہوکر

ہوئے تھے ہندو بچونکے عاشق شہید ہونگی کیا خبر تھی — نہ جانتے تھے کہ خون ہمارا اُڑیگا ہولی کا رنگ ہوکر

اثر نہ جائے کسی طرح سے مرے مقدر کی کوتہی کا — فلک جو قصر وسیع بھی دے وہ قبر بنجائے تنگ ہوکر

گیا وہ موسم کشادگی کا کہ غنچہ ہوتا تھا ہاتھ مین گل — وہ فصل ہی اب اگر مین سونگھون تو پھول غنچہ ہو تنگ ہوکر

جواب خط وہ اُدھر سے آیا کہ دل کیا ہی آمیز زخمی
ہوا کی صورت گیا کبوتر پھرا وہاں سے خدنگ ہو کر

نہ کور باطن ہوا ہی برہمن ذرا تو چشم تمیز وا کر
جو اُٹھ کے پہلو سے انجمن میں وہ دور بیٹھے ہیں تم سے جا کر
نہ ہر سے کم دو کہ پست فطرت پھنسا ہی کیون آسمان تجین کر
قدم کو لغزش زبان کو لکنت ہی رعشہ ہاتھوں کو سر کو جنبش
جو آنکھ کھولی تو کچھ نہ دیکھا سحر کو سنسان سب سرا تھی
نہ بھول اس زندگی پہ غافل نہیں ہی کچھ اعتبار اسکا
بپا ہی طوفان بے ثباتی رواروی میں ہیں گرم موجین
چمن ہے کشتوں کا تیرے مدفن یہ لالہ و گل نہیں شگفتہ
نہیں ہے کوئی جہان میں باقی چلیگی بس تیغ ناز کس پر
اُسی کا ہی رنگ یاسمن میں اُسی کی بو یاسترن میں
بلا ہی حرص و ہوائے دنیا کہ جس سے چکر میں ہیں سب انسان
جو آئنہ ہو تو ٹوٹ جائے جو آنکھ ہو وہ تو پھوٹ جائے
سخنوروں نے معانی میں سوائے ذلت حصول کیا ہے
یہ کسکی تیغ جفا کا یارب ہر ایک دلبر ہی رعب غالب
تشبیہ تیر نظر ہی کسکی کہ کوئی پوری نہیں اُترتی
زمانہ ہی دل جلوں کی محفل سپند سے کم نہیں تو اے دل
ہو بزم جانان میں حشر برپا اُٹھیگا دل کے یہ تقاضا
جواب لکھتی نہیں ہیں اپنا فسوں مگر یہ تمہاری آنکھیں
جو اسکے کھٹکے نے نیند اُڑا دی کہ چوٹ پتھر پہ جب لگائی

خدا کا بندہ ہے تو تو کو سجدہ خدا خدا کر خدا خدا کر
تڑپ نے درد جگر کی دلکو پٹک دیا ہی اُٹھا اُٹھا کر
یہ کیا سمجھ پر پڑے ہیں پتھر ارادہ منزل فنا کر
کدھر گئی ہائے نوجوانی ان آفتوں میں ہمیں پھنسا کر
ہوا نہ ہمراہیوں سے اتنا کہ ساتھ لیتے مجھے جگا کر
کہ راہ لیگی یہ اپنی اک دن عدم کا رستہ تجھے بتا کر
ہوا میں ناحق بھرا ہوا ہی حباب دریا میں گھر بنا کر
صبا نے گویا کہ تربتوں پر چراغ روشن کیے ہیں لا کر
اگر ترے قتل گہ میں لائیں مسیح مردے جلا جلا کر
جو گھر کے پتا بھی اس چمن میں خیال آواز آشنا کر
کیا پریشان ان آندھیوں نے تمام ذروں کو خاک اُڑا کر
خدا نہ منھ غیر کا دکھائے فروغ عارض ترا دکھا کر
چمن میں غنچے جو ہمسے بلبل تو ہنس پڑے پھول کھلکھلا کر
ہلال کی ہی خمیدہ گردن سپہر چلتا ہی سر جھکا کر
مٹا دیے صانع ازل نے ہزاروں نقشے بنا بنا کر
کوئی تو ہنگامہ تو بھی غافل اس انجمن میں کبھی بپا کر
مگر بری شکلوں نے رو کا ادب نے زانو دبا دبا کر
فریب دیتی ہیں اک جہاں کو نئے شعبدے دکھا کر
صدا یہ گوش شعر میں آئی کہ خواب سنگین سے چشم وا کر

آمیر میری رگِ گلو کو یہ تیغ قاتل کی آرزو تھی
ملی جو آگر وہ بعد مدت تو خوب روئی گلے لگا کر

ہوا سودا ہمکو جوش وحشت چمن مین روز بہار جاکر
وہ مست ہین ہم کہ پانون اپنے ٹکے ہین عرش برین پہ جاکر
عبث ہے مغرور تجکو نخوت نہین غریبونکو تیری پروا
یہ ظلم سارے ہین چند روزہ ہی ایکدن انتقام کا بھی
خیال گیسو مین دل ہمارا جو آج کی شب اُلجھ رہا ہے
شبِ جدائی ہوئی یہ حالت رہی تپ درد و غم کی شدت
خدا ہی باندھے ہوا بجا ایسی کہ دل ہو اُس گرم خو کا پانی
عیان جو سُرخی شفق کی دیکھی ہمارے دلکو ہوا یہ دھوکا
نکیر و منکر جو آئینگے اب تو راہ بھولین گے بے تامل
بنی نے چھوڑا یہا نہین قرآن سمجھے کوئی تو خود ہی جاہل
طبیب سے کوئی جاکے کہدے دوا کی ہی فکر تجکو بیجا
بجا ہی چاہ ذقن کو تیرے کہے اگر خلق چاہ زمزم
جُدا ہی پہلو سے کسکا پہلو کہ سارا عضا ہوا ہین دشمن
رقیب نے تیرے گھر سے ہمکو صنم نکالا اگر نکالا
بہار آئی چمن مین ساقی ہمین بھی کر دور جام سے خوش

گلون نے ہنس ہنس کے ڈلا ڈلا رلا یا غنچون نے مسکرا کر
کبھی جو جو کھٹ پہ میکدے کے گرے ہین نشہ مین لڑکھڑا کر
خدا ہے ہر مور ناتوانکا جو تو سلیمان ہے تو ہوا کر
امیر حمام گرم کر لین فقیر کا جھونپڑا جلا کر
کہان سے لایا ہی یا الٰہی یہ گھر مین کالی بلا لگا کر
جو ہوش آیا تو ہمنے بیکار ہین یہ تکیے سے سر اُٹھا کر
کیا ہے لوگون نے آگ اُسکو لگا لگا کر بجھا بجھا کر
ترے شہید و نمین ترک گردن ہوا ہی شامل لہو لگا کر
ہماری تربت پہ آفرینے کیا ہی اندھیر خاک اڑا کر
قصور راہبر و ہے ہو جو اندھا گئے خضر راستہ بتا کر
یہ درد دل ہی علاج کیسا خبر ہی کچھ ہوش کی دوا کر
مریض اچھے ہوئے ہین آکر اسی کنوئین مین نہا نہا کر
فشار دیتے ہین زندگی مین ہمارے پہلو ہمین دبا کر
زمین پہ آئے جہان آدم فریب شیطان نے داغ اٹھا کر
نسیم گلشن بتا رہی ہی گلونکو کیا کیا ہنسا ہنسا کر

آمیر قسمت مین جو لکھا ہے اُسی کا ہر روز سامنا ہی
خدا کہ ہے مالک خدا ہے رازق کسی سے ہرگز نہ التجا کر

ردیف رائے ثقیلہ

مُنھ پھیر نہ گرد وطن کیطرف یون وطن کو چھوڑ
چھوٹے جو بوئے گل کیطرح سے چمن کو چھوڑ

اے روح کیا بدن مین پڑی ہو بدن کو چھوڑ
میلا بہت ہوا ہی اب اس پیرہن کو چھوڑ

کیا لُطف اگر کبھی یہ فلک ہم بھی آ گئے
سیدھی طرح سے راہ پر آ اس چلن کو چھوڑ

ہے روح کو ہوس کہ نہ چھوٹے بدن کا ساتھ
غربت پکارتی ہی کہ غافل وطن کو چھوڑ

کہتی ہے بُوئے گل سے صبا آکے صُبحدم
اب کچھ اِدھر اُدھر کی ہوا کھا چمن کو چھوڑ

تلوار چل رہی ہے کہ یہ تیری چال ہے
اے بُت خدا کے واسطے اِس بانکپن کو چھوڑ

نقاش فکر یار کا رُخ کھینچ زُلف کھینچ
کھنچا نہ جائے گا کبھی اُس کے دہن کو چھوڑ

بندہ ترا ہوا ہے خدا کو وہ چھوڑ کر
اے بُت امید خیر نہ رکھ برہمن کو چھوڑ

عُریانِ محض مجکو نہ کر کچھ خدا سے ڈر
چادر تو اے فلک کوئی میرے کفن کو چھوڑ

نادان سوائے حق ہے کسیکا کہان وجود
باتین خودی کی خوب نہین ما و من کو چھوڑ

بیباک میرے سامنے پھرتا ہے جو کڑی
اے وحشت اب تھکا کے غزالِ ختن کو چھوڑ

بسمل کو تیری تیغ سے کرتی ہے کیا جدا
دولھا سے کہ رہی ہی قضا اِس دُلھن کو چھوڑ

راحت سے بیٹھ کوچۂ محنت سے ہاتھ اُٹھا
اے دل ہوائے زُلف شکن در شکن کو چھوڑ

شاعر کو فکرِ شعر مین راحت کہان امیر
آرام چاہتا ہے تو مشقِ سخن کو چھوڑ

ردیف زاے معجمہ

کیا ہوش رُبا ہین تری تلوار کے انداز
سیکھی ہے یہ شاید تری رفتار کے انداز

اک جلوے مین غش کر گئے اے حضرتِ موسیٰ
ہوتے ہین یہی طالبِ دیدار کے انداز

ہنگام غضب مُنھ مین زبان کرتی ہی لغزش
ہین محتسبِ شہر مین مےخوار کے انداز

طوبیٰ کے تلے برسون ہی فردوس مین بیٹھے
بھائے نہ ترے سایۂ دیوار کے انداز

کیا ناز ہین صاحب تمھین یکتاے جہان ہو
دیکھو تو ذرا اور بھی دو چار کے انداز

بوسہ کوئی مانگے تو نہین کہتے ہین ہنسکر
اِنکار مین بھی صاف ہین اقرار کے انداز

کس شوق سے ملتا ہے گلے خنجرِ قاتل
ظالم کی کھنچاوٹ مین بھی ہین پیار کے انداز

جب چوکڑیان بھرتے ہوئے جاتے ہین آہو
یاد آتے ہین مجکو تری رفتار کے انداز

انصاف تو فرمایئے کیونکر مین اُٹھاؤن
ہر بار کے یہ ناز یہ ہر بار کے انداز

آنکھین تہِ خنجر بھی ہین دیدار کی طالب
دیکھو تو ذرا طالبِ دیدار کے انداز

ہر موج سے اک لغزشِ مستانہ ہے پیدا
ہین آبِ روان مین تری رفتار کے انداز

کن آنکھون سے دیکھون مین نزاکت رگِ گل کی
کھبتے ہین نظر مین کمرِ یار کے انداز

عیسیٰ مین ترِی چال ترے ناز کہان ہین
ہان باتون مین البتہ ہین گفتار کے انداز

گھبرا کے مسیحا جو چلا ہے سوئے گلشن
اچھے نہین کچھ نرگسِ بیمار کے انداز

کہتی ہے امیر اُس سے اجل میرے سرہانے
اچھے نہین عیسیٰ ترے بیمار کے انداز

ہے یہ تیری کاکلِ پیچان دراز
عمرِ خضر ایسی کہان جانان دراز

ہر مصیبت مین رہی میری شریک
یا خدا عمرِ شبِ ہجران دراز

سینہ خالی رہ گیا دل لے گئی
کرکے دستِ ظلم وہ مژگان دراز

کیون نہ دعویٰ تیرے قامت سے کرے
قد صنوبر کا ہے اے جانان دراز

اہلِ دُنیا کی ہوس ہے اے امیر
مثلِ معدۂ قیدیٔ زندان دراز

ردیف سین مہملہ

جاتا ہون اِس لیے صنم بیوفا کے پاس
پہونچا جو اُسکے پاس وہ پہونچا خدا کے پاس

یون دل مرا ہوا اُس صنم بیوفا کے پاس
جسطرح آشنا کسی ناآشنا کے پاس

پہلو مین دل کے چاہیے تصویر یار کی
بتخانہ بھی بنے حرمِ کبریا کے پاس

بولا وہ بُت سرہانے مرے وقتِ نزع
فریاد کو ہماری چلے ہو خدا کے پاس

ثابت ہوا یہ گرم نگاہی سے یار کی
نکلی نہین ہی ہو کے وہ چتون حیا کے پاس

تلوار کے تو دور سے کتنے لگائے وار
جلاد کوئی ہاتھ چھری کا بھی آ کے پاس

سنبل کو چھیڑ کر جو پریشان کر دیا
کیا بوئے زلف یار بھی تھی کچھ صبا کے پاس

توفیق اِتنی دے مجھے افلاس مین خدا
حاجت غرض لیکے جاؤن کبھی اغنیا کے پاس

اِنصاف کر کہ ہجر مین کیونکر مین جان دون
قاتل کہان ہین تیری ادائین قضا کے پاس

مجروح لاکھون جنبشِ مژگان سے ہو گئے
کیا کیا کٹاریان ہین تمھاری ادا کے پاس

نے کی آس بھی نہ رہی عاشقونکو اب
جب پوچھیے قضا کو ہے اُنکی ادا کے پاس

رہتے ہین ہاتھ باندھے ہوئے گلرخانِ دہر
یارب ہے کس غضب کا فسون اُس حنا کے پاس

نظارہ چاہتے ہین بہم حسن و عشق کا
آئینہ دیکھتے ہین وہ مجکو بٹھا کے پاس

ئی قضا جو حسرتِ پابوس مین تو خیر
بنتا مزار کاش ترے نقش پا کے پاس

لٹکا کے مار رکھتی ہے عشاق کو ترے
لٹکا عجب ہے تری زلفِ رسا کے پاس

پیچھے پڑا ہے افعی گیسو کے دل امیر
جاتا ہے دوڑ دوڑ کے یہ خود قضا کے پاس

آئین پہن پہن کے نئے گلبدن لباس
یارب ہزار رنگ کے بدلے چمن لباس

رتے ہو کیا لباس سے آرایشِ بدن
اِک روز فرش خاک ہے مسند کفن لباس

یا کیا بتونکو دہر مین آراستہ کرے
اُترا ہوا جو پائے ترا برہمن لباس

پھاڑون مین اپنا جامۂ ہستی تو دے کفن
پہنائے یون لیا مجھے چرخِ کہن لباس

دو قریب آئی سواری بہار کی
پہنے نیا اُتارے پرانا چمن لباس

زدِ کفن کا گور کی منزل مین خوف ہے
اس راہ مین بھی لوٹتے ہین راہزن لباس

نے بسائین قیمت مشکِ ختن بڑھے
پائیگی ترا جو تاجرِ ملکِ ختن لباس

ائے مجھ غریب کی عریان تنی اگر
پہنین کبھی نہ بھول کے اہلِ وطن لباس

زیبا ہو خاک عشق کا جامہ رقیب کو
کیونکر خوش آئے مرد کا پہنے جو زن لباس

ہی عید گاہ مین بھی تماشائے بوستان
کیا لال لال پہنے ہین گل پیرہن لباس

عریان تنون پہ تیرے ہے اللہ کا کرم
گذری ہین مدتین نہین ہوتا کُہن لباس

ہے ٹکڑے ٹکڑے یادِ وطن مین دلِ امیر
کیونکر کرے نہ چاک غریب الوطن لباس

بیتاب ہجرِ یار مین اپنا جگر ہی دل کے پاس
بسمل تڑپتا ہو کوئی جیسے کسی بسمل کے پاس

تعبیر ظاہر ہے کہ وہ جائین گے بزمِ غیر مین
دیکھا رقیب کو خواب مین ہمنے مہِ کامل کے پاس

لیلی حسین تم نازنین وقتِ سفر اے مہ جبین
ناقہ ہو ناقہ کے قرین محمل ہے محمل کے پاس

ہون وہ گدا ہی مجتمع گھر مین ہے خلقِ خدا
گویا کہ نقشِ بوریا ہے نقشِ جب عامل کے پاس

کیونکر نہو اُس رُخ پہ خط چاہِ ذقن سے خوشنما
سرسبز رہتا ہی بہت جو کھیت ہو ساحل کے پاس

پیری مین باقی ہین کہان ہوش و خرد تاب و توان
لٹ گیا یہ کاروان پہونچے جو ہم منزل کے پاس

زاہد جو تنہائی مین تھا کچھ تجکو باتون کا مزہ
لازم تھا کنجِ انزوا انجوار ونکی منزل کے پاس

نزدیک وصلِ دلربا دل کو تسلی ہے بجا
لنگر سفینے کو ہوا پہونچا اگر ساحل کے پاس

یہ فوجِ غم اگر گری اکدم مین ساری لٹ گئی
جتنی متاعِ صبر تھی مجھ خستہ جانکے دل کے پاس

جسمین سما جائین گہر اُس چشمِ تر کے سر بسر
دامن دراز اہی چشم تر ایسا کہان ساحل کے پاس

بیمارِ ہجرِ یار ہون عیسیٰ سے مین بیزار ہون
دیوانہ ہشیار ہون جاتا ہون کب عاقل کے پاس

ناوک فگن شکرِ خدا سینہ ہدف تو نے کیا
پیکان تیر سجھا مثلِ جگر ہے دل کے پاس

جبتک کہ ہی سر دوش پر جائیگا کیونکر دردِ سر
صحت کہان عیسیٰ کے گھر چلیے کسی قاتل کے پاس

آنکھیں تری سفاک ہین خونریز ہین چالاک ہین
دو ساحرِ بیباک ہین بیٹھے ہین دونون دل کے پاس

کیا ذکر اہلِ سیم و زر سلطان گدا ہون بیشتر
وہ بھیک دینے کو اگر آئین کبھی سائل کے پاس

دُنیا سے راحت دور ہی سرکش عبث مغرور ہے
تاجِ سرِ فغفور ہے کاسہ نہین سائل کے پاس

محفل مین وہ زہرہ جبین گرد اُسکے سارے نازنین
گویا کہ ہین محفل نشین انجم مہ کامل کے پاس

کیا حسن رخ خال ہو جادو کی وہ تمثال ہے
چاہ ذقن پر خال ہو زہرہ چہ بابل کے پاس

مرتا ہون خواب عیش پر بھولو نہ مجھ کو قتل اگر
پہونچے مقرر لوٹ کر سر زانوے قاتل کے پاس

سن جو امیر اے دل کہے تا پھر نہ تو صدمے سہے
ناقص نہ پھر ناقص رہے بیٹھے اگر کامل کے پاس

ردیف شین معجمہ

رہی جو یو نہین مرے پیک آہ کی گردش
دُہائی دیگی رسالت پناہ کی گردش

ازل مین کس نے دکھائی نگاہ کی گردش
کہ سارے خلق کو ہے ایک آہ کی گردش

کسی کا ساتھ زمانے مین کون دیتا ہے
پھرا جو سر تو نہ دیکھی کلاہ کی گردش

جو گرد باد کو دیکھا یقین ہوا دل کو
اسی طریق سے ہو چتر شاہ کی گردش

بجا ہے تیغ نگہ ہے جو آبدار اے ترک
کہ سان ہے تری چشم سیاہ کی گردش

ہزار بار ادھر کی اُدھر کرے دُنیا
فلک نہ پائیگا تیری نگاہ کی گردش

گلی گلی اسے چکر ہو اُسکو شہر بشہر
کہین فقیر سے افزون ہو شاہ کی گردش

پھنسین گے حشر مین فریادرس جو غافل ہین
بنے گی طوق گلو داد خواہ کی گردش

صف مژہ کو وہ دیتا ہو جنبش مردم
پسند شاہ کو ہے خود سپاہ کی گردش

تمھاری گرمی رفتار سے یہ بھڑکی آگ
بنی ہے شعلۂ جوالہ راہ کی گردش

اُٹھاؤ پردۂ رخ کب سے دوڑتے ہین غریب
کہین ٹھکانے لگے مہر و ماہ کی گردش

دھوئین اُڑائے زحل سے مقابلہ کرکے
بڑھی رہی مرے بخت سیاہ کی گردش

فلک نے جب کوئی چکر بڑا دیا مجکو
نظر مین پھر گئی تیری نگاہ کی گردش

بنین گے نہ ورق چرخ پر دوائر داغ
رہی جو یو ہین مرے کلک آہ کی گردش

وہ لالہ رو در گلشن سے جلکے پھر آیا
امیر طالع مردم گیاہ کی گردش

پھنسا ئیگی طلبِ عزّو جاہ کی گردش | بنے گی حلقۂ زنجیر راہ کی گردش
نہیں ہے چرخ یہ بیوجہ ماہ کی گردش | پھرا رہی ہے کسیکی نگاہ کی گردش
جو آئی حشر مین یاد اُس نگاہ کی گردش | زبان بھول گئی داد خواہ کی گردش
مژگان یار مین تب دخل مہر نے پایا | جب اُسکے کوچے مین دو چار ماہ کی گردش
کسی کے ساتھ نہ سیدھا چلا یہ کجرفتار | زمانہ ہے کہ تمھاری نگاہ کی گردش
لگا کے سرمہ نظر اُس نے پھیر لی ہم سے | اثر دکھا گئی بخت سیاہ کی گردش
کسی کے کوچۂ گیسو مین دل ہے سرگردان | گدا کے پانون ہین اور کوے شاہ کی گردش
جو کچھ نصیب مین ہو اہی ہوس وہ ملتا ہے | پھرا ہے سر جو اُٹھاؤن مین راہ کی گردش
خدا کی شان کی نیرنگیان دکھاتی ہی | بتون کی چشم سفید و سیاہ کی گردش
یہین زمانہ ہی اندھیر میری آنکھون مین | فلک بناتی ہی کیون دود آہ کی گردش
تمھاری سیدھی نظر نے تو یہ دیے جوہر | خدا دکھائے نہ ترچھی نگاہ کی گردش
برنگ جادۂ صحرا ازل سے ہی وحشت | مرے نصیب مین لکھی ہی راہ کی گردش

جنون مین ضعف سے یہ شکل ہوگئی ہی اسیر
لپٹ کے پانون سے روتی ہی راہ کی گردش

حیوان کو بھی ہی وصل کی اوقات کی تلاش | طاؤس کو ہمیشہ ہی برسات کی تلاش
یہ ایک حسن لاکھہ شرافت سے بڑھکے ہی | نادان ہی وہ کیسے دل جو کرے ذات کی تلاش
بوسے کی آرزو ہی ہمین مفلسی مین یون | جیسے گدا کو ہوتی ہی خیرات کی تلاش
پیری مین چاہیے نہ جوانی کی آرزو | بے عقل ہی جو دن کو کرے رات کی تلاش
خود ذات بے نیاز کوئی یان غنی نہین | عالم کو ہے کسی نہ کسی بات کی تلاش
کب بھولتی ہی یاد خطِ و زلف یار انھین | دن رات عاشقون کو ہے آفات کی تلاش
حضرت کو گر نہین مری پروا تو غم نہین | بندے کو کب ہی قبلۂ حاجات کی تلاش

ہے میکشی کا دھیان عبادت کے وقت مین — مسجد مین بیٹھکر ہے خرابات کی تلاش

شہرہ ہے حسن کے ہوئے مشتاق یار ہم — سنکر صفات ہمکو ہوئی ذات کی تلاش

ہم اور بوسۂ لبِ محبوب سبزہ رنگ — کرتا ہے کون پردۂ ظلمات کی تلاش

اے شیخ ہے امیر تو دیدار کا قصد
ہمکو نہ کشف کی نہ کرامات کی تلاش

ردیف صاد مہملہ

دل کو ہے زلفِ سیہ فام کی حرص — ورنہ کس مرغ کو ہے دام کی حرص

میری آنکھون کو مرے کانون کو — ہے ترے نامہ و پیغام کی حرص

ذوق دل مست مجھے رکھتا ہے — جم نہین ہون جو کرون جام کی حرص

باغ عالم مین ہے عنقا کی طرح — بے نشانی مین مجھے نام کی حرص

ہے عجب دردِ محبت مین مزہ — اس مرض مین نہین آرام کی حرص

نام محبوب رہے وردِ زبان — کام کی ہے تو یہ ہے کام کی حرص

نظر آجائے جو وہ مصحفِ رُخ — ہندؤن کو بھی ہو اسلام کی حرص

عاشق خانہ خرابی مین ہم — کس کو ہے زیب در و بام کی حرص

خط کے لایا ہے دہان سے پرزے — اس پہ قاصد کو ہے انعام کی حرص

ابھی پختہ نہین وہ سیبِ ذقن — کیجئے کیا طمعِ خام کی حرص

لبِ شیرین پہ ترے خط نکلا — اب نہ بوسے کی، نہ دشنام کی حرص

عشق نے سب سے کیا بے پروا — ننگ کی ہے نہ مجھے نام کی حرص

ہجر جانان مین نہانا کیسا — خاک مرنے کو ہو حمام کی حرص

خوش ہین ہم جامۂ عریانی مین — کس کو ہے جامۂ احرام کی حرص

پھول دیکھے ہین جو چوٹی مین ترے — عندلیبون کو ہے گلدام کی حرص

جو میکش ہے لبِ واعظ پر
دل مین پوشیدہ مے و جام کی حرص

لے گئی ہند سے تا شام امیر
ہمکو اُس زلفِ سیہ فام کی حرص

سیدھی نگاہ مین ہین ترے تیر کے خواص
ترچھی ذرا ہوئی تو ہین شمشیر کے خواص

مشہور ہین جہان مین جو اکسیر کے خواص
وہ سب ہین خاکِ روضۂ شبیرؑ کے خواص

حیرت مجھے ملی ہی جو تمکو ملا ہی حسن
دونون طرف ہین ایک سی تصویر کے خواص

دُنیا سے بے نیاز ترے خاکسار ہین
ہین تیری خاکپا مین بھی اکسیر کے خواص

کرتی ہے یہ بھی اُنکی طرح سے مخالفت
تدبیر مین بھی ہین مری تقدیر کے خواص

ابرو دکھا کے دل کو وہ کر لیتے ہین شکار
یہ طرفہ ہین کمان مین بھی تیر کے خواص

ترکش مین تیر میان مین شمشیر مضطرب
دیکھو تو بیقراری نخچیر کے خواص

اُتری نہ مر کے بھی ترے عاشق کے پانون سے
زنجیر مین ہین زلف گرہگیر کے خواص

آتی ہے خاک گور غریبان سے یہ صدا
غافل ہین مجھ مین سرمۂ تسخیر کے خواص

بھیجا جو نامہ تو نے مسیحا مین جی اُٹھا
تحریر مین بھی ہین تری تقریر کے خواص

مشکل پڑی حضور کو گھر رات کاٹنی
دیکھے ہمارے نالۂ شبگیر کے خواص

کہتا ہے شعر سُن کے کوئی واہ کوئی آہ
کچھ میرزا کے مجھ مین ہین کچھ میر کے خواص

برزخ سے بڑھ کے شغل نہین ہی کوئی امیر
آجاتے ہین مرید مین بھی پیر کے خواص

ردیف ضاد معجمہ

مکان سے ہے نہ کچھ ہمکو لامکان سے غرض
جہان حضور مکین ہمکو ہے وہان سے غرض

تمہارے جلوے کے مشتاق ہین جہان ہو نصیب
زمین سے کام نہ کچھ ہمکو آسمان سے غرض

تمہاری ذات سے مطلب ہے دین و دُنیا مین
نہ کچھ یہان سے غرض ہی نہ کچھ وہان سے غرض

له [illegible]

ہر ایک فصل مین مانند سرو ایک سے رنگ
بہار سے ہے نہ مطلب کچھ خزان سے غرض

خیال ہے کہ جو برق آئے منفعل نہ پھرے
نہین کچھ اور خس و خار آشیان سے غرض

پتا مکان کا پوچھا تو اُس نے ہنس کے کہا
کہ آپ کون ہین کیا ہے مرے مکان سے غرض

جو تو ہو پاس تو ناصح کی کون سنتا ہے
شب وصال مین ہے کس کو قصہ خوان سے غرض

تمیز عشق و ہوس مین کہان وہ کم سن ہین
نہ جھوٹ سچ پہ نظر ہے نہ امتحان سے غرض

نہ پھول لانے کی توقع یہان نہ پھلنے کی
نہال خشک ہون کیا مجکو باغبان سے غرض

زمین کوچۂ جانان مین دفن ہو جاؤن
اگر غرض ہے تو اتنی ہے آسمان سے غرض

ہجوم رشک سے جان عزیز کہتی ہے
وہ یوسف اور تھے جنکو تھی کاروان سے غرض

حرم سے کام نہ مطلب ہے دیر سے ہم کو
سر نیاز کو ہے تیرے آستان سے غرض

کسے ہے فکر مضامین تازہ کی فرصت
امیر ہے مجھے شیرینی زبان سے غرض

جلائے دل عاشقون کے کیونکر نہ وقت نظارہ تاب عارض
وہ روئے روشن ہے مہر محشر تو صبح محشر نقاب عارض

ہے مسئلے یہ انکی بات پوچھو کہان ہے انکا جواب عارض
اگر وہ عارض ہے مصحف رُخ غلاف مصحف نقاب عارض

عیان ہے اعجاز حسن سب پر نہو زمانہ مطیع کیونکر
جمال اُسکا ہے وہ پیمبر ہے جسپہ نازل کتاب عارض

بیان توصیف خال و خط مین جو کوئی لکھے تو بس یہ لکھے
یہ خط گلزار صفحۂ رخ وہ نقطۂ انتخاب عارض

خدا نے نور و ضیا سے کیسے کیے ہین پُر نور دونون عالم
فلک پہ ہے آفتاب خاور زمین پہ ہے آفتاب عارض

حسین کوئی کہان ہے ایسا کہ ہون مناسب سب تمام اعضا
اُسی کا گیسو جواب گیسو اُسیکا عارض جواب عارض

ہزار خواہش کوئی جتلائے وہ چہرہ بے پردہ کیا دکھائے
جو خواب عاشق مین بھی آئے کبھی اُلٹ کر نقاب عارض

کہون بہشت برین مین گلبن تو ع نامناسب نہین یہ کہنا
ہزار و ہفتاد و یک عدد ہین کیا ہے مین نے حساب عارض

شراب پیکر وہ مہر طلعت گزک کا مستی مین ہو جو طالب
کباب ہالے کی مچھلیون کو کرے وہین التہاب عارض

عرق جو رُخ سے ٹپک رہا ہے یہ رشحہ رشحہ ہے آب باران
غلط نہین اب خط سیہ پر جو ہو گمان سحاب عارض

مٹے ہین ہم محو حسن ایسے کہ علم ہی او طاق نسیان
بیاض اپنی بیاض گردن کتاب اپنی کتاب عارض

نہین ہی ممکن بیان فانوس ہو جو پوشیدہ شمع روشن
اگر پڑینگے ہزار پردے نہون گے وجہ حجاب عارض

برنگ ذرہ بسان شبنم ہزار دیدار کے ہین طالب
دکھائیے آفتاب عارض دکھائیے آفتاب عارض

نمود خط سیہ اگر ہی تو بوسہ عاشق کو ہو عنایت
ضرور ہی تکو صدقہ دینا گہن مین ہی آفتاب عارض

کہین مہ چاردہ اگر ہم تو ہی یہ تشبیہ محض بیجا
کہ مہر نصف النہار سے سُنا ہی ہم نے خطاب عارض

امیر کی احتیاط ہمنے وگرنہ ممکن تھا ہم بھی کہتے
شراب عارض کباب عارض ثواب عارض عذاب عارض

ردیف طاء حطی

آیا ہے بندہ کے تیر مین مجکو اُدھر سے خط
لکھنا پڑا جواب مین خونِ جگر سے خط

کرتا ہون مین تو روز روانہ ادھر سے خط
لکھا نصیب کا نہین آتا اُدھر سے خط

مضمون اسمین ہین کمر یار کے رقم
اتنا نہ باندھ کھینچ کے قاصد کمر سے خط

غربت مین کس طرح نہ پریشان ہون مین غریب
اک عمر ہو گئی نہین آیا ہی گھر سے خط

مضمون شوق کچھ ہین قلم سے نکل گئے
ڈر ہے نکل نہ جائے کبوتر کے پر سے خط

چرچے نہ ماہتابی پہ لُٹے ہوے نقاب
لکھولیئے غلامی کا پہلے قمر سے خط

غربت نے نام اہلِ وطن سے بھلا دیے
بھیجون کسے مین لکھ کے الٰہی سفر سے خط

مین تھام لون جگر کو بہت ہی یہ بیقرار
قاصد ٹھہر نہ کھول ابھی تو کمر سے خط

جھڑتے ہین اشک آنکھ سے فرطِ سُرور مین
اے دل نہ شاد ہو کے لگا چشم تر سے خط

انکو غرور حسن ہے مجکو غرور عشق
آئے کبھی اُدھر سے نجائے ادھر سے خط

آیا جو تیر روح نے قالب سے یہ کہا
میری طلب مین دیکھ یہ آیا اُدھر سے خط

آنسو روان نہین دم تحریر خط شوق
تحریر کر رہا ہون مین آب گہر سے خط

پڑھنے دیا نہ دل کی تڑپ نے مجھے امیر
ایسے ہجوم شوق مین آیا اُدھر سے خط

لکھتا ہون فرطِ شوق مین مین بار بار خط
لکھتا نہین ہے ایک بھی وہ نگار خط

بھلا کے ایک بھی نہ پڑھے گا یقین ہو وہ
لکھے ہین ایک روز مین مین نے ہزار خط

کیا شوق ہے بنا کے کبوتر کو نامہ بر
ایک ایک پر مین باندھ دیے چار چار خط

لکھون ذرا کدورتِ دل کا اگر مین حال
خط غبار کیا ہو سراپا غبار خط

ممکن نہین کسی کو کرے نامہ وہ رقم
جبتک نکالتا نہین اُس کا عذار خط

بھیجا جو یار تک نہین پہونچا تو کیا ہوا
ڈوبا کہ جل گیا مرے پروردگار خط

لکھا ہے اپنے ہاتھ سے اُسنے یہ نامہ بر
آنکھون سے کیون لگاؤن نہ مین بار بار خط

ین کے بدلے اُسکو پڑھو میرے سامنے
آجائے یار کا جو دمِ احتضار خط

سخت جان ہون پڑتی ہین تیغین ہزار ہا
پڑتا نہین ہے تن پہ مرے زینہار خط

نقلین مری رقیبون نے کین سیکڑون امیر
لکھا جو اُس نے مجھکو ہوا اشتہار خط

ردیف ظاے معجمہ

ان بزم مے و معشوق غنیمت واعظ
خُلد مین ہاتھ نہ آئیگی یہ صحبت واعظ

ہ سو بار مین کر لونگا کچھ انکار نہین
مے کشی سے تو ذرا ہو مجھے فرصت واعظ

پتا خوف سے سنتونکا ہی رویان رویان
کچھ زبان سے نہین توبہ کی ضرورت واعظ

جلونسے نہ جہنم کا کیا کر مذکور
کہین انکو بھی نہ آجائے حرارت واعظ

کجانب ہی جو زہاد کی تعریف کرے
تو نے رندون کی اُٹھائی نہین صحبت واعظ

دل کون سُنے ذکر جو مین کرتا ہون
اور الٹی مجھے کرتا ہے نصیحت واعظ

ساقی سے یہان پیر جوان ہوتے ہین
درِ میخانہ نہین ہے درِ جنت واعظ

دیوانون کے آگے یہ قیامت کا بیان
کہین آجائے تجھی پر نہ قیامت واعظ

ور رندونکی حقیقت نہین سمجھا نہ سمجھ
رند سمجھے ہین تری خوب حقیقت واعظ

جام مے دیکھ کے جلے سے ہوا تو باہر
پی لے دو گھونٹ تو کیا ہو ترِی صورت واعظ

بات کیا سیدھی نظر سے نہین لیتا ہی سلام
گھر مین اللہ کے رہ کر یہ مشیخت واعظ

دیکھ میخانے پہ گھنگھور گھٹا چھائی ہے
سر پہ مستون کے ہے اللہ کی رحمت واعظ

ایسے پڑھنے سے تو اچھا تھا کہ جاہل رہتا
نہ حیا تجھ مین ہے باقی نہ مروّت واعظ

مست ہم دختر رز کے ہین وہ حورو نکا امیر
کبھی سمجھے گا نہ رندون کی حقیقت واعظ

صبح کے وقت صبوحی کی مذمت واعظ
کیا ہوا ہے تجھے کیون آئی ہی شامت واعظ

فصل گل مین بھی ہے محروم مے گلگون سے
دن تو اچھے ہین بری ہی تری قسمت واعظ

اپنی کچھ کہہ مری کچھ سُن تو مزہ بھی اُٹھے
نا کجا تذکرہ دوزخ و جنت واعظ

دو گھڑی بادۂ گلرنگ کا بھی چرچا ہو
ختم کر ختم کر اب وعظ کی صحبت واعظ

بے سبب آٹھ پہر ذکر مے و جام نہین
کچھ تو ملتی ہے زبان کو ترے لذت واعظ

نشۂ بادۂ وحدت کے اُٹھائے جو مزے
تو کرے پیر خرابات کی خدمت واعظ

ذوق پر اپنے ہی موقوف عذاب اور ثواب
ہے یہی میکدہ دوزخ یہی جنت واعظ

ذکر تو دختر رز کا ہو کسی رنگ سے ہو
وعظ مین تیرے بھی کچھ ملتی ہی لذت واعظ

قبر پر سنگ کی جا چاہئے خشتِ سرِ خم
کر اُٹھا آج بہک کر یہ نصیحت واعظ

ایلدم ذکر سے اُسکی نہین تھمتی ہی زبان
دختر رز سے ہے تجکو بھی محبت واعظ

مسجد و خانۂ کعبہ تو بہت دیکھ چکا
میکدے کی بھی مناسب ہی زیارت واعظ

دیکھتا ہے نہ سمجھتا ہے کہ مے ہی کیا چیز
نہ بصیرت ہی تجھے ہی نہ بصارت واعظ

میکدہ چھوڑ کے جنت کی طرف جائے امیر
چڑھ کے منبر پہ یہ کی خوب عدالت واعظ

چپ بھی ہو بک رہا ہے کیا واعظ
مغز رندون کا کھا گیا واعظ

تیرے کہنے سے رند جائین گے — یہ تو ہے خانۂ خدا واعظ
اللہ اللہ یہ کبر اور یہ غرور — گیا خدا کا ہے دوسرا واعظ
بے خطا میکشون پہ چشم غضب — حشر ہونے دے دیکھنا واعظ
ہم ہین قحط شراب سے بیمار — کس مرض کی ہے تو دوا واعظ
رہ چکا میکدے مین ساری عمر — کبھی میخانے مین بھی آ واعظ
ہجو مے کر رہا تھا منبر پر — ہم جو پہونچے تو پی گیا واعظ
دختِ رز کو برا کہے آگے — پھر نہ کہنا کبھی سنا واعظ
آج کرتا ہون وعظ مے مین امیر — دیکھون کہتا ہے اس مین کیا واعظ

ردیف عین مہملہ

بینش رخ پر نور ہے ہر دم سفری شمع — کیون شام ہی سے ہو نہ چراغ سحری شمع
دن رات یہ روشن ہین وہ روشن ہو شب بھر — پائے ترے گالونکی کہان جلوہ گری شمع
کس مہر درخشان کی طرف دیکھ رہی ہے — بوجہ نہین ہے تری آنکھونکی تری شمع
پروانون سے ہو ملنے جو رخصت تجھے ہوئے — آتی ہے کوئی دم مین نسیم سحری شمع
ظاہر مین ہو معشوق تو باطن مین ہی عاشق — سیرت مین ہی دیوانی تو صورت مین پری شمع
وہ جل کے ہوا خاک خبر تک نہین تجکو — پروانے سے اچھی نہین یہ بیخبری شمع
بیچارے پتنگون کے پروبال جو پھونکے — یہ بھی ہے کوئی شیوۂ بیدادگری شمع
سبزہ ترے گالون کا اگر عکس فگن ہو — شمشاد کی صورت ابھی ہو جائے ہری شمع
کیا میری طرح تو بھی کسی مہ کی ہی عاشق — زردی ترے چہرے پہ ہی آنکھونمین تری شمع
گر بلبل سے لہو آئے وہ پروانے کے بدلے — گل ہو کر گئی محفل مین نسیم سحری شمع
پروانے کرین کس سے بیان حال دل اپنا — سنتی ہی نہین شکوۂ بے بال و پری شمع

معشوق کو رے کیا جو مرے آپ ہی عاشق — پروانہ جلے خود تو خطا سے ہو بری شمع

محفل مین کھلے بالون حسین کیا کوئی آیا — بیوجہ نہین تیری پریشان نظری شمع

بہتے ہین آمیر اشک جو اس کے تو عجب کیا
ہے سوز و گدازِ غمِ اُلفت سے بھری شمع

میرے دل مین نہین ہین ارمان جمع — گھر مین اللہ کے ہین مہمان جمع

سیکڑون عیش کے ہین سامان جمع — یہ نہین خاطرِ پریشان جمع

جوشِ سودا خیالِ خطِ غمِ زلف — ہین پریشانیون کے سامان جمع

آرزو داغ بیکسی حسرت — کیسے کیسے ہین دل مین مہمان جمع

ہم کوئی روکنے سے رُکتے ہین — درِ جانان پہ کیون ہین دربان جمع

ایک دل کے ہزار دل ہو جائین — اس لیے کر رہا ہون پیکان جمع

ہنس پڑو تم ہمارے رونے پر — لطف دین ہون جو برق و باران جمع

آرزوئین تری ہین دل مین بھری — یا پری خانے مین ہین پریان جمع

اے جنون کب سے دونون ہین مشتاق — آج ہو جائین جیب و دامان جمع

آج اُٹھین گے زخمیون کو مزے — ہو رہے ہین دہان نمکدان جمع

گر یہی طبع کی روانی ہے — چار دن مین ہے اپنا دیوان جمع

اب ملے گی سخن کی داد آمیر
آج محفل مین ہین سخندان جمع

ردیف غین معجمہ

دیکھنا ہمدم یہ بجلی ہی جو چمکاتی ہی تیغ — یا پری کہسار سے کھینچے ہوے آتی ہی تیغ

جب گنہگارون پہ تیرے رحم فرماتی ہی تیغ — ابرِ رحمت بنکے مقتل مین برس جاتی ہی تیغ

واہ رے شوقِ شہادت ایک پر گرتا ہی ایک — عمر گذری ہی کہ دم لینے نہین پاتی ہی تیغ

چین پیشانی پر ابرو پر شکن اچھی نہین
دیکھیے بیکار ہو جائیگی بل کھاتی ہو تیغ

روحین قالب سے نکل آتی ہین مارے شوق کے
میان سے اُسکے نکلنے بھی نہین پاتی ہو تیغ

یہ لگاوٹ یہ کھنچاوٹ یہ چلن یہ بانکپن
تھر کی چالین تجھے ای ترک سکھلاتی ہو تیغ

سخت جانی نے خجل کس کس کو مقتل مین کیا
اُس سے شرماتا ہو نہین اور مجھ سے شرماتی ہو تیغ

بسملون کا جذبۂ شوقِ شہادت دیکھنا
میان سے بیتاب ہو کر خود نکل آتی ہو تیغ

آبرو یہ اُلفت دندانِ قاتل مین ملی
اپنا مالا اب گلے مین میرے پہناتی ہو تیغ

چاہتی ہو بے مشقت سُرخرو ہو جایئے
قتل ہو جانے کا بیڑا مجھسے اُٹھواتی ہو تیغ

ہو یہ بازارِ جزاے تیغزن اپنی خبر
دیکھ وہ تیری قضا کھینچے ہوئے آتی ہو تیغ

سخت عاجز ہو ہماری سخت جانی دیکھکر
پیستی ہو دانت سر پتھر سے ٹکراتی ہو تیغ

حال سارا آبداری کا ابھی کھلجائیگا
مُنھ مرے زخمونکا کیون رنگ کے کھلواتی ہو تیغ

کیا عروس مرگ کا دولھا بنائیگی اسے
سُرخ جوڑا تیرے کشتے کو جو پہناتی ہو تیغ

ہو پری آنے مین بجلی سے سوا جانے مین ہو
ناز سے آتی ہو اور انداز سے جاتی ہو تیغ

خضرِ رہ بھی ہو فقط رہزن نہ اسکو جانیے
جان لیتی ہو تو منزل پر بھی پہونچاتی ہو تیغ

اور میری تشنہ کامی پر کسے آتا ہے رحم
حلق مین دو بوند پانی آکے ٹپکاتی ہو تیغ

تشنۂ دیدار ہون پیاسا نہ مجکو ذبح کر
دیکھ قاتل شرم سے پانی ہوئی جاتی ہو تیغ

مجرمانِ عشق کوئی دم مین بیڑا پار ہے
آج کل دریاے رحمت بنکے لہراتی ہو تیغ

بسملونکے خون سے قاتل اسے سیراب کر
دیکھ تو کب سے زبان خشک دکھلاتی ہو تیغ

رعب ایسا چھا گیا ہو سخت جانی کا امیر
موت میری دور ہی سے مجکو دکھلاتی تیغ

تیرے آگے کیا حسینونکا جلے مہ رو چراغ
انجم و مہتاب پروانے ہین تیرے تو چراغ

ہاتھ سے اپنے جلائے تو جوائے گلرو چراغ
گُل بھی ہو جائے تو پھر پھولونگی دے خوشبو چراغ

وقت گریہ یادِ گیسو بخت دل ہمراہ اشک — رات کو برسات مین ہون جسطرح جگنو چراغ
نورِ عرفان کے لیے آنکھونمین آنسو ہین ضرور — نور تب دیتا ہی جب روغن سے ہو مملو چراغ
قصرِ سلطان خانۂ درویش پر ہی طعنہ زن — ای یہ تابان ہو گردون پر نکل کر تو چراغ
فرقتِ محبوب مین کیسی بہار بزم عیش — تیرہ آتا ہے نظر مثلِ گلِ خوشبو چراغ
جوشِ وحشت مین بیابان مرگ قسمت نے کیا — قبر پر راتون کو ہوگا دیدۂ آہو چراغ
دل کے مہندی پانونمین جب وہ ہوے گرم خرام — نقش پاسے شب کو روشن ہوگئے ہر سو چراغ
نور کا پتلا بنایا کیا تجھے اللہ نے — ساق سیمین شمع روشن کاسۂ زانو چراغ
پھر گئی افشان زلف مین شبکو چراغان ہوگیا — ہو گئے روشن میانِ کوچۂ گیسو چراغ
صبح تک شب کو تصور کس کے عارض کا رہا — گاہ اس پہلو تھا روشن گاہ اُس پہلو چراغ
ایک سے ہے ایک کو اس محفلِ عالم مین فیض — شبکو ہی آنکھون کے حق مین قوتِ بازو چراغ
اُسکی زلف مشک سا کی لائی ہو خوشبو صبا — مشکبو شمعین سرِ محفل ہین عنبر بو چراغ
صاف محرابِ حرم ہی ابروے خمدار یار — کیون نہ کہیے خال روشن کو تہ ابرو چراغ
روشنی اُسکی ہی شب بھر ہی یہ روشن رات دن — کیا چراغ داغ دل کا ہو گا ہم پہلو چراغ
شمع کافوری مبارک منعمون کی بزم کو — ہین ہمارے خانۂ تاریک مین جگنو چراغ

سینہ ہے پُر داغ اشکونمین ہین لختِ دل امیر
باغ مین گویا کہ روشن ہین کنارِ جو چراغ

نہ آئے شب کو میسّر اگر نہ آئے چراغ — کہ داغ سینے کے روشن ہین یان بجائے چراغ
گِلہ نہین ہی اگر اقربا نہ لائے چراغ — کہ جگنوؤن نے مری قبر پر جلائے چراغ
نقاب ڈال کے آئے ہین وہ تو کیا پروا — چھپے نہ پردۂ فانوس مین ضیائے چراغ
لنڈھے شراب کے ساغر جو محتسب آیا — ہوا غضب کی چلی یکقلم بجھائے چراغ
ہوئے جو ہم تو مرادین بر آئین عالم کی — بتون نے خانۂ اللہ مین جلائے چراغ

یہ اپنی عمر کا عالم ہے عہد پیری مین
نسیم صبح سے جس طرح جھلملائے چراغ

تمیز ہو کہ نہ ہو شرط دل کا آنا ہے
خدا کی شان کہ پروانہ آشنائے چراغ

جہان کو فیض ہے مجھسے مین قید کلفت مین
مکان مین نور اندھیرا ہو زیر پائے چراغ

وہ صاف دل ہو جلے بے فتیلہ وہ روشن
جو کاسہ گر نے مری خاک سے بنائے چراغ

عبث ہو سامنے جاہل کے شعر کا پڑھنا
وہ بے تمیز ہے اندھے کو جو دکھلائے چراغ

جنون رہا یہی تا صبح یاد عارض مین
کبھی جلائے کبھی رات کو بجھائے چراغ

خدا ہے دل جو بچے حادثون کے جھونکون سے
کہان تلک تہ دامن کوئی چھپائے چراغ

رہے نہ داغ جوانی امیرؔ پیری مین
جلائے شب کو سحر ہو گئی بجھائے چراغ

ردیف فا

زلفین آئی ہین لٹک کر روے جانان کی طرف
پانون پھیلائے ہین اس کافر نے قرآن کی طرف

گھر سے اٹھے تھے کہ جائینگے گلستان کی طرف
وحشت دل لے چلی ہمکو بیابان کی طرف

پھول مرجھا جائین شاخون پر شجر ہو جائین خشک
مین جگر تفتہ جو جا نکلون گلستان کی طرف

مل کے اک اک گور سے ہم دیر تک رویا کیے
لے گئی عبرت جو کل گور غریبان کی طرف

رہ گیا ہے آسرا تیری عنایت کا مجھے
تو ہی اب اے یاس ہو جا میرے ارمان کی طرف

ہون وہ زخمی دل کو میرے درد کا ہے یہ مزہ
دیکھتے ہین چشم حسرت سے نمکدان کی طرف

ہو چکین وہ دست وحشت کی جو تھین چالاکیان
ہاتھ اب برسون نہین اٹھتا گریبان کی طرف

منتظر ہے شہر خموشان مین جو ہر یا دیکھنا
کسکی میت آئی ہے گور غریبان کی طرف

کچھ تو انکو چاہیئے لینے اسیرون کا خیال
روز آ نکلا کرو دم بھر کو زندان کی طرف

زاہدا تسبیح مین زنار کا ڈورا نہ ڈال
یا برہمن کی طرف ہو یا مسلمان کی طرف

آپ سے جاتا نہین ہر بار مین مجبور ہون
دل کھنچا جاتا ہے میرا کوئے جانان کی طرف

چاہتا ہون وصل اُس سے جو دو عالم مین نہین
مجکو دیکھو اور میرے دل کے ارمان کی طرف

اب کہین یاران رفتہ کا نشان ملتا نہین
شوق دل لیچلا ہے مجھے گور غریبان کی طرف

جا کے اب یارونکی تنہائی مین دیکھونگا امیر
لیچلی ہے بیکسی گور غریبان کی طرف

شوخیان کہتی ہین ہم ہین اُسکی چتون کی طرف
چتونین کہتی ہین ہم ہین چشم پُرفن کی طرف

سیر دیکھو دل بھی ہی اُس شوخ پُرفن کی طرف
دوست ہوکر تو لپکتا ہی میرے دشمن کی طرف

دیکھ قاتل جذب شوق قتل کا منکر نہو
وہ چلی تلوار تیری میری گردن کی طرف

اُس رُخ رنگین پہ زلفین دیکھکر کہتی ہی خلق
جھوم کر کالی گھٹا آئی ہے گلشن کی طرف

ہاتھ جب اُسپر اُٹھاتا ہی مرا دست جنون
بڑھکے کہتا ہے گریبان مین ہون دامن کی طرف

عارض گلگون سے اُلٹی ہی جو اُس گل نے نقاب
بلبلین اب سے رُخ نہین کرتی ہین گلشن کی طرف

گر پڑا کیا کوئی لخت دل کالعل ای چشم تر
ڈھونڈھنے کو اشک آتے ہین جو دامن کی طرف

کھینچ لیتا ہی جو قاتل ہاتھ میرے قتل سے
دیکھتی ہے تیغ کس حسرت سے گردن کی طرف

کوئی گل توڑا کہ گلچین نے کیا بلبل کو ذبح
اے صبا ہنگامہ کیسا ہی یہ گلشن کی طرف

دونون آنکھون سے ہی میری ابر و برسات کی
ایک بھادون کی طرف ہی ایک ساون کی طرف

ناقبول خلق تجھسا کوئی عالم مین نہین
برق بھی آتی نہین ہی میرے خرمن کی طرف

میان سے کھینچا جو خنجر یار نے صدے شوق
روح سارے جسم کی کھنچ آئی گردن کی طرف

میرے گھر آتے نہین اچھا نہ آؤ خوش رہو
خاک اُڑتے آؤگے اک روز مدفن کی طرف

پھول مُرجھا جائین تو مجھسے نکرنا کچھ گلہ
اے صبا چلنے کو مین چلتا ہون گلشن کی طرف

آجتک خورشید کا منھ اس طرف ہوتا نہین
دیکھتا آسمان نہین اُس روے روشن کی طرف

جب مین کہتا ہون دم آخر کوئی اپنا نہین
تیغ کہتی ہی کہ مین ہون تیری گردن کی طرف

جب بہت تعریف سُنتا ہون مین چشم حور کی
دیکھ لیتا ہون ترے کمرے کے روزن کی طرف

تیغ ابرو تیر مژگان دونون حامی ہین مرے
ایک سینے کی طرف ہو ایک گردن کی طرف

لاابالی جب نکل چلتے ہین پھر رکتے نہین
بوے گل کب دیکھتی ہے پھر کے گلشن کی طرف

لاکھ اُبھارے وحشت دل کوے جانان سے امیر
مین نہ صحرا کی طرف جاؤن نہ گلشن کی طرف

کیونکر نہ مرغ دل ہو ہمارا شکار زلف
رشتہ جو دام کا ہے وہ ایک ایک تار زلف

افسون پڑھو ہزار اُترتا نہین یہ زہر
ہے اُسکی موت ہی جسے ڈس جائے مار زلف

چوٹی نہین اپنی پھول جو رکھے ہین یار نے
دکھلا رہی ہے طرفہ تماشا بہار زلف

کرتا ہو جو ہوس کے گیسو نہین دل خدا کی یاد
مصروف ذکر مین ہو شب زندہ دار زلف

حاضر ہے میری آنکھون سے لو دامن مژہ
منظور جھاڑنا ہو جو تمکو غبار زلف

جاؤ گے تم جو کھولے ہوئے بال سوئے دشت
آہو کرینگے مشک کے نافے نثار زلف

سودا اگر اپنا دل ہے تو کھلنے ہین اسکے دو
یا سبزہ وار خط ہے وطن یا تتار زلف

گلزار روے یار کی کیا بڑھ گئی ہے زیب
آیا ہے گھر کے اُسپہ جو ابر بہار زلف

چھٹ جائین دل غریبون کے اے شانہ کر کمک
گھبرا رہے ہین قیدی زندان تار زلف

جاتا نہین ہے رہرو دل اب کسی طرف
آیا پسند جب سے سواد دیار زلف

بڑھ جاتی اور چشم بصیرت کی روشنی
دیتا ذرا جو کحل جواہر غبار زلف

اے دل سمجھ کے کوچۂ اُلفت مین رکھ قدم
ڈر ہے نہ کاٹ کھائے کہین اُڑ کے مار زلف

بہتر کہین یہ قید رہائی سے ہے امیر
ہون پاے بند سلسلۂ تابدار زلف

ردیف قاف

ہین تری زلف رسا کے عاشق
ہم بھی ہین یار بلا کے عاشق

تیرے معشوق خدا کے معشوق
تیرے عاشق ہین خدا کے عاشق

غمزے حورون کے اُٹھاتے ہین کوئی — آپ کے ناز و ادا کے عاشق
منھ نہ دکھلاؤ سُناؤ آواز — کان اپنے ہین صدا کے عاشق
پانوءن رکھتے نہین بالاے زمین — تیرے نقشِ کفِ پا کے عاشق
ان جفاؤن پہ وہی ذوقِ وفا — ہم تو ہین اپنی وفا کے عاشق
تجھ سے روٹھے نہین اے تیغ جفا — ناز کرتے ہین ادا کے عاشق
شوخ چشمی نہ کر اتنی ظالم — گڑے جاتے ہین حیا کے عاشق
منھدی ملواؤ نہ تم غیرون سے — رنگ لائین گے حنا کے عاشق
دیکھیے حشر مین کیا ہوتا ہے — ہم ہین محبوبِ خدا کے عاشق
رغبت اب دل کو ہے یون جانبِ غم — جیسے معشوق کو تا کے عاشق

رات دن ہوتے ہین اُس بت پہ امیر
سیکڑون بندے خدا کے عاشق

ہین نہ زندون مین نہ مُردون مین کمر کے عاشق — نہ ادھر کے ہین الٰہی نہ اُدھر کے عاشق
ہو وہی آنکھ جو مشتاق ترے دید کی ہو — کان وہ ہین جو رہین تیری خبر کے عاشق
جتنے ناوک ہین کماندار ترے ترکش مین — کچھ مرے دل کے ہین کچھ میرے جگر کے عاشق
برہمن دیر سے کعبے سے پھر آئے حاجی — تیرے در سے نہ سرکنا تھا نہ سر کے عاشق
آنکھ دکھلاؤ انھین مرتے ہون جو آنکھون پر — ہم تو ہین یار محبت کی نظر کے عاشق
چھپ رہے ہو گے نظر سے کہین عنقا کی طرح — تو بہ کیجے کہین مرتے ہین کمر کے عاشق
بے جگر معرکۂ عشق مین کیا ٹھہرینگے — کھاتے ہین خنجر معشوق کے جبر کے عاشق
تجھکو کعبہ ہو مبارک دلِ ویران ہمکو — ہم ہین تنہا ہی اسی اُجڑے ہوئے گھر کے عاشق
کیا ہوا لیتی ہین پریان جو بلائین تیری — کہ پریزاد بھی ہوتے ہین بشر کے عاشق
بیکسی درد و الم داغ تمنا حسرت — چھوٹے جاتے ہین پسِ مرگ یہ تر کے عاشق

بے سبب سیرِ شبِ ماہ نہین ہی یہ امیرؔ
ہو گئے تم بھی کبھی رشکِ قمر اے عاشق

جادۂ راہِ عدم ہی رہِ کاشانۂ عشق
ملک الموت ہین دربان درِ خانۂ عشق

مرکزِ خاک ہے دُردِ تہِ پیمانۂ عشق
آسمان ظرف بر آوردۂ میخانۂ عشق

کم بلندی مین نہین عرش سے کاشانۂ عشق
دونون عالم ہین دو مصراع درِ خانۂ عشق

ہی جو واللیل سراپردۂ کاشانۂ عشق
سورۂ شمس ہے قندیل درِ خانۂ عشق

دل مرا شیشہ ہی آنکھین مری پیمانۂ عشق
جسم یا جوشِ محبت سے ہے میخانۂ عشق

ہم تھے اور پیشِ نظر جلوۂ مستانۂ عشق
جس زمانہ مین نہ محرم تھا نہ بیگانۂ عشق

غرق ابھی بحرِ فنا مین یہ دو عالم ہو جائین
ایک اشارہ جو کرے نرگسِ مستانۂ عشق

ہم وہ فرہاد تھے کاٹا نہی صورت سے پہاڑ
حُسن کا گنج لیا کھود کے ویرانۂ عشق

کچھ گرہ مین نہین گرمی کے سوا اشل سپند
برگ و بر دود و شرر ہون جو اگے دانۂ عشق

عین مستی مین ملے ہین مجھے گوشِ شنوا
سُن رہا ہون مین صدائے لبِ پیمانۂ عشق

آرہے باغِ جنان سے جو زمین پر آدم
فی الحقیقت تھی وہ اک لغزشِ مستانۂ عشق

معتقد کون نہین کون نہین اُسکا مرید
پیرِ ہفتاد و دو ملت کا ہے دیوانۂ عشق

دل نے تسبیح بنا کر وہ کیے زیبِ گلو
ہاتھ آئے جو کوئی گوہرِ یک دانۂ عشق

زلفِ معشوق نہ گھٹ جائے ادب کا ہے مقام
بڑھ چلین اتنے نہ موئے سرِ دیوانۂ عشق

سُننے والونکے یہ ڈر ہے نہ جلین پردۂ گوش
کیا سُناؤن کہ بہت گرم ہی افسانۂ عشق

خاک درکار ہے وہ لوث خطا سے جو ہو پاک
ورنہ ہر خاک سے اُگتا ہی کوئی دانۂ عشق

کہتے ہین مرگِ جوانی جسے سب اہلِ جہان
اپنے نزدیک ہی وہ بازئ طفلانۂ عشق

آہ عاشق سے ہوئی غفلتِ معشوق نہ کم
خواب تھا حسنِ فسون ساز کو افسانۂ عشق

بخت برگشتہ ہون تب بھی نہین جاتا یہ مزہ
نہ گرے بادہ جو واژون بھی ہو پیمانۂ عشق

لہ مصرع [illegible]

طور پر کہتی ہی یہ شمع تجلی کی زبان / سرمۂ حسن ہی خاکستر پروانۂ عشق

طالب درد ہی اس درجہ مرا طائر دل / ٹوٹ پڑتا ہی یہ جس دام مین ہو دانۂ عشق

ہون وہ دیوانہ کہ قدمون سے لگا ہی مرے حسن / ہی مرے پانون مین زنجیر پریخانۂ عشق

مرکے دے روح کو میری یہ الٰہی قدرت / ہنس بن بن کے چُگینگے گوہر یکدانۂ عشق

کیا فلاطون کو ہی نسبت مرے دیوانے سے / آشنا ہی یہ محبت کا وہ بیگانۂ عشق

ہم تھے اور چہرۂ محبوب کا نظارہ امیر / شعلۂ حسن تھا جس روز نہ پروانۂ عشق

جلد آ جاؤ کہ ہین گور کنارے مشتاق / دم مین آ جائین نہ حورون کے تمھارے مشتاق

دل صد چاک بھی چلمن ہی کسی کمرے کی / سر جھکاتے ہین تو کرتے ہین نظارے مشتاق

مست ہونے کا انھین حکم ہی اے نرگس یار / خوب پہچانتے ہین تیرے اشارے مشتاق

تہ و بالا ترے دیدار کا طالب نہین کون / گل زمین پر ہین تو گردون پہ ستارے مشتاق

استخوان کہین جلدی ہو بدن سے باہر / ہین ہما و سگ محبوب تمھارے مشتاق

بیخودی تا بکجا آپ مین آؤ بھی امیر / دیر سے بیٹھے ہین احباب تمھارے مشتاق

ردیف کاف تازی

آئی جو کھل کے زلف رسا سر سے پانون تک / لینے لگی بلائین ادا سر سے پانون تک

لاغر ہون اسقدر مجھے پہچانتی نہین / رو رہ کے دیکھتی ہی قضا سر سے پانون تک

رخ نور جبہہ نور شکم نور ساق نور / تو ای صنم ہی نور خدا سر سے پانون تک

کھائے ہین ہمنے گل ترے چھلّونکے اسقدر / خالی نہین ہی جسم مین جا سر سے پانون تک

گنڈا نظر گذر کا پہنائیگی آپ کو / قد ناپتی ہی زلف رسا سر سے پانون تک

دلکش ہی مجھ ضعیف کا ہر عضو جسم زار / مین کاہ ہون وہ کاہ ربا سر سے پانون تک

دورانِ سر کے ساتھ ہی چکر بھی پانون مین
ہون مبتلائے رنج و بلا سر سے پانون تک

موقوف شمع پر نہین کچھ سوزشِ درون
جس پر گری یہ برق جلا سر سے پانون تک

ادنیٰ یہ خارِ وادیِ وحشت کی ہی خلش
ایک آبلہ ہی جسم مرا سر سے پانون تک

میری نگاہ شوق کی اللہ ری گرمیان
وہ گل عرق مین ڈوب گیا سر سے پانون تک

کچھ تمکو میری طوق و سلاسل کی ہے خبر
زیور مین غرق رہتے ہو کیا سر سے پانون تک

اچھی کسی کی آنکھ کسی کی نگاہ ہے
یکتا ہین آپ نام خدا سر سے پانون تک

گرمی سے حسن کے وہ ہوا ہے عرق عرق
دیکھو ٹپک رہی ہی ادا سر سے پانون تک

زلفِ دوتا سے آپ ہی الجھن مین اُنکا دل
گھیرے ہی دو طرف سے بلا سر سے پانون تک

گریان اگر مین پھر یہین سے گذر گیا
فوارہ آب ہوا سر سے پانون تک

تڑپے شبِ وصال نہ کیونکر نگاہِ شوق
گھیرے ہوئے ہی اُنکو حیا سر سے پانون تک

جب مین نے فکر کی ترے دانتونکے وصف مین
آب گہر مین ڈوب گیا سر سے پانون تک

پہونچائے کربلا مین جو بخت رسا امیر
ملیے بدن مین خاکِ شفا سر سے پانون تک

کرون ضبط نفس ہمدم کہان تک
لگی ہی آگ اک دل سے زبان تک

دھوان دل سے مرے اُٹھتا ہی ایسا
اندھیرا ہے زمین سے آسمان تک

کرون کس شوق سے ہر بار سجدہ
جو پہونچے سر تمھارے آستان تک

تجھے ملتا نہین گھر اُن کا قاصد
گئے کیونکر پیمبر لامکان تک

غش آیا ہے مجھے مسجد مین بے مے
چلو لے کر مجھے پیر مغان تک

جو موت آئے تو پہچانے نہ مجکو
ہوا ہون ہجر مین لاغر یہان تک

امیر اب مہربان ہی مجھ پہ صیاد
خبر پہونچے نہ اُسکی باغبان تک

ردیف کاف فارسی

مرے ہر عضو کو ہی اُس بتِ خونخوار سے لاگ — دل کو ہی تیر سے گردن کو ہی تلوار سے لاگ

اُس دلآرام کو ہی میرے دلِ زار سے لاگ — مژدہ ای مرگ مسیحا کو ہی بیمار سے لاگ

رو بھی لین کھول کے دل تو بھی کچھ آنسو پچھ جائین — ضبطِ غم تجکو ہی کیون دیدۂ خونبار سے لاگ

کند تلوار سے کرتا ہی جو عاشق کو حلال — دل مین رکھتا ہی وہ جلّاد گنہگار سے لاگ

جھانک کر دیکھ لیا کرتے ہین چلمن سے کبھی — ہی جو در پردہ اُنھین طالبِ دیدار سے لاگ

پھُولنے پھلنے کی نوبت نہین آنے پائی — کیا خزان کو ہی الٰہی مرے گلزار سے لاگ

شانے کی طرح سے صد چاک رہا کرتا ہے — جیسے ہی دل کو ترے گیسوے خمدار سے لاگ

دو قدم یار چلا اور قیامت آئی — فتنۂ حشر کو ہے یار کی رفتار سے لاگ

ہم نہ ہین دوست کسی کے نہ کسی کے دشمن — یار سے ہمکو رگاوٹ ہی نہ اغیار سے لاگ

مددای پیرِ مغان المدد ای پیرِ مغان — بڑھ گئی ہی بہت اب چرخِ ستمگار سے لاگ

تارے گن گن کے شبِ ہجر بسر کرتا ہون — کیا کرون خواب کو ہی دیدۂ بیدار سے لاگ

کیون حیا اُنکو نکلنے نہین دیتی باہر — حُسنِ یوسف کو ہی کیون گرمیِ بازار سے لاگ

بندۂ عشق ہو نہین ایک سے دونون ہین بچھے — کچھ نہ کافر سے محبت ہی نہ دیندار سے لاگ

کسطرح حال تمھارا جو مین پاتا ہون امیر — ہو گئی کیا کسی معشوق طرحدار سے لاگ

ردیف لام

سُنتا نہین وہ دل سے کبھی داستانِ دل — کس سے بیان کرے کوئی دردِ نہانِ دل

کرتا ہے آب آب جگر کو بیانِ دل — افسانے کی طرح نہ سنو داستانِ دل

ای شاہِ کشورِ دل و جانِ جہانِ دل — قربان ہر ادا پہ دلِ جان و جانِ دل

کس بے نشان کی یاد نے ایسا مٹا دیا — سینے مین نام کو نہین باقی نشانِ دل

ہمراہ دوڑتا ہون مین اُس شہسوار کے
ہو دستِ اختیار سے باہر عنانِ دل

جیسے کہ تیرِ یار کی سینے مین ہے جگھہ
خالی نہین ہما سے مرا آشیانِ دل

حوّا کا عشق قسمتِ آدم مین جو لکھا
پہلا تھا نقطہ وقلمِ امتحانِ دل

بے شبہہ اس مین سے جُدا ہی زمین عشق
اس آسمان سے ہو الگ آسمانِ دل

پھنک جائے صورِ حشر جو ہونا ہو جلد ہو
کبتک کرون مین ہجر مین ضبطِ فغانِ دل

پھولے ہین کیسے لالہ و گل فیضِ عشق سے
قابل ہے تیری سیر کے یہ بوستانِ دل

جب سے کہ دھیان ہی رُخِ تابانِ یار کا
ہے آفتابِ حشر چراغِ مکانِ دل

جائے گا کیا تصوّرِ خالِ سیاہِ یار
آنکھون مین مردمک ہی سویدا میانِ دل

حسرت وہی فروغ وہی ہی جلا وہی
کچھ کچھ تو آئنے سے ہو آئینہ شانِ دل

تو ہے وہ ماہِ مصر کہ جاتا ہی جس طرف
رہتا ہے ساتھ ساتھ ترے کاروانِ دل

غصّے مین آپ کے ہاتھ سے پھینکا پٹک دیا
آئینے پر ہوا انھین شاید گمانِ دل

ممنونِ ضعفِ عالمِ پیری ہون اے امیر
جُھکتا چلا ہے سر طرفِ آستانِ دل

داغون سے گلرخون کے دوبالا ہی شانِ دل
بے ماہ و آفتاب نہین آسمانِ دل

عنقا سے ہی بلند کہین آشیانِ دل
سُنتے ہین نام پر نہین ملتا نشانِ دل

فیضِ قدم سے تیرے بڑھی ہی یہ شانِ دل
ہین ساتون آسمان تہ آسمانِ دل

دوزخ شرارِ نالۂ آتش فشانِ دل
فردوسِ برگ ریزِ گلِ بوستانِ دل

کعبہ ادب سے آتا ہے میرے طواف کو
جیسے ہوا مین گوشہ نشینِ مکانِ دل

غنچے کے توڑنے کو سمجھتا ہون معصیت
سونگھی ہے جب سے بوے گلِ بے خزانِ دل

اپنے لیے پسند ہی مجکو چمن کی سیر
گل شکلِ داغ دل ہو صنوبر بسانِ دل

رتبے مین وقت فکر سکندر سے کم نہین
کرتا ہون سر جھکا کے مین سیرِ جہانِ دل

آئے نظر نہ عالمِ غم ہو اگر کہین
خالق نے کیا وسیع بنایا مکانِ دل

سمتی نہین ہی اہلِ صفا کے ضمیر مین
دیکھا کہان کسی نے کبھی اُستخوانِ دل

گیا آنسوؤن نے پردۂ اُلفت کیا ہے فاش
آنکھون سے آشکار ہے رازِ نہانِ دل

گرین گے یاد ہم درِ دندانِ یار کو
اسطرح موتیون سے بھرینگے دہانِ دل

ممکن نہین کہ ہم کسی کا پہونچ سکے
کوسون ہی لامکان سے بلند آستانِ دل

مانندِ شمع نطق کی طاقت نہین مگر
روشن مری زبان سے ہو میرا بیانِ دل

دو ٹکڑے ہو ابھی جگرِ بوالہوس امیر
کھینچون جو معرکے مین مین تیغِ زبانِ دل

گل وہ رُخِ نازک ہی پسینا عرقِ گل
شبنم سے ہی لبریز کٹورا طبقِ گل

بلبل کا قفس چھپائے کبھی پھولون سے صیاد
اُس چرخ پہ بھی چاہیے پھولے شفقِ گل

تا زیست تھا مجھ زار کو عشقِ رُخِ رنگین
ہو غسل و کفن کو عرقِ گل ورقِ گل

اُس روئے کتابی کا ہی ذکر اور دہن اپنا
بلبل کو فراموش نہو گا سبقِ گل

ہی فصلِ خزان مین بھی وہی رنگِ بہاران
گل سینۂ بلبل مین ہی داغِ قلقِ گل

کس کے رُخِ رنگین کا سُنا ہم نے فسانہ
گل کان ہوئے کان کے پردے ورقِ گل

کب خار اُلجھ سکتے ہین دامانِ صبا سے
گلشن کی قلمرو مین ہی نظم و نسقِ گل

آہون نے کیے لختِ جگر برہم و درہم
کیا تند ہوا مین ہین پریشان ورقِ گل

آمد ہے یہ گلزار مین کس کی کہ صبا نے
صدقے کے لیے زر سے بھرے ہین طبقِ گل

وہ رنگ کہان اب کہ خزان باغ مین آئی
بیکار ہے اب تذکرۂ ماسبقِ گل

تحریر کرے وصفِ رُخ اُسکا تو ہے لازم
کاتب خطِ گلزار مین لکھے ورقِ گل

زیبا ہے کہون جو فلکِ خاکِ چمن کو
پھولی ہی عجب موسمِ گل مین شفقِ گل

پائیگا امیر اُس رُخِ گلرنگ کا بوسہ
بلبل کے سوا کوئی نہین مستحقِ گل

بجا ہین بلبل و گلچین خراب خندۂ گل
دو آتشہ ہے چمن مین شراب خندۂ گل

گرائے برق اگر التہاب خندۂ گل
تو کیون نہو دلِ بلبل خراب خندۂ گل

ہنسی ہو اُس گلِ تر کی جواب خندۂ گل
تبسم نمکین انتخاب خندۂ گل

کریگی بلبلِ نالان جو حشر مین فریاد
صبا سے ہو گا حساب و کتاب خندۂ گل

محال ہے کہ چڑھے غش حسن کے مُنھ پر
کہان ہے نالۂ بلبل جواب خندۂ گل

چمن مین نالہ کشی ہے قبول اے صیاد
پر اس چمن مین نہین مجکو تاب خندۂ گل

ابھی تو صورتِ شبنم ہون اشک بلبل خشک
چمک دکھائے اگر آفتاب خندۂ گل

جو کاسۂ سرِ بلبل ملے وہ منصف ہون
بھرون مین اُس مین لبالب شراب خندۂ گل

شرابِ نغمۂ بلبل کو پی کے کیون نہو مست
ابھی تو نام خدا ہے شباب خندۂ گل

سمند ہوش نہو بلبل کا کیون نہ برق خرام
جو تازیانہ ہو موجِ شراب خندۂ گل

دیا ہے وہ تجھے اللہ نے دلِ نازک
کہ آب آب کرے جسکو تاب خندۂ گل

نہ جانتی تھی صبا یہ کہ ہو گی غش بلبل
کھلا کے غنچہ اُٹھاتی نقاب خندۂ گل

ذرا نہین کسی بلبل کو ہوش صورتِ مست
غضب کی تُند کھنچی ہی شراب خندۂ گل

غش آگیا مجھے غنچون کے مسکرانے سے
کسے ہے حوصلۂ انتخاب خندۂ گل

یہی ہے شام سے مضمون گریۂ بلبل
سحر کو دیکھیئے گا اضطراب خندۂ گل

نظیر گریۂ بلبل ہے گریۂ مینا
ہنسی ہے جام کی ساقی شراب خندۂ گل

امیر خیر ہو گلشن مین جان بلبل کی
کھنچی ہے صبح سے تیغ خوشاب خندۂ گل

پرتوِ رُخ سے ترے ہی جو منوّر محفل
ہے تجلّی کدۂ طور سے بڑھ کر محفل

جاذبِ دل کھنیچ کے گل پیرہنو نکو لے آ
عطر مجموعہ سے ہو جائے معطر محفل

رشکِ پروانہ ہین ہم تم ہو اگر غیرتِ شمع
امتحان کے لیے ہو جائے مقرر محفل

بُت فراہم ہوئے اسد رجہ سوم مین میرے
بن گئی غیرتِ بتخانۂ آذر محفل

ہجر مین چار اِدھر چار اُدھر روتے ہین
جس طرح ماہ محرم مین ہو گھر گھر محفل

صاف فانوس خیالی کا گمان ہوتا ہے
کھا رہی ہے یہ ترے رقص سے چکر محفل

باغ کس کام کا جسمین گل و شمشاد نہون
لطف دیتی نہین بے شیشہ و ساغر محفل

رقص کے وقت قیامت ہی تمھاری ٹھوکر
کیون اُلٹ جائے نہ مثلِ صفِ محشر محفل

لیکے نالون کے علم ہم بھی ضرور آئین گے
ہوگی جس روز محرم مین تہرے گھر محفل

جا چکا عہد جوانی کا چلین سوئے عدم
شمع سان دیکھ چکے دہر مین شب بھر محفل

شمع فانوس مین پھولے نہ سمائی ای گل
تیرے آتے ہی ہوئی جامے سے باہر محفل

ہل گیا یار کا ابرو جو ذرا رقص کے وقت
ایک ہم کیا کہ ہوئی کشتۂ خنجر محفل

گذر اُس ماہ دو ہفتہ کا بھی شاید ہو امیرؔ
کیجئے چودھوین تاریخ مقرر محفل

فرقت یار مین ماتمکدہ ہے ہر محفل
بلکہ ہنگامۂ محشر کے برابر محفل

ہے عجب شمع کی صورت دلِ قاتل نہ جلے
بسملون کے ہو نہ سایۂ خنجر محفل

چاہیئے آئنہ رویون کا بھی مجمع ہو جائے
کیجئے چل کے سر قبر سکندر محفل

ہم بغل مجسے ہو غیرون کو لگائے رکھو
گھر مین خلوت ہی کہے جمع ہو باہر محفل

کس پریرو کا تصور نہین دل مین اپنے
جمع رہتی ہے اس آئینے کے اندر محفل

سب مکانون سے جدا پیر مغان کا ہے مکان
میکشون کی ہے الگ شہر سے باہر محفل

ای پری حسن سے تیرے ہی جہان کی رونق
جسطرح شمع سے ہوتی ہے منور محفل

تمکو پروا ہے نہ افشا کی نہ اخفا کا خیال
گھر کے باہر کبھی خلوت کبھی اندر محفل

بہر دل سوختگان روز الم ہے شب عیش
چشم پروانہ مین آتشکدہ ہے ہر محفل

دل کے جاتے ہی ہوئی انجمن چشم اُداس
محفل آرا نہ ہو کوئی تو ہے ابتر محفل

شمع محفل مین ہی پروانے ہین گردِ شمع
کیا تکلف ہے کہ محفل کے ہی اندر محفل

ہم ہین پروانہ دل سوختۂ بزم خیال
شمع رویون سے یہان گرم ہی شب بھر محفل

سر زدش آئے ہین مشتاق شہادت ای ترک
جمع کرتا ہی ہمیشہ ترا خنجر محفل

اُسکے بھڑکانے سے برہم ہوئے یہ غیر امیر
شمع کیا ہمپہ ہوئی دست بہ خنجر محفل

جب یار رہا جفا کے قابل
تب ہم نہ رہے وفا کے قابل

ہی خوف سے سارے تن مین رعشہ
اب ہاتھ کہان دعا کے قابل

آئے مجھے دیکھنے اطبا
جب مین نہ رہا دوا کے قابل

بولے مرے دل پہ پیسکر دانت
یہ دانہ ہے آسیا کے قابل

کلفت سے امیر صاف کر دل
یہ آئنہ ہے جلا کے قابل

ای دل مجھے بیشِ جہلا بات سے حاصل
خالی ہی مکان حرف و حکایات سے حاصل

تسکین مجھے دیتے نہین ای حضرت واعظ
کیا اور مجھے قبلۂ حاجات سے حاصل

پتھر ہے ترا دل مین کہون حالتِ دل کیا
کعبے مین جو بُت ہو تو مناجات سے حاصل

ہی زیست کا حاصل تو فقط وصل کی لذت
جس رات کا وعدہ نہو اُس رات سے حاصل

روتا ہون لہو بھی تو مجھے مے نہین ملتی
کیا بندگی پیر خرابات سے حاصل

ظاہر مین دیا بوسہ تو کیا دل ہی مکدر
نیت ہی نہین ٹھیک تو خیرات سے حاصل

تقدیر مری تو نہ بدل دیگا دعا سے
ای شیخ پھر اس کشف و کرامات سے حاصل

قسمت مین جو مری ہے وہ بہر کیف ملیگی
پھر قاضی و مفتی کی ملاقات سے حاصل

پہچانتے ہین اہلِ سخن خوب سخن کو
خاموش امیر اپنی مباحات سے حاصل

ردیف میم

کیون نالے کرین بلبل گلشن تو نہین ہم
ای ضبط جنون عقل کے دشمن تو نہین ہم

دلکو جو بچاتا ہون تو کہتی ہین وہ آنکھین
کیا لوٹ ہی لین گے کوئی رہزن تو نہین ہم

خالق نے تمھین مہر بنایا ہمین شبنم
دکھلاؤ جو تم چہرۂ روشن تو نہین ہم

خط دیکے تجھے کوچۂ جلاد مین بھیجین
کچھ خیر ہے قاصد ترے دشمن تو نہین ہم

ذلت سے کبھی لین گے نہ ہم بوسۂ گیسو
صدقہ جسے دیتے ہو برہمن تو نہین ہم

کیا ضعف سے حاصل کہ ترے گھر مین نہ پہونچے
ذرے ہین مگر ذرۂ روزن تو نہین ہم

دل کھینچے لیے جاتا ہے قاتل کی گلی مین
کچھ آپ روانہ سوے مدفن تو نہین ہم

رہجائینگے پیچھے نہ کبھی ساتھ سے تیرے
سایہ ہین غبار سُمِ توسن تو نہین ہم

سو بار کہین گے ارنی طور پہ جاکر
کیا سمجھے ہین موسی ہمین الکن تو نہین ہم

کرتا ہون جو گنگھی تو یہ کہتے ہین وہ گیسو
کانٹون مین نہ کھینچو ہمین دامن تو نہین ہم

ظاہر مین تو نرگس کیطرح پائی ہین آنکھین
پر قابل نظارۂ گلشن تو نہین ہم

بخیے کا دیا حکم تو بولے دہن زخم
سلواتے ہو کیون قابل سیون تو نہین ہم

موسی سے یہ کہدو کہ بہت بڑھ کے نہ بولین
کچھ نا بلد وادی ایمن تو نہین ہم

کہتا ہے حیا سے وہ دہان مسی آلود
کیا دیکھتے ہین سب گل سوسن تو نہین ہم

غیر نکلے جو دشمن ہین تو کیا تیری طرف سے
ای دوست کسی دوست کے دشمن تو نہین ہم

کیا نالہ کشی کی ہمین بت دیتے ہین ترغیب
انسان ہین ناقوس برہمن تو نہین ہم

کرتی ہین یہ طنز اُنسے خط سبز پہ آنکھین
کچھ پیرہن خضر مین رہزن تو نہین ہم

کیا حوصلہ انکا ہی جو زندان مین یہ سمجھین
زندانی تاریکی مدفن تو نہین ہم

بے منت احباب یہان قبر ہو روشن
محتاج چراغ سر مدفن تو نہین ہم

له ترکیب فارسی و ہندی ۱۲ منہ

بوے گُلِ فردوس آ امیر اپنا ہے مُردہ
سر کا جو ذرا تختۂ مدفن تو نہین ہم

ہوے جو رنگِ وصل یار مین ہم
اچھے پھولے پھلے بہار مین ہم

ہو گئے مُردہ ہجر یار مین ہم
گھر مین اپنے ہین یا مزار مین ہم

اُسکو لائین گے خاک قابو مین
کہ نہین اپنے اختیار مین ہم

کون پوچھے گا ہم غریبون کو
روز محشر ہین کس شمار مین ہم

فرش سے عرش تک نشان نہین
دُور پہونچے ہوائے یار مین ہم

حضرتِ دل جو تم ہو پہلو مین
مر کے بھی رہ چکے مزار مین ہم

وصل مین بھی شکستہ خاطر ہین
توبہ شکست ہین بہار مین ہم

پیش رُخسار یار خار ہین گُل
ایک دو کیا کہین ہزار مین ہم

قاصد آیا ہے پر نہین پاتا
گم ہوے ایسے انتظار مین ہم

گھر مین ہین لیکن اپنے نام کی طرح
ہین ہر اک مُلک ہر دیار مین ہم

زلف و رُخسار کے تصور سے
ہین حلب مین کبھی تتار مین ہم

جبر جو چاہین ہم پہ وہ کر لین
ہین امیر اُنکے اختیار مین ہم

موا کہ زندہ رہا نامہ بر نہین معلوم
کچھ آج تک ہین اُسکی خبر نہین معلوم

مکانِ دل مین ہی کس کا گذر نہین معلوم
یہ بیخودی ہی کہ گھر کی خبر نہین معلوم

کیا ہے بیخبری نے جہان سے فارغ
فلک کہان ہی زمین ہی کدھر نہین معلوم

مین جسکو دیتا ہون اُس فتنہ گر کے نام کا خط
وہ ٹالتا ہے کہ مجکو تو گھر نہین معلوم

پڑی گلی ہو کہ میدان حشر ہے قاتل
یہان کسی کو کسی کی خبر نہین معلوم

ہوا شہیدِ تبسم جگر کہ دل یارب
گری تڑپ کے یہ بجلی کدھر نہین معلوم

کیا ہے ذوقِ شہادت نے محو یہ دمِ قتل
لگے ہین زخم کہان جسم پر نہین معلوم

شبِ وصال ہون بوس و کنار سے محروم
دہن کہان ہے کدھر ہے کمر نہین معلوم

پڑا ہے تیغ کے نیچے کہ پائے قاتل پر
کدھر کو اڑکے گیا تن سے سر نہین معلوم

شبِ وصال سرِ شام سے وہ کہتے ہین
کہ آج کیون نہین ہوتی سحر نہین معلوم

اِدھر کو منھ جو نہین پھیرتا کبھی خورشید
یہ کس کا گرم ہے بازار اُدھر نہین معلوم

جو کل تھے ساتھ گئے آج کس طرف یارب
کسی کا حال کسی کی خبر نہین معلوم

خضر ہو راہبری ہے ثواب اے زاہد
کہ ہمکو بادہ فروشون کا گھر نہین معلوم

ہمیشہ نالۂ دل بے اثر ہے کیا باعث
یہ نخل کیون نہین لاتا ثمر نہین معلوم

جہان مین اب نظر آتا ہے رات دن اندھیر
فلک سے کیا ہوے شمس و قمر نہین معلوم

بھٹکتے پھرتے ہین ہم مثلِ گردِ راہ امیر
ہوا ہے قافلہ راہی کدھر نہین معلوم

تیرے جور و ستم اُٹھائین ہم
یہ کلیجا کہان سے لائین ہم

جی مین ہے اب وہان نہ جائین ہم
دل کی طاقت بھی آزمائین ہم

نالے کرتے نہین یہ اُلفت مین
باندھتے ہین تری ہوائین ہم

لے لبِ یار کیا ترے ہوتے
لبِ ساغر کو منھ لگائین ہم

دل مین تم دل ہے سینہ سے خود گم
کوئی پوچھے تو کیا بتائین ہم

آبِ شمشیرِ یار اگر مل جائے
اپنے دل کی لگی بجھائین ہم

اب جو منھ موڑین بندگی سے تری
اے بُت اپنے خدا سے پائین ہم

زندگی مین ہے موت کا کھٹکا
قصر کیا مقبرہ بنائین ہم

توبہ مے سے کیا پشیمان ہین
زاہد و دیکھکر گھٹائین ہم

دل مین ہے مثلِ ہیزم و آتش
جو گھٹائے اُسے بڑھائین ہم

زار سے زار ہین جہان مین امیر
دل ہی بیٹھے جو لطف اُٹھائین ہم

ردیف نون

کیا دیر ہی آمیر کے عفوِ گُناہ مین
اللہ کیا کمی ہے تری بارگاہ مین

آئے ہو تیغ کھینچ کے تم قتل گاہ مین
تِلو تو پہلے ہوے کمر کو نگاہ مین

کانٹا ہوا ہون سوکھ کے لیکن نہال ہون
کھٹکو نگا اور اپنے عدو کی نگاہ مین

بیہوش کوئی بزم خرابات مین نہین
مشہور یہ خبر ہے غلط خانقاہ مین

خالی شرارتون سے نہین ظلمتِ جہان
لپٹی ہوئی ہی برق گلیمِ سیاہ مین

پیری مین قدنگون جو ہُوا دانت بھی چلے
بھاگڑ پڑی شکست علم سے سپاہ مین

مُدّت ہوئی بھرے ہوئے آنکھو نکی پُتلیان
صورت تمھاری پھرتی ہی ابتک نگاہ مین

نکلا نہین ہی خط ترے عارض پہ حُسن نے
کانٹے بچھائے ہین یہ محبت کی راہ مین

کشتی ضرور ساتھ رہے تیرے اے فقیر
ڈوبے نہ قلزمِ کرمِ بادشاہ مین

بے قصد بد سے بھی کبھی ہوتا ہی کار نیک
شب کو چراغ غول جلاتے ہین راہ مین

دعویٰ بہت تھا سنگدلی کا حضور کو
کیون دل پکڑ کے بیٹھ گئے ایک آہ مین

اللہ رے جذب میری تڑپ کا کہ چرخ سے
تاثیرین دوڑی آتی ہین آغوش راہ مین

اعلیٰ کو کیون نہ صحبتِ ادنیٰ سے ہو خدر
دیکھا کبھی نہ پرتوِ خورشید چاہ مین

یوسف سے بھی سوا ہی مرے دل کا مرتبہ
ڈوبا ہوا ہی چاہ زنخدان کی چاہ مین

بیداغ عشق ارض سے تا آسمان ہی کون
ماہی مین فلس ہی تو کلف جرمِ ماہ مین

ہی نقش دل پہ صورت توحید اے آمیر
ہون محوِ ذکر اشہد ان لا الٓہ مین

ہون زار اسقدر کہ تری جلوہ گاہ مین
چھپ جاؤ نگا مین پردہ گردِ نگاہ مین

ہین جلوہ گر شرار تری دود آہ مین
یہ نجم چھپتے ہین کوئی ابرِ سیاہ مین

وہ توڑ لائے فلک ہی مرے تیر آہ مین
چاہون تو رخنے ہون سپرِ مہر و ماہ مین

سمجھے سریر و تاج کو کچکول و بوریا
ہو فقر کا مزہ جو دلِ بادشاہ مین

آہ اُس دہن سے نکلے تو کیونکر حسین ہو
بنجائے ماہ میم جو مل جائے آہ مین

سایہ پڑا مگر مرے بخت سیاہ کا
یہ تیرگی نہ تھی تری زلفِ سیاہ مین

اعمال نیک کے لیے اچھی جگہ بھی ہو
مے بیچئے تو چل کے کسی خانقاہ مین

آنے نہ دے حیا کو یہ ہی رات وصل کی
کیا کام غیر کا ہی تری جلوہ گاہ مین

دیوانہ تیرا آتا ہی لرزاں ہین اہلِ شہر
رستم کی دھاک سے ہی تزلزل سپاہ مین

کیون مثلِ رُخ نہ ہمکو خطِ سبز ہو پسند
پھُولونکی ہمکو آتی ہی خوشبو گیاہ مین

اہلِ زمانہ بنکے بگڑتے ہین کیسے جلد
ہی ماہ کو زوال و کمال ایک ماہ مین

ہم رہروانِ عشق کو محشر کا خوف کیا
پڑتے ہین ایسے کتنے ہی میدان راہ مین

زلفونکی آڑ مین نہین کرتے وہ چشمکین
بجلی تڑپ رہی ہی یہ ابرِ سیاہ مین

کیا سمجھے قدر ساغرِ جمشید کی وہ چشم
دُنیا نہین سماتی ہے جسکی نگاہ مین

تو نے تو اے سیاہی شبہائے تارِ ہجر
دھبّا لگا دیا مرے بختِ سیاہ مین

اُترے جو نشہ توبہ کرین ہم شراب سے
لغزش نہ تا زبان کو ہو عذرِ گناہ مین

آئے وہ گور پر جو ہوے دفن ہم امیر
جاگے نصیب سوئے اگر خوابگاہ مین

کس کام کی ہو آنکھ تری جلوہ گاہ مین
کیا احتیاج شمع تماشائے ماہ مین

ہین شوخیان بھی جو تمھاری نگاہ مین
بجلی گرے گی چار طرف جلوہ گاہ مین

محراب اُسکی تیغ کو سمجھا پڑھی نماز
پہونچا مین قتل گاہ مین یا عیدگاہ مین

فریاد کس سے تیرے سوا ہی اجل کرین
ساتھی ہمارے چھوڑ گئے ہمکو راہ مین

چہرہ دکھا جو حسن کا شاہد ہو آئنہ
قرآن ضرور چاہیئے دستِ گواہ مین

اُس ترک جنگجو کی یہ آنکھین کیونہ انگلیان
انداز ماہِ نو کا ہے طرفِ کلاہ مین

دیکھو جما کے آنکھ تو دیکھو رقیب کو
چھُریان پھری ہوئی ہین تمھاری نگاہ مین

برگشتہ بخت وہ ہون جو منزل چلا کبھی
گھیرا اِدھر اُدھر سے بگولون نے راہ مین

کوچے سے تیرے اُٹھ گیا شاید تر افقیر
کملی سی اک پڑی ہوئی دیکھی ہو راہ مین

اعضا تمام صوم مین رہتے ہین روزہ دار
روزے ہزار رکھتے ہین ہم ایک ماہ مین

پست و بلند دائرۂ عشق مین نہین
پائین و صدر ایک ہو اس بارگاہ مین

ہو راست رو وہی جو ہے دینِ رسولؐ پر
ہوتی ہو کوئی راہ غلط شاہراہ مین

غواص آئین بحر سے موتی نکالنے
پرتو اگر پڑے ترے دانتونکا چاہ مین

یون روے یار دیکھ کے مجروح دل ہوا
ہو جائے جیسے چاک کتان نورِ ماہ مین

مقراض دونون پاؤن ہین وحشت کے جوش مین
کچھ ماندگی سے کام نہین قطعِ راہ مین

نشہ کے ڈورے یار کی آنکھون مین ہین امیرؔ
یا چند سرخ پوش مکانِ سیاہ مین

وہ تو سُنتا ہی نہین ہی داد خواہی کیا کرون
کسکے آگے جا کے سر پھوڑون الٰہی کیا کرون

مجھ گدا کو دے نہ تکلیفِ حکومت اے ہوس
چار دنکی زندگی مین بادشاہی کیا کرون

رشک دیکھو غیر میرا محضرِ خون دیکھکر
سوچتا ہو اسپہ مین اپنی گواہی کیا کرون

دھوتے دھوتے آنسوؤن سے ہوگئین آنکھین سفید
بخت بد جاتی نہین تیری سیاہی کیا کرون

مجکو ساحل تک خدا پہونچائیگا اے ناخدا
اپنی کشتی کی بیان تجھ سے تباہی کیا کرون

نزع مین آنکھین ملا کر یار نے مجھ سے کہا
اب تری آنکھو نمین دم ہو کم نگاہی کیا کرون

ترکِ لذت سے جدائی مین زبان ہو آشنا
بادۂ صاف و کبابِ مرغ ماہی کیا کرون

شوق کہتا ہو پہونچ جاؤن مین اب کعبے مین جلد
راہ مین بتخانہ پڑتا ہی الٰہی کیا کرون

کھل گیا تھا پیش زاہد سوچتا ہون دل مین آج
خدمت پیر مغان مین عذر خواہی کیا کرون

فرض کردم آہ رُک سکتی ہی تھم سکتے ہین اشک
چھپ نہین سکتا ہی لیکن رنگ کا ہی کیا کرون

وہ مرے اعمال روز و شب سے واقف ہے امیر
پیشِ خالق ادّعاے بے گناہی کیا کرون

گلے مین ہاتھ تھے شب اُنکی بے رہا ہین تھین
سحر ہوئی تو وہ آنکھین نہ وہ نگاہین تھین

نکل کے چہرے پہ میدان صاف خط نے کیا
کبھی وہ شہر تھا ایسا کہ بند راہین تھین

فراق مین ترے عاشق کو جاکے کل دیکھا
کہ وہ تو ہیچ تھا کچھ اشک تھے کچھ آہین تھین

بگولے اب ہین کہ غربت ہی گور شاہان پر
سرون پہ چتر جلو مین کبھی سپاہین تھین

ہزارون لوٹ گئے کل اُٹھی جو وہ چلمن
خدنگ ہوے مژہ برچھیان نگاہین تھین

کیا یہ شوق نے اندھا مجھے نہ سوجھا کچھ
دگر نہ ربط کی اُس سے ہزار راہین تھین

یہ ضعف ہی کہ نکلتی نہین ہین اب دل سے
کبھی فلک سے بھی اونچین ہماری آہین تھین

جگر مین ہجر کی کل چُبھ رہی تھین کچھ پھانسین
مگر جو غور سے دیکھا تری نگاہین تھین

پہونچ گئے سر منزل چلے جو چال نئی
اُنھین مین پھیر تھا دیکھی ہوئی جو راہین تھین

فلک کے دور سے دُنیا بدل گئی ورنہ
جہان بنے ہین یہ میخانے خانقاہین تھین

یہ ضعف ہے کہ ہلنا گران ہی قدمون کو
سُبکروی مین کبھی انکو دستگاہین تھین

مشاعرے سے حسین کیونکر چھین لیجاتے
رُباعیان مری چوگوشیہ نگاہین تھین

حسین زر کے ہین طالب کہ اب ہین گرد امیر
غریب ہم تھے تو یہ پیار تھا نہ چاہین تھین

جب کبھی اُسکو نئی شان سے ہم دیکھتے ہین
دل ہی واقف ہی جس ارمان سے ہم دیکھتے ہین

داغ سے بڑھ کے نہین دل مین کسی کا جلوہ
گھر کی رونق اسی مہمان سے ہم دیکھتے ہین

ہو پری تو نہین پریون کی مگر خو تجھ مین
اُنس تجھکو بہت انسان سے ہم دیکھتے ہین

ضعف کا پاس کرے دست جنون کے ہوتے
ہو اگر طالبِ مقصود تو مت جا اے دل
جنتر مین ہاتھ سے رفلوا کے اُسے بھی ہو نصیب
مظہرِ خاص تجھے حق نے بنایا ہے صنم
گرد ابرو پہ ہے مُنھ لال ہی چتون ہی پھری
جب نظر بندہ نوازی پہ تری جاتی ہے
دل یہ کہتا ہی بدخشان مین شفق پھولی ہے
خاک پر لِلتے ہین غلطان اسی حسرت کے سبب
بار بار آتی ہی زلف اُس رُخ روشن کی طرف
ہو کہین لالہ و گل اور کہین شمس و قمر
کُنہ باری کو پہونچ جائے دلا فکر سے تو
ہر طرف اپنی ہی صورت ہمین آتی ہے نظر
کیا سواری کسی قاتل کی پھری مقتل سے

یہ بہت دور گریبان سے ہم دیکھتے ہین
نفع تیر اترے نقصان سے ہم دیکھتے ہین
ذلتین جو ترے دربان سے ہم دیکھتے ہین
شان انکی تری ہر شان سے ہم دیکھتے ہین
آج انھین اوہی سامان سے ہم دیکھتے ہین
مور کو بڑھ کے سلیمان سے ہم دیکھتے ہین
رُخ جب ہو نٹھ ترے پان سے ہم دیکھتے ہین
جو گہر دور ترے کان سے ہم دیکھتے ہین
ربط کافر کو مسلمان سے ہم دیکھتے ہین
ہر جگہ تمکو نئی شان سے ہم دیکھتے ہین
یہ تو باہر ترے امکان سے ہم دیکھتے ہین
آئنہ خانہ مین حیران سے ہم دیکھتے ہین
لاشے آتے ہوئے میدان سے ہم دیکھتے ہین

کچھ تمھین سے نہین کاوش ہے حسینون کو امیر
چھیڑ پریون کو ہر انسان سے ہم دیکھتے ہین

تیغ جلاد کو ارمان سے ہم دیکھتے ہین
اب بھی قاتل تجھے ارمان سے ہم دیکھتے ہین
دیکھتے تھے رُخ اُمید کو جس حسرت سے
سنکے حالِ دلِ عشاق کو اس کان سے وہ
آنکھ آئینے سے کیون انکی پھری رہتی ہے
مدح کرتا ہی جو تو غیر کی دانائی کی

موت کو اپنی عجب شان سے ہم دیکھتے ہین
زیر خنجر بھی اُسی آن سے ہم دیکھتے ہین
یاس کو بھی اُسی ارمان سے ہم دیکھتے ہین
صاف اڑا دیتے ہین اُس کان سے ہم دیکھتے ہین
کیا یہ سمجھے ہین کہ حیران سے ہم دیکھتے ہین
پھیرون منھ کو ترے نادان سے ہم دیکھتے ہین

شکل آئینہ بنایا ہی ہمین حیرت نے ۔ دیکھتے ہین جسے حیران سے ہم دیکھتے ہین

شک یہ ہوتا ہی کہ حلقے مین ہی ناگن کے یہ مَن ۔ زلف اپنی جو ترے کان سے ہم دیکھتے ہین

جان باقی نہین گو دل مین ہمارے لیکن ۔ تجھپہ قربان ہے سو جان سے ہم دیکھتے ہین

خط نمایان کبھی کرتا ہی کبھی خال وہ رُخ ۔ روز اک معجزہ قرآن سے ہم دیکھتے ہین

بھر گیا جی غمِ دلدار سے شاید ہی دل ۔ تجھ کشیدہ تجھے مہمان سے ہم دیکھتے ہین

رشک ہوتا ہی کہ شاید ہی تمھارا عاشق ۔ تنگ ایجان جسے جان سے ہم دیکھتے ہین

ساغرِ بادہ بھی ہی جام جہان مین ساقی ۔ سیرِ عالم ترے احسان سے ہم دیکھتے ہین

جی مین آتا ہی کرین ہاتھ کلائی سے قلم ۔ جب لگ آکے اسکو گریبان سے ہم دیکھتے ہین

ہو گیا میل کچھ آپس مین کہ اب غیرون کو ۔ جھک کے ملتے ترے دربان سے ہم دیکھتے ہین

لحن داؤد سے اہسن جو ہوا موسم تو کیا ۔ دلکو پانی تری ہر تان سے ہم دیکھتے ہین

عرش کا حال دلِ اصاف سے آتا ہے نظر ۔ رفعت بام کو دالان سے ہم دیکھتے ہین

دور بینی کہین کیا چشم بصیرت کی امیر ۔ صاف سیرِ قدمِ امکان سے ہم دیکھتے ہین

بختِ سیہ سے گو کہ گلیم گدا ہون مین ۔ شاہون کے سر پہ سایۂ بالِ ہما ہون مین

صحرا مین مثلِ موج ہوا گم شدہ ہون مین ۔ دریا مین نقش آب کی صورت فنا ہون مین

واکردہ چشم دل صفتِ نقش پا ہون مین ۔ ہر رہگذر مین راہ تری دیکھتا ہون مین

مطلب جواب اپنے کہے عاشقون نے سب ۔ وہ بت بگڑ کے بول اُٹھا کیا خدا ہون مین

اے انقلاب دہر مٹاتا ہے کیون مجھے ۔ نقشے ہزارون مٹ گئے ہین تب بنا ہون مین

وحشت مین گو کہ قیس سے بڑھ کر نہین مگر ۔ اتنا کہونگا ایک وہ تھا دوسرا ہون مین

اُفتادگی مین اُس سے نہ سمجھو جدا مجھے ۔ سایہ صفت قدم بقدم زیر پا ہون مین

محنت یہ کی کہ فکر کا ناخن بھی گھس گیا ۔ عقدہ یہ آج تک نہ کھلا مجھ پہ کیا ہون مین

اُس دل کا مبتلا ہون جو رکھتا ہی داغِ عشق
پروانۂ چراغِ حرمِ خدا ہون مین

کُشتہ کیا ہی مجکو محبت کے جوش نے
مذبوحِ خنجرِ نگہِ آشنا ہون مین

اعضائے تن کو بسکہ ہی زخمون کا اشتیاق
آہن ہی تیغِ یار تو آہن ربا ہون مین

کہتی ہی ہر پلک تری زُلفِ دراز سے
چھوٹے سے قد پہ میرے نجانا بلا ہون مین

رُسوا ہوے جو آپ تو میرا قصور کیا
جو کچھ کیا وہ دل نے کیا بے خطا ہون مین

زندہ کیے ہین مین نے دلِ مُردہ سیکڑون
فیضِ سخن سے عیسیٰ مُعجز نما ہون مین

مقتل ہی میری جان کو وہ جلوہ گاہِ ناز
دل سے ادا یہ کہتی ہی تیری قضا ہون مین

لذت ہی آبِ تیغ مین آبِ حیات کی
زندہ بسانِ خضر ہون گو مر چکا ہون مین

مانند سبزہ اس چمنِ دہر مین امیر
بیگانہ وار ایک کنارے پڑا ہون مین

دامن سے لوگ اُسکے اکثر لگے ہوئے ہین
کوچے مین سیکڑون کے بستر لگے ہوئے ہین

کیونکر نہون نگاہین قاتل کی تیز ایسی
پُتلی کی سان پر یہ خنجر لگے ہوئے ہین

نکلین گے حشر کے دن ہم ناتوان کیونکر
قبرون کے مُنھ پہ بھاری پتھر لگے ہوئے ہین

کیا دیکھے عاشقون کے وہ داغدار سینے
پھولونکی کشتیون مین زیور لگے ہوئے ہین

یارب ہی کسکی آمد جو شہر مین ہے شادی
صندل کے آج چھاپے گھر گھر لگے ہوئے ہین

چاہی جو مین نے عُجلت بولا بگڑکے قاصد
اُڑ جاؤن کسطرح مین کیا پر لگے ہوئے ہین

کیا حالِ دل سناؤن جاسوس اُس پری کے
آواز میری سُننے در پر لگے ہوئے ہین

نکلے وہ باری باری عُشاق کے پڑھین گے
عُجلت سے کچھ نہ ہوگا نمبر لگے ہوئے ہین

مین جانتا ہون بلبل جو ہی تری حقیقت
اک مُشتِ استخوان مین دو پر لگے ہوئے ہین

بڑھتا ہی آبرو مین کیا آنسوؤن سے میرے
کون ایسے لعل تجھ مین گوہر لگے ہوئے ہین

ہی حکمِ یار کوئی میری طرف نہ دیکھے
یہ اشتہار اتو گھر گھر لگے ہوئے ہین

مجھ بینوا گدا کو پوچھے امیر وہ کیا
شاہون کے اُس گلی مین بستر لگے ہوے ہین

جب خوبرو چھپاتے ہین عارض نقاب مین
کہتا ہے حُسن مین نہ رہون گا حجاب مین

بے قصد لکھدیا ہی گلہ اضطراب مین
دیکھون کہ کیا وہ لکھتے ہین خط کے جواب مین

بجلی چمک رہی ہی فلک پر سحاب مین
اب دُخترِ رز کو چین کہان ہی حجاب مین

اللہ رے میرے دل کی تڑپ اضطراب مین
گھبرا کے کروٹین لگے لینے وہ خواب مین

مہمان کے ساتھ کھانیکا ہوتا نہین حساب
ہم تم کباب کھائین ڈبو کر شراب مین

اے برق تو ذرا کبھی تڑپی ٹھہر گئی
یان عمر کٹ گئی ہی اِسی اضطراب مین

ملنے کا وعدہ منھ سے تو اُنکے نکل گیا
پوچھی جگہ جو مین نے کہا ہنس کے خواب مین

دو کی جگہ دیے مجھے بوسے بہک کے چار
بھٹے نیند مین پڑا اُنھین دُھو کا حساب مین

قاصد ہی قول و فعل کا کیا اُنکے اعتبار
پیغام کچھ کہا ہے لکھا کچھ جواب مین

ترغیب میرے قتل کی دو اُنکو ہمدمو
ہے کارِ خیر تم بھی ہو داخل ثواب مین

کیا آہ کی ہوا سے ہوا ہل گئے جو دو
اُٹھتا مزہ جو بند نہوتے نقاب مین

سمجھے ہین دلمین کیا جو یہ مگرور ہوا مین ہین
مہمان چار دن کا ہی جوبن شباب مین

سمجھا ہے تو جو غیبتِ پیرِ مُغان حلال
واعظ بتا یہ مسئلہ ہے کس کتاب مین

خونخوار ہے وہ مست ملے گا بڑا مزہ
قیمہ مرے جگر کا ملا دو کباب مین

کام آئی کیسی ظُلمتِ عصیان بروزِ حشر
سایہ ہمارے سر پہ رہا آفتاب مین

دیکھا کیا جو دفترِ آفاق بعد جمع
ہم پہلے ہو گئے نظری انتخاب مین

منظور قید و قتل جو ہو حکم دیجیے
ہی یہ گناہگار بھی حاضر جواب مین

دامن مین اُنکے خون کی چھینٹین پڑین امیر
بسمل سے پاس ہو نہ سکا اضطراب مین

قاضی بھی اب تو آئے ہین بزم شراب مین
ساقی ہزار شکر خدا کی جناب مین

جا پائی خط نے اُسکے رُخِ بے نقاب مین
سورج گہن پڑا شرفِ آفتاب مین

دامن بھرا ہوا تھا جو اپنا شراب مین
محشر کے دن بہلائے گئے آفتاب مین

رکھا یہ تمنے پاے حنائی رکاب مین
یا پھول بھر دیے طبقِ آفتاب مین

تیر دعا نشانے پہ کیونکر نہ بیٹھتا
کچھ زور تھا کمان سے سوا اضطراب مین

وہ ناتوان ہون قلعۂ آہن ہو وہ مجھے
کر دے جو کوئی بند مکانِ حباب مین

حاجت نہین تو دولت دنیا سے کام کیا
پھنستا ہے تشنہ دام فریب سراب مین

مثلِ نفس نہ آمد و شد سے ملا فراغ
جبتک رہی حیات رہے اضطراب مین

سرکش کا ہو جہان مین دوران سر مآل
کیونکر نہ گردباد رہے پیچ و تاب مین

چاہے جو حفظ جان تو نہ کر اقربا سے قطع
کب سوکھتے ہین برگِ شجر آفتاب مین

دل کو جلا تصورِ حسنِ ملیح سے
ہوتی ہے بے نمک کوئی لذت کباب مین

ڈالی ہین نفس شوم نے کیا کیا خرابیان
موذی کو پال کر مین پڑا کس عذاب مین

اللہ رے تیز دستیِ مژگان رخنہ گر
بیکار بند ہو گئے انکی نقاب مین

چلتا نہین ہے ظلم تو عادل کے سامنے
شیطان ہے پردہ ور کہ ہین مہدی حجاب مین

کچھ ربط حسن و عشق سے جائے عجب نہین
بلبل بنے جو بلبلے اُٹھے گلاب مین

بوسے جو اُسکا مصحفِ رُخ زلف مین پھنسے
مارِ عذاب بھی ہے طریقِ ثواب مین

ساقی کچھ آجکل سے نہین بادہ کش ہین ہم
اس خاک کا خمیر ہوا ہے شراب مین

فرقت مین ہین میرے دل کے ڈرانے کیواسطے
مشعل ہے برق کی کفِ دیو سحاب مین

جب نامہ بر کیا ہے کبوتر کو ای امیر
اُس نے کباب بھیجے ہین خط کے جواب مین

راحت کہان ہے اُسکو جو ہے پیچ و تاب مین
دیکھا نہ پائے موج کو کفش حباب مین

ساقی مسیح وقت ہی بزم شراب مین
دیتا ہے بھر کے مے قدح آفتاب مین

دریا سے حل یہ مسئلہ ہم کو ہونا چاہیے
دیکھو ملا صدف مین خلا ہے حباب مین

دل صاف ہو تو کشمکش دہر کیا کرے
شعلہ ہی کب دبے ہوئین کیطرح پیچ و تاب مین

دنیا بھی مین ہی جو ہو لذت بشر سے ترک
کیون ہو حرام نشہ نہ ہو جس شراب مین

مردہ جو اہل دل ہون تو زندہ انہین سمجھ
عارف کی آنکھ رہتی ہی بیدار خواب مین

دریا مین ہو گیا ہی نہانے سے اُنکو عشق
شاید ہے نقش حب کا اثر نقش آب مین

خط اُسکے روے صاف پہ نکلا غضب ہوا
مانند ماہ داغ لگا آفتاب مین

رکھ دیکھ بعد مرگ بھی میرے گلے پہ تیغ
طاقت ہی جذب آب کی مردہ سحاب مین

دکھلاتے ہین وہ وقت گزک معجز مسیح
ہونٹون سے جان پڑتی ہی مرغ کباب مین

پروا نہین ہی ہمکو اگر ہین قفس مین بند
صیاد سیر باغ کی کرتے ہین خواب مین

پیری مین یہ جھکی ہوئی پلکون کا حال ہے
دیوارین جیسے خم ہون مکان خراب مین

لکھا ہی مین نے دیدۂ گریان کا اپنے حال
جذاب چاہیے کوئی کاغذ کتاب مین

میخانے مین جو آئے تو ناصح رہے خموش
دم مارنے کی جا نہین انسان کو آب مین

پیاسون کو خاک سیر کریگا یہ آسمان
چشمہ تو ہے پر آب نہین آفتاب مین

زاہد کو فیض صحبت رندان سے کیا امیر
عالم کبھی نہ رہ کے ہو کیڑا آفتاب مین

خنجر بکف جو اپنے قاتل کو دیکھتے ہین
دل ہمکو دیکھتا ہے ہم دل کو دیکھتے ہین

واماندہ دور سے یون منزل کو دیکھتے ہین
کشتی شکستہ جیسے ساحل کو دیکھتے ہین

ہر چند ماندگی نے ہمکو بٹھا دیا ہے
صد شکر دور سے تو منزل کو دیکھتے ہین

آنکھون کو بند کر لین خالق سے لو لگائین
کیون غرق ہونیوالے ساحل کو دیکھتے ہین

شوق نظارہ دیکھو سٹی ہوئی ہی عینک
آنکھین ہین بند لیکن قاتل کو دیکھتے ہین

پروا نہین جو آنے پاتے نہین ہین شب بھر — ہم خواب مین تمھاری محفل کو دیکھتے ہین
کیون منھ بنا رہے ہو بوسے کے مانگنے پر — خوش ہوتے ہین سخی جب سائل کو دیکھتے ہین
لیلیٰ کو دیکھکر جو بیخود نہین ہوئے ہین — ناقے کو دیکھتے ہین محمل کو دیکھتے ہین

دنیا امیر ساری ہے محفل مشائخ
دیتا ہے جان اُسپر جس دل کو دیکھتے ہین

شمشیر ہی سنان ہی کسے دون کسے ندون — اک جان ناتوان ہی کسے دون کسے ندون
یہان اِدھر ہما ہی اُدھر ہی سگِ حبیب — اک مشتِ استخوان ہی کسے دون کسے ندون
دربان ہزار اُسکے یہان ایک نقد جان — مال اِس قدر کہان ہی کسے دون کسے ندون
بلبل کو بھی ہی پھولونکی گلچین کو بھی طلب — حیران باغبان ہی کسے دون کسے ندون
سب چاہتے ہین اُس سے جو وعدہ وصال کا — کہتا ہی اک زبان ہی کسے دون کسے ندون
شہزادی دخترِ رز کے ہزارون ہین خواستگار — حیب مرشدِ مغان ہی کسے دون کسے ندون
یارون کو بھی ہی بوسے کی غیرونکو بھی طلب — ششدر وہ جان جان ہی کسے دون کسے ندون

دل مجھ سے مانگتے ہین ہزارون حسین امیر
کتنا یہ ارمغان ہے کسے دون کسے ندون

تصور اک بحرِ حسن کا یون ہی مرے دل مین — روان رہتا ہی دریا جسطرح آغوشِ ساحل مین
ہوائے زلفِ جانان نے نہ چھوڑا مر کے بھی پیچھا — قیامت مین بھی ہم جکڑے ہوئے آئے سلاسل مین
شرابِ سرخ شیشے مین نہین بیکار ہی ساقی — بھرا ہی خون بسمل یہ گلوے مرغِ بسمل مین
تمنائے شہادت مین مرکر بھی ہوئی راحت — تڑپ کر خلد سے پھر آ رہا مین کوئے قاتل مین
ترا خالِ ذقن دیکھا تو ہمکو یہ خیال آیا — فرشتونکی جگہ ہے قید زہرہ چاہِ بابل مین
کیا جوہر سبک جسم دم نکھر کر دبرو آیا — بجا ہے تیغ آئینہ ہی لازم دستِ قاتل مین
صحرائے ہستی کو یہ آسانی سے کاٹے گا — تری تلوار کا دم آگیا ہی تیرے بسمل مین

جگہ تربت ہی کی تھوڑی ملے بعدِ فنا مجکو
فلک پیرا ابھی حق ہی کچھ زمینِ کوئے قاتل مین

یہ کسکی نوک مژگان کا تصور آنے والا ہے
کھٹک جاتا ہی اک کانٹا سا جو ہر دم مرے دل مین

نکالے رنگ تو جاہل نہین پر قابل صحبت
طلب ہوتا ہی کب طاؤس بہرِ رقص محفل مین

تڑپتے ہین کہ شوقِ قتل مین یہ رقص کرتے ہین
تماشا بسملون کا ہو رہا ہی کوئے قاتل مین

یہ کیون گھبرا رہے ہین کچھ سبب اسکا نہین کھلتا
کبھی جاتے ہین آنکھون مین کبھی آتے ہین وہ دل مین

چھری کو تیرے ای صیاد ابتک بیقراری ہے
کوئی رگ رہگئی ہی کیا گلوے مرغِ بسمل مین

تقاضا جان نثاری کا یہ ہی ایذا نہو اسکو
خوشی سے کاٹ کر سر اپنا رکھدین دستِ قاتل مین

ہزارون قیس مشرب ساتھ پھرتے ہین بیابانمین
مرے دل مین خیالِ یار یا لیلی ہے محمل مین

کبھی غمزہ اگر تیغِ نگہ کو روک لیتا ہے
تو پلکون کے چبھو جاتے ہین وہ نشتر مرے دل مین

جہان ظلمت تھی میرے گور شب فرقت سمٹ آئی
دھوئین کا نام اب باقی نہین ہی چاہِ بابل مین

بمشکل ضعف مین پہونچا ہون میدانِ شہادت تک
جمانے دے قدم اے دردِ پہلو کوئے قاتل مین

عروسِ مرگ تیری تیغ کا منھ چوم لیتی ہے
نکلتی ہے لگا کر جب یہ غوطہ خون بسمل مین

نکلجائے ترا تیر آکے پہلو سے یہ کیا ممکن
ابھی اے ترک اتنی جان باقی ہی مرے دل مین

امیر ابتک نہین کھلتے جو اُلگی تیغ کے جوہر
توقف کیون ہی کیا منھدی لگی ہی دستِ قاتل مین

کسی زہرہ شمائل کا تصور ہی مرے دل مین
منجم یا قمر کا ہی گذر خورشید منزل مین

قدم رنجہ تو فرماؤ کوئی رہنے نہ پائے گا
نکلجائینگی جتنی آرزوئین ہین مرے دل مین

رچیگی خوب اے قاتل غضب کا رنگ لائے گی
منگائی ہی جو منہدی پیس اُسکو خون بسمل مین

نہین کرتا کبھی پروائے جنت ای گلِ خوبی
نہایت پائی ہمنے بے نیازی تیرے سائل مین

یہی حیرت کا عالم ہی تو نظارہ کہان مجنون
نکل بھی آئے محمل سے تو پھر لیلی ہی محمل مین

دوئی اُٹھ جائے تو جھگڑا کہان شیخ و برہمن کا
بت آئین سجدے کرتے شوق سے اس کعبہ دل مین

تڑپتا ہے دل صیاد بھی اس کے تڑپنے پر
قیامت کا اثر ہے اضطراب مرغ بسمل مین

یہ بیماری محبت کی کوئی نیرنگ ہو اے دل
جہان آیا مسیحا درد دونا ہو گیا دل مین

دہان زخم نے کس کس مزے سے اسکو چوسا ہی
لب شیرین کی لذت ہو زبان تیغ قاتل مین

جدا ہوتی نہین گردن سے قاتل زور کرتا ہی
زبان تیغ نے لذت یہ پائی خون بسمل مین

ذرا محمل سے ہٹکر خاک اڑا او بے ادب مجنون
خیال اتنا تو کرنا چاہیے ہے کون محمل مین

کرامت ہو کوئی ساقی کہ تیری چشم میگون ہو
چھلکایا ایک پیمانے سے تونے سب کو محفل مین

لگا کر وار اوچھا پھر نہ دیکھا اسطرف تمنے
قضا روتی رہی بیٹھی ہوئی پہلوئے بسمل مین

اجازت چاہتی ہو کس سے پروانونکے آنیکی
کھڑی ہو عرش بیگی کی طرح جو شمع محفل مین

نہ آمادہ ہوا ہو کوئی غمزہ اسکا شوخی پر
الٰہی خیر بجلی سی چمکتی ہی مرے دل مین

امیر اسکی تجلی گاہ ہو دنیا جو آنکھین ہون
وہی گل ہو گلستان مین وہی ہے شمع محفل مین

بے حجابانہ اگر وہ لب آب آتے ہین
شوق دیدار مین آنکھون سے حباب آتے ہین

اشک آنکھون مین مرے گرم شتاب آتے ہین
شہسواران عدم پا بر کاب آتے ہین

یاد وہ ولولۂ عہد شباب آتے ہین
جوش کیا کیا ہمین ہنگام خضاب آتے ہین

پی کے مے جذب یہ مجھ رند کا بڑھ جاتا ہی
اڑ کے منھ تک صفت مرغ کباب آتے ہین

اسطرح مجلس زہاد مین جاتا ہون مین رند
متقی جیسے سوئے بزم شراب آتے ہین

بیخبر دیکھ کے مردون کو یہ کہتی ہے زمین
جو یہان آتے ہین مست مے خواب آتے ہین

جو تہ گنبد تسلیم و رضا بیٹھ رہے
غیب سے انکے سوالونکے جواب آتے ہین

ہم رہوار سے روندینگے وہی خاک مزار
تا در گور جو ہمراہ رکاب آتے ہین

صفت شمع سحر جو تری محفل سے ہین دور
سوتے کے انکو پسینے دم خواب آتے ہین

موت آتی ہو کہ آتی ہی سواری اُن کی
کئی جلاد بھی ہمراہ رکاب آتے ہین

مرگ کے بعد نہ آئینگے کبھی ہم اُنھین یاد / جن حسینون کے تصور دمِ خواب آتے ہین
غیر منھ پر نہ چڑھے کھینچتے ہین ہم نالے / کہو ابلیس ہٹے تیرِ شہاب آتے ہین
سوزشِ دل سے یہ جلتی ہین ہماری آنکھین / اشک منھ پر صفتِ اشک کباب آتے ہین
ہجرِ ساقی مین کبھی دل کبھی جلتا ہے جگر / ہر طرح سے مرے حصّے مین کباب آتے ہین
راحتین وصل کی یاد آتی ہین اڑ جاتے ہین ہوش / غش ہے غش ہجر کی شب مین دمِ خواب آتے ہین
یہ قضا ہے کہ ادا آپ کی سبحان اللہ / صف اُلٹتی ہے جو مسجد مین جناب آتے ہین
نہین جاتے کبھی پیری مین جوانی کے خیال / صبح کو یاد مجھے رات کے خواب آتے ہین
کرتے ہین ہجر کے پیغام مرا دل زخمی / تیر آتے ہین کہ نامون کے جواب آتے ہین
عملِ بد جو ہوے ہم سے سیہ کاری ہین / گور مین بنکے وہی مارِ عذاب آتے ہین
کیون نہو دیدۂ تر یار کو رحم آہی گیا / خوب چھینٹے تجھے اے خانہ خراب آتے ہین
دھیان بیجا ہے بطِ مے کی ہم آوازی کا / ایسے نغمے تجھے کب مرغِ کباب آتے ہین
پانؤن ٹکتے ہین کوئی ہجر جہان ہین اُنکے / سر اُٹھائے ہوے جو مثلِ حباب آتے ہین
جوشِ وحشت مجھے ہر سال بناتا ہے جوان / جب بہار آتی ہے ایّامِ شباب آتے ہین
ہم ترے کوچے مین آئے تو کیا کون گناہ / لوگ کعبے مین پئے کسبِ ثواب آتے ہین
حالِ افلاک دلِ صاف مین آئینہ ہے / ایک قطرے مین نظر سات حباب آتے ہین

دھیان بندھتا ہے جو اُس عارض و گیسو کا امیر
متصل لخلخۂ مشک و گلاب آتے ہین

عینک ہون خواہ آئینہ ہر شکل ماہ ہون / جیسا ہون پیشِ چشم ہون پیشِ نگاہ ہون
باوصف بختِ تیرہ مین روشن نگاہ ہون / سرمہ وہ ہون کہ سرمۂ چشمِ سیاہ ہون
منکر ہو میرے قتل سے قاتل جو روزِ حشر / بولے زبانِ تیغ کہ مین گواہ ہون
گر دینگے اشکِ گرم مرے مجکو روسپید / گو روسیاہ ہون مگر ابرِ سیاہ ہون

حرص و ہوا کو حد جہان سے نکال دون
دو دن کو مین جہان مین اگر بادشاہ ہون

ہفتے مین ایک دن تو مرے گھر مین آئیے
امیدوار مرحمت گاہ گاہ ہون

رہتا ہے صبح و شام گناہون کا سامنا
فارغ جو اس سے ہون تو کبھی عذرخواہ ہون

غیر از چراغ غول نہین کوئی پیش و پس
تاریک شب مین رہرو گم کردہ راہ ہون

تاب و توان نہ مجھ مین نہ عقل و حواس و ہوش
شکل آدمی کی صورت مردم گیاہ ہون

کہتا ہی روئے یار یہ خط سیاہ سے
تو ہالہ ماہ کا ہے مین ہالے کا ماہ ہون

لاغر بہ عشق موئے کمر نے کیا مجھے
پنہان نگاہ خلق سے مین مثل آہ ہون

دست گشادہ ہے سبب تنگی معاش
دریا دلی سے اپنے مین مجبور مثل چاہ ہون

اس قلزم جہان مین سفینہ ہے میری ذات
سارا جہان ہو غرق اگر مین تباہ ہون

رکھتا نہین ہی فرق سر مو مرا سخن
گویا زبان خامۂ صنع الٰہ ہون

مد نظر ہے صاحب جوہر کا مجکو حفظ
مثل نیام تیغ کے حق مین پناہ ہون

روضہ رسول کا ہے اگر بارگاہ حق
مین بھی امیر خاک در بارگاہ ہون

خیال لب مین ابر و دیدہ ہائے تر برستے ہین
یہ بادل جب برستے ہین لب کوثر برستے ہین

خدا کے ہاتھ ہم چشمون مین ہی اب آبرو اپنی
بھرے بیٹھے ہین دیکھین آج وہ کسپر برستے ہین

ڈبو دینگی یہ آنکھین بادلونکو ایک چھینٹے مین
بھلا برسین تو میرے سامنے کیونکر برستے ہین

کبھی آہین کبھی ہین سختی ایام سے نالے
ہوا چلتی ہی بجلی گرتی ہی پتھر برستے ہین

جہان ان ابروؤن پر بل آیا کٹ گئے لاکھون
یہ وہ تیغین ہین جنکے ابر سے خنجر برستے ہین

لب شیرین سے ایسی سخت باتین میری تربت پر
کہ گویا کوہکن کی قبر پر پتھر برستے ہین

چھلکتے رہتے ہین خم سے جوش پر ہو رحمت ساقی
ہمارے میکدے مین غیب سے ساغر برستے ہین

جو ہم برگشتہ قسمت آرزو کرتے ہین پانی کی
زہے باران رحمت چرخ سے پتھر برستے ہین

غضب کا ابر خون افشان ہے ابر تیغ قاتل بھی
روان ہی خون کا سیلاب لاکھون سر برستے ہین

سمائے ابر نیسان خاک مجھ گریا نکی آنکھون مین
کہ پلکون سے یہان بھی متصل گوہر برستے ہین

وہان ہین سخت باتین یان آمیز آنسو پر آنسو ہین
تماشا ہے ادھر موتی اُدھر پتھر برستے ہین

عروس مرگ پر جو دل نثار کرتے ہین
لپٹ کے خنجر قاتل کو پیار کرتے ہین

وہ شانہ بالون مین کیا بار بار کرتے ہین
لباس زیست مرا تار تار کرتے ہین

جو سیدھی طرح سے آنکھین وہ چار کرتے ہین
ہزار تیر کلیجے کے پار کرتے ہین

جو راہ چلتے ہین وہ ملکے پانؤن مین مہندی
زمین کو صفحۂ نقش و نگار کرتے ہین

موے یہ بھی لحد اپنی ہے تختۂ نرگس
ہزار آنکھ سے ہم انتظار کرتے ہین

ہزار شکر گئین بدگمانیان اُنکی
وہ میری بات کا اب اعتبار کرتے ہین

مزے بتون کے تو خود لوٹتے ہین حضرت دل
خدا سے مفت مجھے شرمسار کرتے ہین

دل و جگر تو نکالو بھی میرے سینے سے
تڑپ تڑپ کے مجھے بیقرار کرتے ہین

مین مرکے خاک ہوا خاک ہو گئی برباد
وہ موت کا بھی نہین اعتبار کرتے ہین

نہ شاخ گل ہی مرا دل نہ دامن مے خوار
بہار مین سے کیون داغدار کرتے ہین

مین بادہ کش ہون وہ جستی کہ کھینچے ساقی
لگا کے شیشے مجھے سنگسار کرتے ہین

خدا نے آن حسینون کو دی ہی اور ہی ادا
بس اتنی بات پہ یہ افتخار کرتے ہین

وہ صاف دل ہین قرابت کا کچھ خیال نہین
جو تمکو پیار کرے اُسکو پیار کرتے ہین

طلسم گنج بھی آتا ہے جب نظر ہمکو
وہ مُردہ دل ہین گمان مزار کرتے ہین

کبھی تو ان سے جو کہتا ہون وصل کی خواہش
خدا کے فضل کا امید وار کرتے ہین

گلہ نہین جو اُڑاتے ہین تیغ سے ٹکڑے
یہ ترک ایک سے مجکو ہزار کرتے ہین

فلک کے قصر سے ہی اور کیا ہمین حاصل
فقط نظارۂ نقش و نگار کرتے ہین

چلو امیر چلو تا کجا اقامتِ دہر	مسافران عدم انتظار کرتے ہین

کیون نہ موسیٰ کو خطر ہو شوقِ برقِ طور مین	مشکلین پڑتی ہین سالک کو حجابِ نور مین
روزِ محشر ایسی جلن ہوگی دلِ محرور مین	بھاگ کر ڈوبے گا دوزخ چشمۂ کافور مین
خاکسارون کی ہی ذلت دیدۂ مغرور مین	مال کیا ظرفِ گلی ہے مجلسِ فغفور مین
ہم ہون یا موسیٰ ہون کوئی دیکھ سکتا ہی اُسے	پردے حسرت کے پڑے ہین جلوہ گاہِ طور مین
کیا تماشا ہو اسے سمجھے ہین غافل جلترنگ	جامِ چینی رو رہے ہین ماتمِ فغفور مین
حوصلہ عالی اگر ہو ہر جگہ معراج ہے	دار بھی ہی شاخِ سدرہ دیدۂ منصور مین
گور مین چونکا کے یہ عبرت پکاری بار بار	ہوشیاری شرط ہی غافل شبِ دیجور مین
نزع کے وقت آدمی سے ہل سکین کیا ہاتھ پاؤن	شام کو باقی نہین رہتی سکت مزدور مین
بُت تراشون پر پڑین پتھر کیا پھر جلوہ گر	چھپ رہے تھے بُت خدا سے ڈر کے سنگِ طور مین
گھر بنایا ہی یہ کس کا قصرِ تن ہی بے ثبات	جھونکتی ہی خاکِ عبرت دیدۂ مزدور مین
شیخ کو تھوڑا نچانو یہ بڑا مرگا ہے	ساری دُنیا چھوڑ بیٹھا ہی تلاشِ حور مین
منزلِ مقصود کی مستون کو دکھلاتی ہی راہ	خضر بن بیٹھی ہی سبزی دانۂ انگور مین
اُن سے کہتی ہی حیا اتنا جو میرا پاس تھا	نور بن کر چھپ رہی ہوتی نگاہِ حور مین
محتسب کے لاکھ لاکھ احسان کہ خوشے کی طرح	کاٹ کر مستون کے سر لٹکا دیے انگور مین

ہی اگر گردون مخالف غم نہین مجکو امیر	ہون مین زیرِ ظلِ دامن شاہ ابو المنصور مین

پھکتے ہین اعضا یہ گرمی ہی تنِ محرور مین	جائے ہیزم استخوان جلتے ہین اس تنور مین
رنگ پریون کا جُدا لطف اور ہی اس حور مین	ہی زمین و آسمان کا فرق نار و نور مین
جان جاتی ہی خیالِ عارضِ پُر نور مین	ڈوبتی ہی میری کشتی چشمۂ کافور مین

چاہتا ہی ایک دم مین طی کرے ہستی کی راہ
آج ایسی آگئی طاقت ترے رنجور مین

اپنی طاعت کی جزا چاہے جو خالق سے بشر
بھیے محنت سے اجورہ دے کفِ مزدور مین

جمع مال انسان تو کیا حیوانکو کرتا ہے تباہ
شہد دلواتا ہے آتش خانۂ زنبور مین

فرشِ استبرق کی کچھ حاجت نہین ای باغبان
بادہ کش آہین پڑے رہین گے سایۂ انگور مین

مین اگر چھوؤن خلش سے آسمان پیدا کرے
خار ہر غنچے مین جیسے نیش ہے زنبور مین

سچ ہی اہلِ درد سے ہوتا نہین رونے کا ضبط
اشک رہتے ہین لبالب دیدۂ ناسور مین

کشتگانِ عشق سے کہتی ہی تیغِ حسنِ یار
شربت دیدار کا چشمہ ہے کوہِ طور مین

ساقیا کیون دمبدم یہ خشک وہ شاداب ہے
خون تن مستون کا شاید بھر دیا انگور مین

سچ ہی انسان کو مصیبت مین خدا آتا ہی یاد
موت کا دھیان اکثر آتا ہی دلِ رنجور مین

میری بزمِ عیش مین رویا ہی یہ جی کھول کر
ایک قطرہ خون نہین باقی تنِ طنبور مین

داغ سے ہی سینۂ پرسوز عاشق کا فروغ
گردۂ نان آئنہ ہے خانۂ تنور مین

داغ الفت کھائیے جاتی جوانی ہے تو کیا
چاہیے شب بھر چراغ اے دل شبِ دیجور مین

رات دن مین لاکھ بار اٹھ اٹھ کے رہجاتا ہی پھر
درد شاید قید ہی میرے دلِ رنجور مین

عیبِ سلطان کیا ضرورت ہی رعیت مین بھی ہو
لنگ ہی رہتے تھے کیا سب کشورِ تیمور مین

ترک کر لذت اگر چاہے جہان مین عافیت
شہد آتش سے سوا ہے خانۂ زنبور مین

سب کو لنگر خانۂ خالق سے حصہ مل چکا
کیا مری قسمت کی روٹی جل گئی تنور مین

سینۂ پر درد مین کیا روح کو آرام ہو
کون سویا چین سے ہمسایۂ رنجور مین

کیسے موسیٰ لن ترانی کی صدا کیسی امیر
حسن کے نیرنگ تھے خلوت سرائے طور مین

ہٹاؤ آئنہ امیدوار ہم بھی ہین
تمھارے دیکھنے والون مین یار ہم بھی ہین

تڑپ کے روح یہ کہتی ہی ہجر جانان مین
کہ تیرے ساتھ دل بیقرار ہم بھی ہین

رہے دماغ اگر آسمان پہ دور نہین
کہ تیرے کوچے مین مشتِ غبار ہم بھی ہین

کہو کہ نخلِ چمن ہمسے سرکشی نہ کرین
انھین کی طرح سے باغ و بہار ہم بھی ہین

ہمارے آگے ذرا ہو سمجھ کے زمزمہ سنج
کہ ایک نغمہ سرائے ہزار ہم بھی ہین

کہانتک آئینے مین دیکھ بھال ادھر دیکھو
کہ اک نگاہ کے امیدوار ہم بھی ہین

شراب منھ سے لگاتے نہین ہین اے زاہد
فراق یار مین پرہیزگار ہم بھی ہین

ہمارا نام بھی لکھ لو جو ہے قلم جاری
قدیم آپ کے خدمتگزار ہم بھی ہین

ہما ہین گرد مری ہڈیون کے اٹھ پہر
سگ آپ کے کہتے ہین امیدوار ہم بھی ہین

جو لڑکھڑا کے گرے تو قدم پہ ساقی کے
امیر مست نہین ہوشیار ہم بھی ہین

چار ابرو ہین ترے حسن مین بہتر چارون
کیا رباعی ہے کہ مصرع ہین برابر چارون

کس گلِ تر کا مین کشتہ تھا کہ مرقد پہ مرے
بنگئے چار چمن گوشۂ چادر چارون

ایک دم حکمِ خدا مجکو فراموش نہین
دل پہ لکھے ہین سماوی ہین جو دفتر چارون

کیا ہوا چار عناصر جو پریشان ہے آج
دم مین ہوجائینگے اِک جا دمِ محشر چارون

ہاتھون پانُونکا بھروسا تھا سو وہ بھی ہے خاک
ہو گئے مجھ سے جُدا وائے مقدّر چارون

ابر مژگان کی شبِ ہجر جو بارش ہے یہی
گھر کی دیوارین گرلے گا مقرر چارون

زہرہ و مشتری و شمس و قمر وقتِ نثار
گرد پھرتے ہین ترے باندھ کے چکّر چارون

تندرستی کی کہان فرقتِ جانان مین امید
حدّ اصلاح سے اخلاط ہین باہر چارون

حق تو یہ ہے کہ ہین تیرے درِ دولت کے گدا
خسرو و قیصر و دارا و سکندر چارون

خاک ہین لعل و زمرد ہون کہ یاقوت و عقیق
ہون غنی میری نظر مین ہین یہ پتّھر چارون

بطن مادر بغلِ گور مکان باغ بہشت
اپنے بندونکو خدا نے یہ دئیے گھر چارون

اے امیر احمدِ مرسل کے جو ہین چار وزیر
چار یاری ہون مجھے ہین وہ برابر چارون

سہواً کسی سے اپنی کہانی اگر کہون
طاقت جواب دے کہ جو بارِ دگر کہون

طولِ شبِ فراق کا قصہ نہ پوچھیے
محشر تلک کہون مین اگر مختصر کہون

قاصد یہ کوئے یار سے کہتا ہوا پھرا
اپنی خبر نہین مجھے کس کی خبر کہون

اے اہلِ دیر و کعبہ مین غماز کچھ نہین
جو اِس طرف کی سُن کے کسی سے اُدھر کہون

سُنتے ہین آپ سارے زمانے کا دردِ دل
کہئیے تو مین بھی قصۂ سوزِ جگر کہون

شب کو کہو جو روز تم اپنی زبان سے
سورج قمر کو شام کو مین بھی سحر کہون

حاصل صفائے قلب ہو آئینے کی طرح
کیون منھ پہ صاف صاف نہ عیب و ہنر کہون

وقفہ بہت قلیل ہے حُسنِ شباب کا
بڑھکر کہون تو جلوۂ برقِ شرر کہون

تشبیہ سا سنے کی ہے اسے فکر چاہیے
گیسو کو شام چہرے کو اُسکے سحر کہون

محروم ہون مین لذتِ بوس و کنار سے
کیونکر نہ اُنکو بے دہن و بے کمر کہون

ہرگز نہ فرق آئے مری بات مین امیرؔ
اکبار جو کہا ہے وہی عمر بھر کہون

سختیِ دل لپٹا ہو ناحق آہ بے تاثیر مین
کچھ نہین حاصل جو پیکان ہو ہوائی تیر مین

ہوئے میری لاش نے پامال حسرت سے کہا
آگے آگے دیکھئے کیا ہے مری تقدیر مین

پھر تو ہے ای دل کنارا مرگ کا زیرِ قدم
پیرتے دو ہاتھ اگر آبِ دمِ شمشیر مین

بہتے بہتے ایکدن شیرین کو پہونچے گا ضرور
نامہ لکھکر ڈالدے فرہاد جوئے شیر مین

عشق ابروئے بتان مین دل نے کی ایسی طپش
زلزلہ آیا زمین کوچۂ شمشیر مین

جس پری کی آنکھ مجھ سے پھر گئی بولا جنون
لو مبارک اور ایک حلقہ بڑھا زنجیر مین

آئے جب نخچیر ہونے پر کمی ترکون کی کیا
پر نہین پرِ عقاب کا ای ترک تیرے تیر مین

موے ابروے بتان مین تل نہین ای مرغِ روح
دانہ چھٹکا ہے یہ دام جوہرِ شمشیر مین

عشقِ گیسو مین ملی دُنیا کی گردش سے نجات
نیند بھر کر پانون سوئے خانۂ زنجیر مین

رونہ رسوائی سے نادم ہو کے قاتل بعد قتل
وہ تری تقدیر مین تھا یہ مری تقدیر مین

کشتۂ خون ایسا ہی ہتا دورِ ترکا نہین اگر
روز عزرائیل پھرتے کوچۂ شمشیر مین

نیند تیرے وحشیون کو صبح تک آتی نہین
رتجگا رہتا ہی شب بھر خانۂ زنجیر مین

باندھتا ہے گر ہوائے ظلم کر مجکو شکار
جب گھٹین گے پر مرے تب لگین گے تیر مین

عشق ابرو مین جو چلاتا ہون کہتا ہے وہ ترک
کون دیتا ہی دہائی کوچۂ شمشیر مین

منحصر ہی مجرمون پر شان رحمت کا ظہور
ہے خطائے فاش اگر تقصیر ہو تقصیر مین

تیر پر تیر اُس ستمگر نے لگائے اسقدر
رہ گئی حسرت تڑپنے کی دلِ نخچیر مین

کچھ نہادون سے ضرر کیا راستبازون کو امیر
خم نہین آتا ہی صحبت سے کمان کی تیر مین

ہی یہ بیہری کا چرچا دورِ چرخِ پیر مین
خونِ مادر طفل پیتے ہین ملا کر شیر مین

قصۂ غیرون سے تمھارے عشق ابرو مین ہوا
جل گیا ہتھیار ہم سے کوچۂ شمشیر مین

ضبط غم سے آہ بنتی ہی مرے دل مین گرہ
تیر ہو جاتا ہے پیکان سینۂ نخچیر مین

سرنوشت اتنی جو مجھ کج وار گون طالع کی ہے
شاید اُلٹا قط لگا تھا خامۂ تقدیر مین

صبح پیری کا بھی اے مانی نشان باقی رہے
چھوڑ دینا کچھ سفیدی بھی مری تصویر مین

کیجئے دنیا کی ساری لذتون کو انتخاب
لیجئے شیراز سے مے سیب کشمیر مین

زیر ابرو شوخیان کرتی نہین چشمان یار
جو کڑی پھرتے ہین آہو سایۂ شمشیر مین

آئے ہین کس بادشاہِ ملکِ وحشت کے قدم
ہوتی ہی نالون کی شلک خانۂ زنجیر مین

دیر سے سوئے حرم پیری مین جاکر کیا کرون
تھا جو طاعت کا زمانہ کھو چکا تقصیر مین

اے جنون تو جذب کو کچھ کام فرمائے اگر
چشم لیلی کے ہون حلقے قیس کی زنجیر مین

ذوق رحمت کھینچتا ہے سوئے رحمت اے کریم
جانتا ہی تو کہ مین مجبور ہون تقصیر مین

ملکے آنکھین ابروئے جانان سے جب روئے ہین ہم
بھر دیے ہین ہم نے موتی دامن شمشیر مین

انجمن مین مست ہو جائین نہ کیونکر سامعین
قلقل مینا کا عالم ہے تری تقریر مین

نقل سے کوئی نکلتا ہی جہان مین کار اصل
پائین کب غواص موتی قلزم تصویر مین

بیقراری سے مجھے الفت مین حاصل ہی سکون
پائے دل ہیچ پریشانی سے ہے زنجیر مین

دور گردون مین کہان ہی جائے آسائش امیر
سیر کو آتی ہی ویرانی ہر اک تعمیر مین

عاشقون سے ہی ترقی حسن کی تنویر مین
جنکے رخ سے رنگ اڑ آیا تری تصویر مین

قتل مجکو یاد ابرو مین اُن آنکھون نے کیا
ان ٹھگون نے مل کے مارا کوچۂ شمشیر مین

غیر ممکن ہی دل حیران مین میرے دخل غیر
عکس پڑتا ہی کہان آئینۂ تصویر مین

قتل عاشق قاتلون کے واسطے ہی قوت روح
جب لہو چاٹا مرا دم آگیا شمشیر مین

بیخبر میرے مآل مرگ سے ہی وہ حسین
ہو کے یوسف ہی پریشان خواب کی تعبیر مین

عشق ابرو مین جوان و پیر سب ہوتے ہین قتل
رات دن چلتا ہی رستہ کوچۂ شمشیر مین

اپنی وحشت سے ہی روشن خانۂ زندان غم
مردمک ہی پاؤن اپنا دیدۂ زنجیر مین

گرمی خورشید محشر سے اُنھین کیا کام ہے
ہین ترے کشتونکی روحین سایۂ شمشیر مین

کام آتی ہی جوانون کے بہت تدبیر پیر
طاقت پرواز ہی زور کمان سے تیر مین

دھیان اُس ابرو کا آیا عارض روشن کے بعد
دھوپ سے ہم اُٹھ کے بیٹھے سایۂ شمشیر مین

جمع زر ممسک جو کرتا ہے ہوا ثابت ہمین
اسکی قسمت مین نہین ہی غیر کی تقدیر مین

زخمیون کا کام نکلے کچھ تو ہی ناوک فگن
ہی مناسب ہون پر طاؤس تیرے تیر مین

کیا عجب ہی اُس رخ پُر نور پر نکلا جو خط
جمع ہوتے ہین پتنگے شمع کی تنویر مین

کب خزانہ غیب کا ملتا ہے بے قسمت امیر
چھانتا ہے خاک ناحق خواہش اکسیر مین

وطن کی یاد ہی لیل و نہار غربت مین
یہی ہی ایک بڑی سی غمگسار غربت مین

شگفتگی کے ہون سامان ہزار غربت مین
پر ایک سی ہو خزان و بہار غربت مین

گلِ وطن کی جو بو بھی اُڑا کے مجھے
لپٹ گئے مرے دامن سے خار غربت مین

عجب نہین ہے جو ہو موجزن نسیم کرم
دکھائین خار گلون کی بہار غربت مین

امید و بیم و غم بے کسی و دردِ فراق
یہی رفیق ہین دو تین چار غربت مین

مین بوے نافۂ آہو کہ نکہتِ گلُ ہون
وطن مین صبر نہ مجکو قرار غربت مین

بچھا کے مین نے مُصلّا پڑھا دوگانۂ شکر
اگر ملا شجرِ سایہ دار غربت مین

وہ زار ہون کہ مین زندہ ہون زمین مین دفن
پڑا جو اُڑ کے بدن پر غبارِ غربت مین

چراغ شام غریبی نے گُل کھلائے نئے
دکھائی صبحِ وطن کی بہار غربت مین

قرار گھر مین بیابان مین اضطراب ہی کیون
وہی وطن مین وہی کردگار غربت مین

کبھی کبھی تو لکھو نامہ کوئی اہلِ وطن
کہ بڑھ کے موت سے ہے انتظار غربت مین

تڑپ گیا صفتِ ابر یہ دلِ مُضطر
برس پڑا اگر ابرِ بہار غربت مین

کبھی نہ بھول کے اہلِ وطن نے یاد کیا
نہ ہچکی آئی مجھے زینہار غربت مین

جو دوستانِ وطن نے دیئے ہین داغ امیر
مین جانتا ہون اُسے لالہ زار غربت مین

تڑپا مین جو آنکھونکو پسند آ گئین آنکھین
دل لوٹ گیا چوٹ غضب کھا گئین آنکھین

کیا مست نگاہین مجھے دکھلا گئین آنکھین
دو جام تھے لبریز کہ چھلکا گئین آنکھین

مجروح ہوا ایک نظارے مین مرا دل
دو پھل کی کٹاری تھی کہ چمکا گئین آنکھین

آفت کی سفیدی تھی قیامت کی سیاہی
نیرنگ دو عالم مجھے دکھلا گئین آنکھین

اوروں سے تو بیباک سرِ بزم لڑا کین
عاشق سے ہوئین چار تو شرما گئین آنکھین

موسیٰ کی طرح تاب تجلی کی نہ آئی
ہم طور پہ پہونچے تھے کہ پتھرا گئین آنکھین

ہون لاکھ زبانین رہے پر مشق خموشی
پلکون سے اشارے مین یہ سمجھا گئین آنکھین

معشوق کا جلوہ مجھے دل مین نظر آیا
صد شکر جسے ڈھونڈھتی تھین پا گئین آنکھین

تیغین تھین کہ یا رب یہ قاتل کی نگاہین
بسمل کی طرح سے مجھے تڑپا گئین آنکھین

اس فتنۂ دوران نے جو دی آنکھ کو گردش
چکر کبھی آیا کبھی تیورا گئین آنکھین

اس ناز سے دیکھا کہ بہم کٹ گئے عاشق
ایک ایک کو ایک ایک سے لڑوا گئین آنکھین

ہو سوز غم عشق سے یہ سوز حرارت
رونے پہ دل اُمڈا تو مری گل گئین آنکھین

تا چند امیر اس چمنستان کا نظارہ
دل سیر سے اکتا گیا بھر آگئین آنکھین

گم گشتہ دل کی تا کجا جستجو کرین
ہان اور دل ملے تو تری آرزو کرین

فرقت مین سیر باغ کی کیا آرزو کرین
دل خون ہوا اگر کسی غنچے کو بو کرین

یا رب وہ ذوق دے کہ رہے مست معرفت
مستی بغیر بادہ و جام و سبو کرین

دنیا سے ہاتھ دھو کے بیٹھین کوے یار مین
جائز نہین کہ طوف حرم بے وضو کرین

مغرب سے اٹھ کے تم سوے مشرق جو آ رہو
مُردون کو دفن پھر نہ کبھی قبلہ رو کرین

بوسہ جو چار ابروے محبوب کا ملے
کعبے مین سجدہ آٹھ پہر چار سو کرین

قدرت خدا کی اشک مسلسل بہائین ہم
مالے کو موتیون کے وہ زیب گلو کرین

ملتے ہین ہاتھ دیکھ کے صبح شب وصال
یہ چاک وہ نہین ہے کہ جسکو رفو کرین

گلزار کو جواب جے [illegible] ملے
[illegible] نہین زبانِ شہر گفتگو کرین

دامن ہو چاک چاک گریبان ہو تار تار
کس کس جگہ لباس ہم اپنا رفو کرین

مین بھی تو خاک راہ کسی گلبدن کا ہون
سونگھین نہ گل حسین مری مٹی کو بو کرین

ہمسے جو بت خفا ہین تو نامہربان خدا
کعبے کا قصد دیر کی کیا آرزو کرین

مین دست روزگار مین تیغ اصیل ہون
جوہر شناس ہون تو مری آبرو کرین

نیچی نظر حیا سے کرین گیا وہ جنگجو
جو اک نظر مین خون ہزار آرزو کرین

پلکون سے وہ امیر لیا کرتے ہین سلام
جس طرح گنگ انگلیون سے گفتگو کرین

مجروحون پر جو چشم کرم جنگجو کرین
سوز غم ایک تار نظر سے رفو کرین

منھ پر جو گرد آہ پڑے شستہ و شو کرین
اتنی تو میرے اشک مری آبرو کرین

جو لوٹتے ہین ایک نظر مین وہ اور ہین
بہکین نہ ہم جو نوش سُبو کے سُبو کرین

دیوانگی کا سلسلہ طاعت مین بھی نہ جائے
پہلے پڑھین نماز تو پیچھے وضو کرین

نازِ نگاہ دیدۂ یعقوبؑ اگر ملے
ہم چل کے چاک دامن یوسفؑ رفو کرین

ہون مست معرفت مجھے کب ہی دماغ مَے
غمزے نہ میرے سامنے جام و سُبو کرین

انسان ہو کے ہم رہین محروم ای فلک
سبزے کی سیر سرِ لب آب جو کرین

ہم میکشون کو کام شراب و گزک سے ہے
قرآن پڑھین تو وِرد کلوا واشربوا کرین

ملنے نہ ملنے سے ہمین کیا کام سے ہی کام
جبتک کہ دم مین دم ہے تری جستجو کرین

زاہد ترے فرشتون کو یہ دن نہین نصیب
جنت سے حور آئے جو ہم آرزو کرین

ثانی نہ میرے یار کا پائین یہ مہر و ماہ
برسون چراغ لیکے اگر جستجو کرین

مرنے کے بعد بحث کو آئے ملک تو کیا
کچھ حوصلہ اگر ہو تو اب گفتگو کرین

جبتک کہ دل ہے چاہیے ہمکو تری تلاش
جبتک چلے زبان تری گفتگو کرین

کب زاہدونکو مسئلۂ عشق کا ہے فہم
نامحرمون سے راز کی کیا گفتگو کرین

آیا وہ مست باغ مین کلکے سحاب کے
کہہ دو کہ جام لالہ و گل شستہ و شو کرین

چوری ہی کب ثبوت مرے نقد ہوش کی
مفتی شہر قطع نہ دستِ سبو کرین

شوقِ سجود ہے تہِ محراب تیغ اگر
آب بقاے خضر و سکندر وضو کرین

ہے غنچہ سان بہار خموشی مین اے امیر
بلبل کی طرح باغ مین کیا ہاو ہو کرین

جیتے جی جان سے گذرتے ہین
مرنے والون پہ ہم تو مرتے ہین

کچھ نہ پوچھو کہ ہاتھ خالی ہے
ہم تو دن زندگی کے بھرتے ہین

دل ٹھہر جاے یہ امید نہین
ایسے بگڑے کہین سنورتے ہین

کس سے چوری اگر خدا سے نہین
سچ ہے زاہد بتون پہ مرتے ہین

لکھتے ہین خط جو وہ رقیبون کو
روز پرچے ہمین گذرتے ہین

مل گیا گھاٹ تیغ قاتل کا
اب کوئی دم مین پار اترتے ہین

جلاتے ہین تو اک نظر مین امیر
مہر ذرّے کو بھی وہ کرتے ہین

یہ چرچے یہ صحبت یہ عالم کہان
خدا جانے کل تم کہان ہم کہان

جو خورشید ہو تم تو شبنم ہین ہم
ہوے جلوہ گر تم تو پھر ہم کہان

حسین قاف مین گو کہ پریان بھی ہین
مگر ان حسینون کا عالم کہان

الٰہی ہو دل جاے آرام غم
نہ ہوگا جو یہ جائے گا غم کہان

کہون اسکے گیسو کو سنبل مین کیا
کہ سنبل مین یہ پیچ یہ خم کہان

وہ زخمی ہون مین زخم ہین بے نشان
الٰہی نگاؤن مین مرہم کہان

زمانہ ہوا غرق طوفان امیر
ابھی روئی یہ چشم پرنم کہان

شہرے جو دور دور ہماری فغان کے ہین
دہشت سے ہوش اڑے ہوے نو آسمان کے ہین

ظاہر مین ہم فریفتہ حسن بتان کے ہین
پر کیا کہین نگاہ مین جلوے کہان کے ہین

یاران رفتہ سے کبھی جا ہی ملین گے ہم
آخر تو پیچھے پیچھے اسی کاروان کے ہین

گھبرا کے جب فراق مین مانگی دعاے وصل
آئی صدا ابھی تو مقام امتحان کے ہین

سات آسمان کو توڑ کے تا عرش جا چکا
اے تیر آہ بس اب ارادے کہان کے ہین

ٹھکرا کے میرے سر کو وہ کہتے ہین ناز سے
لو ایسے مفت سجدے مرے آستان کے ہین

مر کر بھی مُنہ سے ہمکو تعلق وہی رہا
تختے لحد مین پیر مغان کی دُکان کے ہین

ڈوبے ہوے لہو مین نظر آئین کیون نہ گل
سینچے ہوئے مری مژہ خون فشان کے ہین

شکوہ شبِ وصال مین تا چند چپ بھی ہو
اے دل نکالے تو نے یہ جھگڑے کہان کے ہین

ناوک فگن چمک یہ ترے عارضون کی ہی
دو آئینے لگے ہوے گھر مین کمان کے ہین

طاقت ہماری گھٹ گئی ہمت نہین گھٹی
پیچھا کرین تو آگے ہی عمر روان کے ہین

دُنیا مین بھی سفر ہمین عقبیٰ مین بھی سفر
ہم لوگ رہنے والے الٰہی کہان کے ہین

روشن چراغ برق سے رہتا ہے رات بھر
چمکے ہوئے نصیب مرے آشیان کے ہین

خنجر کو چوس چوس کے کہتے ہین میرے زخم
ظالم مزے بھرے ہوے تجھ مین کہان کے ہین

اے ہمت بلند ابھی تو کمی نکر
جلوے جو خاص ہین وہ اُدھر لامکان کے ہین

یان جان پر بنی ہی تجھے ہین رُکاوٹین
اے تیغ یار چل بھی یہ غمزے کہان کے ہین

وہ اور وعدہ وصل کا قاصد نہین نہین
سچ سچ بتا یہ لفظ اُنھین کی زبان کے ہین

اُس مہروش کو کیا مین لکھون شرح اشتیاق
اے کلک گل یہ سات ورق آسمان کے ہین

بلبل کو شوقِ گل تھا نہ قمری کو عشق سرو
سارے یہ گل کھلائے ہوے باغبان کے ہین

ان ابروون سے حضرتِ دل روز سامنا
کھینچے تو ایسے آپ بہادر کہان کے ہین

سمجھے یہ ہم جو خلد مین حور آگئی نظر
شاید ابھی مقام مین ہم امتحان کے ہین

اُس طفل تند خو سے جو ملتا ہون اے امیر
کہتے ہین لوگ ڈھنگ بُرے اس جوان کے ہین

دل و جگر دونون جل گئے ہین ذرا نگاہین جہان ملی ہین
تمھارے گھر مین ہمین تو کیا ایسی ہوئی بجلیان ملی ہین

مجال کیسی نہین یہ ایدل کہ مانگون بوسہ لبِ دہن کا
ہزارون ہی ہین دعائین مین نے تب اُنسے کچھ گالیان ملی ہین

ہمین تو نغمہ پسند آیا ہی نغمہ سنجان بوستان کا
سُنے نہ دیکھے یہ حلق نالون صدائین کیا باغبان ملی ہین

زمین مین گڑ کر جو لطف اُٹھایا ادا ہو کسطرح شکر اُسکا
کبھی نہ پائین تھین زندگی مین وہ راحتین جو یہان ملی ہین

خدا نے وہ سلطنت عطا کی کہ شش جہت مین ہے جسکا شہرہ
وسیع ملک سخن ہے اپنا حدین کہانسے کہان ملی ہین

اسیر گیسو ہوے ہین جیسے ہوے ہین آزاد قید غم سے
نہ کیون ہون اپنے جنون کے صدقے کہ ہمکو یہ بیڑیان ملی ہین

امیر رہتا تھا جس جگہ پر وہان کل اک ڈھیر راکھ کا تھا
وہ خاک چھانی تو ریزہ ریزہ جلی سی کچھ ہڈیان ملی ہین

نہان رہتا ہے آئینے سے وہ بیگانہ خو برسون
حیا دیکھو نہین آتا ہے اپنے روبرو برسون

رہی ای گل سکروحون کو تیری جستجو برسون
پھرا کی کو بکو پیراہن یوسف کی بو برسون

فلک دیتا ہے شل زخم کسکو فرصت راحت
جو کچھ ہنستا ہے ہنس لے پھر تو رویگا لہو برسون

دل شفاف مین دیکھا ہے جلوہ روے حیران کا
رہے ہین اے سکندر یون ہم اپنے روبرو برسون

کہان ہمسا ہے کوئی مرد میدان دشت وحدت مین
کیا ہمنے خموشی کی زبان سے ذکر ہو برسون

سراپا جرم ہون لیکن وہ رند پاک طینت ہون
کیا زاہد نے میرے آب خجلت سے وضو برسون

خدا کے گھر سے او ناشاد کوئی جاکے پھرتا ہے
عجب کیا گر نہ نکلے تیرے دل سے آرزو برسون

فراق یار مین سب دوستون نے مجھ سے منھ موڑا
شریک رنج تنہائی رہا ہے درد تو برسون

مری حالت پہ ہجر یار مین مر مر گئی حسرت
دل مایوس سے روئی لپٹ کر آرزو برسون

جھکاتے ہم کہانتک سر نہ پاے خم پر اے ساقی
حمائل اپنی گردن مین رہا دست سبو برسون

جنون مین یہ نئی بخیہ گری کی دست وحشت نے
کیا ہے چاک کر دامن گریبان کو رفو برسون

تمھاری اک نگاہ ناز نے توڑا اشارے مین
بنایا چشم و دل نے جو طلسم آرزو برسون

ہلائے جسنے لب اک ہاتھ مارا اڑ گئی گردن
زبان تیغ سے اُس ترک نے کی گفتگو برسون

ہوا ہون آتش رنگ خنل سے خاک مین جلکر
مری ہستی سے آئیگی گل عشرت کی بو برسون

کہان ہونگی امیر ایسی ادائین حور و غلمان مین
رہے گا خلد مین بھی یاد ہمکو لکھنؤ برسون

کریگا یاد اے غم ہمکو بعد مرگ تو برسون
کھلایا ہی جگر برسون پلایا ہی لہو برسون

تڑپ کر دل نے میرے مدتون رسوا کیا مجکو
بہا کر اشک آنکھون نے ڈبوئی آبرو برسون

گداز عشق مثلِ شمع ہر ہو سے ہوا ظاہر
پسینا بنکے ٹپکا جسم سے میرے لہو برسون

مزہ یہ ذبح مین پایا کہ کرتا ہی دعا بسمل
رہے یون ہی الٰہی ربط شمشیر و گلو برسون

کوئی میرے برابر کیا کرے گا ضبط الفت کو
نہین آتا زبان تک دل سے حرفِ آرزو برسون

فنا کے بعد ایسے بیکسون کو کون پوچھے گا
مگر اے بیکسی رویا کریگی مجکو تو برسون

چھپائے منھ اگر وہ یوسفِ گل پیرہن دو دن
چمن کا منھ نہ دیکھے کاروانِ رنگ و بو برسون

نہین اے بیکسی بعدِ فنا کچھ خوف تنہائی
رہے گا میری تربت پر ہجوم آرزو برسون

رہائی حلقۂ گیسو سے جیتے جی تو کیا ممکن
ہوئے پر بھی نہ اٹھے گا مرا طوقِ گلو برسون

نہ چھوڑا پاس ایمان حق پرستی اسکو کہتے ہین
رہِ شوقِ بتان مین بھی چلے ہم قبلہ رو برسون

مزا لینے کے رگڑا ہی گلا شمشیر قاتل سے
برنگِ زخم ہم ہنس ہنس کے روئے ہین لہو برسون

نہ آیا ساقی پیمان شکن ہم سرو کی صورت
قدم کو گاڑ کر بیٹھے کنارِ آبجو برسون

وہ بلبل ہون کہ یون صیاد نے بھی میرا بہلایا
لگا یا ڈھیر پھولون کا قفس کے روبرو برسون

نہ کر اے یاس یون برباد میرے خانۂ دل کو
اسی گھر مین جلایا ہی چراغ آرزو برسون

کبھی ہمکو بھی تھا ہی درد دعوی ضبط الفت کا
پلٹ جاتے تھے نالے دل سے آ کر تا گلو برسون

امیر اس بے نشان تک سعی سے کوئی جو جا سکتا
تو کیسے پاؤن ہم آنکھون سے کرتے جستجو برسون

رہے تصویرِ حیرانی ہم انکے روبرو برسون
لبِ خاموش سے کی دردِ دل کی گفتگو برسون

نہین ٹلتی ہے دل سے مرکے انکی آرزو برسون
یہ وہ گل ہے کہ مرجھائے پہ بھی دیتا ہے بو برسون

کوئی گاہک نہ ٹھہرا دل کا بازارِ محبت مین
پھرے ہم بیچتے یوسف کو لیے چارسو برسون

نہوگا باوفا میخوار اے پیرِ مغان ہمسا
گھٹا کر خون بڑھائی دخترِ رز کی آبرو برسون

رہے مرکر بھی یارب میکدے مین دور مستون کا
بنائے جائین انکی خاک سے جام و سبُو برسون

یہ کس تیغ نگاہِ ناز نے زخمی کیا مجھکو
کہ آئی میرے زخمونسے بھی بوے ناز بُو برسون

چلے تھے ایکدن ٹھکرا کے ساغر کو سو مستون نے
کیے سر زاہدون کے کاٹ کر نذرِ سبو برسون

رہین کیونکر نہ توصیف دہن مین دم بخود شاعر
جگہ کچھ بھی اگر پاتے تو کرتے گفتگو برسون

لپیجا دل نہ اُسکا بھی کبھی تیری طرح قاتل
کیا خنجر سے ہمنے شکوۂ دردِ گلو برسون

صدف سے بھی نہ نکلے شرم آئی تیرے دانتون سے
گرہ مین باندھ رکھی موتیون نے آبرو برسون

ہماری آنکھ نے کیا جانے کس حسرت سے دیکھا تھا
کہ تیغِ یار روئی چشم جوہر سے لہو برسون

زبان اظہار حق سے کافرون مین کوئی رکتی ہی
خدا کی حمد کی ہمنے بتون کے روبرو برسون

لگایا دُخترِ رز کو مُنھ نہ مین نے ہجر ساقی مین
بہت طاقون پہ سر پٹکا کیے جام و سبُو برسون

ہوا یہ قحط آبِ آتشین ساقی کی فرقت مین
رہا ورد دعائے توبہ ہمکو بے وضو برسون

تصور کب گیا دل سے مرے مژگانِ جانان کا
کھٹکتا ہی رہا آنکھون مین روز ایک ایک مُو برسون

امیر اک مصرعِ ترتب کہین صورت دکھاتا ہے
بدن مین خشک جب ہوتا ہی شاعر کا لہو برسون

بے حجابانہ مرے گھر جو وہ آجاتے ہین
ایک تصویر درِ دل پہ لگا جاتے ہین

طرفہ شوخی ہی اگر طور پہ آجاتے ہین
ہوش وہ برق تجلّی کے اُڑا جاتے ہین

دم کے دم کو مرے پہلو مین جو آجاتے ہین
دل لگانے کی جگہ تیر لگا جاتے ہین

پتلیان تک بھی تو پھر جاتی ہین دیکھو دم نزع
وقت پڑتا ہے تو سب آنکھ چرا جاتے ہین

یہ بھی ایما ہی کہ غصہ نہین اترا اب تک
جائے گُل قبر پہ تیوری جو چڑھا جاتے ہین

کرتی ہی تیغ قضا ڈھونڈھ کے انکو چورنگ
چوٹ شمشیر ادا کی جو بچا جاتے ہین

یاد آتا ہے جو ہنس ہنس کے رولانا میرا
چار آنسو مری تربت پہ بہا جاتے ہین

ساغرِ زہر ہلاہل بھی جو دیتا ہے فلک
یاد ساقی مین بلا نوش چڑھا جاتے ہین

کیا سخی ہین عدم آباد کے جانے والے
نقد جان پہلی ہی منزل مین لٹا جاتے ہین

جب پلٹ جاتے ہین وہ ہاتھ کمر پر رکھکر
جادۂ ملک عدم مجھکو بتا جاتے ہین

اور پچھتا کے کرین کیا اِدھر آنے والے
مارے غیرت کے زمین مین تو سما جاتے ہین

کسکے کوچے سے یہ آتے ہین ہوا کے جھونکے
کہ مری شمع لحد روز بجھا جاتے ہین

جو ترے دل مین ہے وہ دیکھنے والے تیرے
نگہ ناز کے انداز سے پا جاتے ہین

کیسے چالاک ہین یہ تُرک کہ کرتے ہی نگاہ
سُرمہ تلوار سے آنکھون مین لگا جاتے ہین

گُل سے مطلب ہمین گلشن مین نہ بُلبُل سے غرض
سیر کرنے کو کبھی باغ مین آ جاتے ہین

گو نکل جاتے ہین آ آ کے گھٹا کے لکے
ساقیا دل تو یہ مستون کے بڑھا جاتے ہین

سادہ آئینہ رُخون کو نہ سمجھنا اے دل
کہنے مطلب کی تو یہ صاف اُڑا جاتے ہین

ہیزم خشک سمجھتے ہین مجھے کیا رہرو
راہ چلتے ہوئے جو آگ لگا جاتے ہین

سچ ہے آندھی ہین مٹانے کو حسین دل کے لیے
جو گھروندا یہ بناتا ہے مٹا جاتے ہین

مین خریدار اگر ہون تو نگہ کا اُن کی
تیغ کیون میرے گلے سے وہ لگا جاتے ہین

حُسن کی شان کو ہے یہ قلمونی لازم
کیا کہون کیسے وہ نیرنگ دکھا جاتے ہین

ملک الموت کبھی بنکے سُلا دیتے ہین
فتنۂ حشر کبھی بن کے جگا جاتے ہین

کیا بلا ہو گے وہ گیسو مجھے لپٹے ہین امیر
آنکھ ہو بند تو دل پر مرے چھا جاتے ہین

مین اُلفت کے وہ حسن کے جوش مین
نہ مین ہوش مین ہون نہ وہ ہوش مین

لٹک کر وہ زلف آئی ہے تا کمر
کہ لپٹے ہے مجنون کے آغوش مین

نہ اُٹھوا ابھی بزم سے مے کشو
ہمین بھی تو آ لینے دو ہوش مین

نکل آنکھ سے اشک ٹھہرا ہے کیا
گہر ہو کبھی زیب اُس گوش مین

کہین لعل ہم کیا لب یار کو
کہ ہے فرق گویا و خاموش مین

قدم پر جو گرنے لگا غش مین مین
کہا ہٹ کے آؤ ذرا ہوش مین

بہت دختر رز سے گرمی نہ کر
کہین آئے واعظ نہ وہ جوش مین

نہ کر ساقیا اب تو قحط شراب
نہین جان رند قدح نوش مین

پلا وصل مین مے نہ انکو امیر
مزہ کیا رہے جب نہ وہ ہوش مین

میکش کے دل کے راز کسی پر عیان نہین
شیشے کو دیکھ لو کہ دہن ہی زبان نہین

عالم مین اُسکے حسن کا جلوہ کہان نہین
فانوس کا بھی شمع سے خالی مکان نہین

موجود خشت خم ہی اگر نردبان نہین
اتنی تو میفروش کی اونچی دکان نہین

کرتے ہو انکسار کی باتین ہی آج کیا
میرا بیان ہی یہ تمھارا بیان نہین

مُردہ جو مجھ غریب کا بے گور رہ گیا
دو گز بھی کیا زمین تہِ آسمان نہین

اک حور وش کی خانۂ زندان مین ہی جو یاد
موجین نسیم خلد کی ہین بیڑیان نہین

کیا کیا کرینگے قتل نکھرنے تو دو اُنھین
پنہان ہی تیغ زنگ مین جوہر عیان نہین

کیا باغبان کا ڈر کہ مین ہون طائرِ اثر
جز شاخ نالہ اور کہین آشیان نہین

چشم سیاہ یار کے کتنے کیے ہین وصف
ہی میل سرمہ منھ مین ہمارے زبان نہین

طوطی ہی آجکل سگِ جانان کا بولتا
لذت مین نیشکر ہین مرے استخوان نہین

مرقد مین بھی نصیب کی گردش وہی رہی
سمجھے تھے ہم زمین کے تلے آسمان نہین

بالیدہ اُسکے آنے سے ایسا ہوا چمن
ساقی وہ کون شیشہ ہی جو آسمان نہین

زندان چمن ہی وحشی نازک مزاج ہون
پھولونکی بدھیان ہین مری بیڑیان نہین

آنکھون سے ہم تو ساعد جانان کے گرد ہین
حلقے ہماری آنکھون کے ہین چوڑیان نہین

ہون اس چمن مین طائر گم پر تو کیا ہوا
صیاد ابھی ہی دور بلند آشیان نہین

لذت جو آبلے نے اُٹھائی ہی خار کی
کیونکر بیان کرے کہ دہن مین زبان نہین

پیری مین اور بھی مجھے زینت ہوئی نصیب
ادنی یہ فیض ہی سخن آبدار کا

آتو قبائے تن پہ ہے یہ جھریان نہین
موتی صدف مین ہین مرے منھ مین زبان نہین

ایذا کا خوف صاحب تمکین کو کیا امیر
نشتر سے آشنا رگِ سنگِ گران نہین

مرتبہ تیغ ادا کا وہی بسمل سمجھین
زیست کو مرگ مسیحا کو جو قاتل سمجھین

قاتلون سے کہو سر کاٹ کے مغرور نہون
اپنے سر کو بھی یہ خنجر قاتل سمجھین

اہی یہ ہی اُنکے لیے فکر سلاسل ہی عبث
جو تری زلف مسلسل کو سلاسل سمجھین

اِک تجلّی مین جو موسیٰؑ سے ہو طالب کا یہ رنگ
اور پھر کسکو وہ دیدار کے قابل سمجھین

جانِ جان جسکو کہے جان اسے ہم جانین جان
دل ربا جسکو کہے دل اُسے ہم دل سمجھین

لاکھ دو لاکھ مین شاید کہ اُٹھے ایک کا پانوُن
عاشق اتنی جو کڑی عشق کی منزل سمجھین

زندگی یار کے اور موت ہی اللہ کے ہاتھ
کسکو آسان کہین ہم کسے مشکل سمجھین

آشنا درد سے کچھ ہون جو بتانِ بیدرد
میری ہر آہ کو اک مصرعِ بیدل سمجھین

کیا کسی دل کے تڑپنے پہ اُنھین رحم آئے
رقص بسمل کو جو آرائش محفل سمجھین

بُت مین بھی دیکھتے ہین نور خدا کا جلوہ
واعظو حق کسے جانین کسے باطل سمجھین

اپنے ہاتھ اپنا گلا کاٹ کے خود بسمل ہون
کچھ بھی لذت جو تڑپنے کی یہ قاتل سمجھین

زخم کا ذکر تو کیا ضد ہے یہانتک مجھسے
زہر دین بوسۂ خط کا جو وہ سائل سمجھین

اب پیری و جوانی پہ نہ جائین صاحب
دلِ عاشق کو بدستور وہی دل سمجھین

گھر کرین دل مین وہ شرماتے ہین کیون آنکھون سے
اُسکو محمل تو اِنھین پردۂ محمل سمجھین

یون تو ہر غنچۂ گل شکل صنوبر ہے امیر
جسمین کچھ درد کی بو آئے اُسے دل سمجھین

کسطرح موت کو آسان نہ وہ بسمل سمجھین
تیغ کو تیغ جو قاتل کو نہ قاتل سمجھین

آپ دیکھیں کرین میرے تحیر پہ نظر
ہمہ تن چشم وہ مجکو ہمہ تن دل سمجھیں

پیچ قسمت نے دیے ہین یہ اسیر ذنکو ترے
موج گل بھی اگر آجائے سلاسل سمجھین

کھینچ کر تیغ ہی آئین وہ کہین آئین تو
نہ چلائین نہ سہی قتل کے قابل سمجھین

جلد لے لین کہین اسکو بھی فراغت ہو جائے
وہ مری جان کو بھی کاش مرا دل سمجھین

جورین بن بن کے ہین روح مین شہدا کی نگلین
خلد سمجھین کہ اسے کوچۂ قاتل سمجھین

ہی مزہ عفو گنہ کا انھین کچھ دور نہین
بیگنا ہون کو جو تعزیر کے قابل سمجھین

دور سائی مین ہی یہ ربط شکستہ دل مین
ٹوٹ کر چور رہو شیشے کو اگر دل سمجھین

دل جو انگارون پہ لوٹے تو وہ کیون شاد نہون
شمع و پروانے سے جو گرمی محفل سمجھین

پانی ٹپکائین دم نزع نہ منھ مین احباب
تشنۂ آب دم خنجر قاتل سمجھین

بسمل ناز و ادا ہم سے کہان ہوتے ہین
رک کے گر تیغ چلے غمزۂ قاتل سمجھین

اتنے خود بین نہون یارب کہین توڑین اسکو
آئنے کو یہ حسین کاش مرا دل سمجھین

ہمہ تن داغ مین ہون لالے کا تختہ ہی بدن
لالہ رو کاش مجھے سیر کے قابل سمجھین

ذبح کے دم جو پڑے تیغ کے ہاتے پہ نظر
ہم وہ بسمل ہین کہ گردن مین حمائل سمجھین

مردے کچھ کم نہین زندونسے زمین کے نیچے
قافلون سے کہو محفل تہ محفل سمجھین

لے اڑے گر طرف باغ فنا ہمکو امیر
نالۂ دل کو پر طائر بسمل سمجھین

دامن رحمت اگر آیا ہمارے ہاتھ مین
پھول ہو جائینگے دوزخ کے شرارے ہاتھ مین

گل ترے چھلونکے ہین ای گل جو سارے ہاتھ مین
باغ الفت کا ہی گلدستہ ہمارے ہاتھ مین

پوچھتے ہو کس سے جو چاہو کرو مختار ہو
دل تمہارے ہاتھ مین ہی یا ہمارے ہاتھ مین

ای پری افشان چھڑکنے کا جو تجکو شوق ہو
زہرہ دے ڈالے آسمان سے لیکے تارے ہاتھ مین

لطف اٹھے سیر ساحل کا شب مہتاب مین
ہاتھ اسکا ہو جو دریا کے کنارے ہاتھ مین

ہم وہ مجرم ہین کہ دوزخ ہمکو خس خانہ ہوا
حورین دوڑین لیکے جنت سے ہزارے ہاتھ مین

ہم بہت لاغر ہین پہناؤ نہ ہمکو ہتھکڑی
ڈال دو چھلا کوئی اپنا ہمارے ہاتھ مین

انگلیان شوخی سے چمکاتا نہین وہ رقص مین
یہ سمندِ ناز بھرتا ہے طرارے ہاتھ مین

جام کیسا جام چلو کو بنا سکتے نہین
ہی تہیدستی سے رعشہ بھی ہمارے ہاتھ مین

ناز سے کہتے ہین رکھکر اپنی آنکھون پر وہ ہاتھ
دیکھو یون نخچیر ہوتے ہین شکارے ہاتھ مین

آتشِ رنگِ حنا بھی ہی عجب معجز نما
ہی ضیا مثلِ کفِ موسیٰ تمھارے ہاتھ مین

کیا نزاکت ہی جو توڑا شاخِ گل سے کوئی پھول
آتشِ گل سے پڑے چھالے تمھارے ہاتھ مین

حلقۂ گیسوئے جانان وہ بلا ہے اے امیر
چھپے ہی ہین چھلیان دہشت کے مارے ہاتھ مین

کھائی شکست گل نے اُس گل سے یہ چمن مین
اتبک ہی ٹکڑے ٹکڑے جو عضو ہی بدن مین

ہین چشم و دل ٹھکانے جبتک ہی روح تن مین
کیا مصحف ارسی ہی دولھا مین اور دُلھن مین

ہی چرخ پر یہ ایما ابروئے ماہِ نو کا
کچھ کچھ خمیدگی بھی لازم ہی بانکپن مین

غصے سے یاد اُسنے مجکو کیا ہی شاید
جو ساتھ ہچکیون کے رعشہ بھی ہی بدن مین

بڑھتی ہی عمر جتنی ہوتی ہی عقل افزون
ہر دم نیا مزہ ہی اس بادۂ کہن مین

اُس قد سے تیرے بالیدگی ہے ایسی
جو شمع ہے لگن مین شمشاد ہی چمن مین

ہی جمع مال آفت دیکھ اے بخیل غافل
کیسے کا باندھتے ہین کسکر گلا رسن مین

کیا جانیے کہ چھوڑا پھولون نے کیا شگوفہ
بلبل پکارتی ہے صیاد کو چمن مین

شیخ حرم اگر تو جلوہ بتون کا دیکھے
کعبے سے اُٹھ کے بیٹھے پہلوے برہمن مین

دیوانگی بھی غافل گدڑی فقیر کی ہے
ہشیار بھی ہین اکثر مستون کے پیرہن مین

دیبا حریر قاقم تھا رخت خواب جن کا
زیر لحد پڑے ہین لپٹے ہوے کفن مین

داغ جگر کا پھاہا چل کر وہین چھڑائین
یہ بھی کنول ہو روشن اس گل کی انجمن مین

سن لے جو بتکدے مین اس گل کی آمد آمد
چھپتا پھرے ہر اک بت دامان برہمن مین

کیا تکمۂ گریبان انگور کا ہے دانہ
رنگ شراب گلگون ہے اس کے پیرہن مین

مین نفس کے ہون درپے ہی نفس میرے درپے
رہزن کو فکر میری مین فکر راہزن مین

کنعان کے چاہ مین تھا یوسف کو سہل گرنا
جب جانتے کہ گرتے تیرے چہ ذقن مین

یاران رفتہ کا ہے غم اے امیر ناحق
چھوٹے ہوئے سفر کے ملجائین گے وطن مین

سمجھا یہ مین جو نکلے شاخون سے گل چمن مین
صوفی نکل کے بیٹھے خلوت سے انجمن مین

ہے باغ باغ بلبل جسطرح تو چمن مین
پھرتے تھے یون ہی ہم بھی خوش خوش کبھی وطن مین

اس بت نے منھ چھپایا گیسوے پرشکن مین
اے دل خدا خدا کر خورشید ہی گہن مین

آزادہ رہ کے ہم نے ایام عمر کاٹے
دو چار دن سفر مین دو چار دن وطن مین

ظاہر بہ جانہ اسکے ہے پیر زال دنیا
غافل ہے یہ زلیخا یوسف کے پیرہن مین

آواز کن جو آئی کانون مین ہم یہ سمجھے
غربت پکارتی ہی بس رہ چکے وطن مین

حال بدن کہون کیا دل ہی بجھا ہوا ہے
اک شمع ہی سو وہ بھی خاموش انجمن مین

کیا جانین خرخموشی تیرے گرفتہ خاطر
کہنے کو سو زبانین ہین غنچے کے دہن مین

یارون سے انس کیسا غربت مین عمر گذری
ٹھہرے مسافرانہ دو چار دن وطن مین

راتونکو مثل شبنم چھپ چھپ کے باغبان سے
ہر پھول سے لپٹ کر روتا ہون مین چمن مین

غربت مین ہی جو صورت خط مین لکھون کہانتک
تصویر اپنی بھیجون احباب کو وطن مین

فرقت مین عیش کیسا شیشے کی طرح ساقی
رو رو کے دل مین خالی کرتا ہون انجمن مین

گھل گھل کے بہ گئے ہین فرقت مین سارے اعضا
مثل حباب باقی ہے سانس پیرہن مین

موے سفید سر پر تیاری عدم ہے
غربت سے خاک اڑاتے جاتے ہین ہم وطن مین

سنبل نے روز فرقت پھانسی گلے مین ڈالی
سولی پہ مجکو کھینچا شمشاد نے چمن مین

عشق دہن مین تیرے مُنھ سے یہ خون ڈالا — ابتک لہو بھرا ہے ہر غنچے کے دہن مین
چھیڑے صبا نہ اتنا کہدو مین بوئے گُل ہون — جاکر چمن سے مجکو آنا نہین چمن مین
کس وقت ہون پشیمان کب ہونٹ چاٹتا ہون — جب دانت تک نہین ہین باقی مرے دہن مین

وحشت امیر اپنی کچھ آج سے نہین ہے
مانند گُل ازل سے ہے چاک پیرہن مین

ہم جو مستِ شراب ہوتے ہین — ذرّے سے آفتاب ہوتے ہین
ہے خرابات صحبتِ واعظ — لوگ ناحق خراب ہوتے ہین
کیا کہین کیسے روز و شب ہم سے — عملِ ناصواب ہوتے ہین
بادشہ ہین گدا گدا سلطان — کچھ نئے انقلاب ہوتے ہین
ہم جو کرتے ہین میکدے مین دعا — اہلِ مسجد کو خواب ہوتے ہین
وہی رہجاتے ہین زبانون پر — شعر جو انتخاب ہوتے ہین
کہتے ہین مست رند سودائی — خوب ہمکو خطاب ہوتے ہین

آنسوؤن سے امیر ہین رُسوا
ایسے لڑکے خراب ہوتے ہین

کچھ خار ہی نہین مرے دامن کے یار ہین — گردن مین طوق بھی تو لڑکپن کے یار ہین
سینہ ہو کشتگانِ محبّت کا یا گلا — دونون یہ تیرے خنجر آہن کے یار ہین
خاطر ہماری کرتا ہے دیر و حرم مین کون — ہم تو نہ شیخ کے نہ برہمن کے یار ہین
کیا پوچھتا ہی مجھ سے نشان سیل و برق کا — دونون قدیم سے مرے خرمن کے یار ہین
کیا گرم ہین کہ کہتے ہین خوبانِ لکھنؤ — لندن کو جائین وہ جو فرنگن کے یار ہین
وہ دشمنی کرین تو کرین اختیار ہے — ہم تو عدو کے دوست ہین دشمن کے یار ہین
کچھ اس چمن مین سبزۂ بیگانہ ہم نہین — نرگس کے دوست لالہ و سوسن کے یار ہین

کانٹے ہین جتنے وادی غربت کے اے جنون
سب آستین کے جیب کے دامن کے یار ہین

گم گشتگی مین راہ بتاتا ہے ہمکو کون
ہے خضر جسکا نام وہ رہزن کے یار ہین

جلتے ہین شوق برق تجلی مین کیا ہی خوف
جیتے تمام وادی ایمن کے یار ہین

پیری مجھے چھڑاتی ہے احباب سے امیر
دندان نہین یہ میرے لڑکپن کے یار ہین

بے نشانی تو گذر خلد کے گلشن مین نہین
داغ مرا ایک بھی زاہد ترے دامن مین نہین

زار ہی مرگ ہون مین کچھ بھی مرے تن مین نہین
کس بتے الجھین گے فرشتے کوئی مدفن مین نہین

سرو بے سایہ جو تجھ سا کوئی گلشن مین نہین
طوق قمری کی طرح میری بھی گردن مین نہین

گند وآئین نہ فرشتے مجھے خجلت ہوگی
ہے جگہ تنگ سمائی مرے مدفن مین نہین

کیون نہ خوش ہون کہ بھرا ہے یہ مرے کینے سے
کہ مرے دوست کی جا اب دل دشمن مین نہین

مرگ کے بعد بھی ہے تیرگی بخت ایسی
کہ کفن کی بھی سفیدی مرے مدفن مین نہین

کیا مری طرح سے ہوگا ترا عاشق اے بت
پتلی پتھرائی ہوئی چشم برہمن مین نہین

آب فوارہ صفت خاک لہو اچھلے گا
رگ جہندہ کوئی قاتل مری گردن مین نہین

غم دوری کی نکالے دل عشاق سے پھانس
نوک ایسی مژۂ یار کی سوزن مین نہین

مین وہ رہرو ہون کہ ہے دست تہی نان سفر
کچھ ندامت کے سوا قسمت رہزن مین نہین

ہین زمانے کی جو لذت ہے بری عالی قدر
گذر برق کبھی ماہ کے خرمن مین نہین

حور وغلمان مین جو ہے حسن بشر مین بھی وہ ہے
کم یہ تصویر گلی رنگ مین روغن مین نہین

دوڑتے ہین دل عاشق کو سمجھکر کنجشک
ابھی کم سن ہین انھین ہوش لڑکپن مین نہین

بخت سے مجکو وہ معشوق ملا سادہ مزاج
چین چولی مین شکن تک کہین دامن مین نہین

دونون خواہان تھے بڑے پہلے بھی پردہ تیغ
لاگ اور اسکے سوا کچھ سر و گردن مین نہین

دولت حسن کو کیا دولت دنیا پہونچے
جو چمک رنگ طلائی مین ہے کندن مین نہین

ہون وہ لاغر جو ملک آئے پسِ مرگ امیر
پھر گئے دل مین یہ سمجھے کوئی مدفن مین نہین

چھوٹ سکتے بھی قید ہون قوت جو تن مین نہین
کہ نشان طوق کا ہے طوق جو گردن مین نہین

خوف آفات جہان کا دلِ روشن مین نہین
دخل سیلاب کبھی ماہ کے خرمن مین نہین

چشم نمناک نے اشکون کا یہ مینھ برسایا
کہ کہین گردِ کدورت دلِ دشمن مین نہین

پردہ بیجا ہے غمِ عشق کوئی چھپتا ہے
چشمِ خونبار نہان گوشۂ دامن مین نہین

دل جو صد چاک ہے اُنھین ہے خیالِ رُخِ دوست
شاہدِ پردہ نشین کون سی چلمن مین نہین

اپنے چہرے کی سیاہی سب اُسی کو دیتا
کیا کرے بخت مرا قابوئے دشمن مین نہین

باغبان باغ کو کیا آ کے خزان نے لوٹا
کوئی گل میخ بھی دروازۂ گلشن مین نہین

فاتحہ پڑھنے مری قبر پہ آئے کوئی کیا
طائرون کا بھی گذر گنبدِ مدفن مین نہین

گرے آنسو ترے میخوار کے ہین اے ساقی
رات کو کرمکِ شب تاب یہ ساون مین نہین

بزم میخانہ ہے کیا انجمنِ راز و نیاز
ہاتھ کس مست کے یان شیشے کی گردن مین نہین

دل کھنچے جاتے ہین سب کے ترے بازو کی طرف
نقشِ حُب کا کوئی تعویذ تو جوشن مین نہین

کوچۂ عشق مین جا دیکھ فروغِ رُخِ حُسن
طور کس جا ہے اگر وادیِ ایمن مین نہین

خندہ زن کیا ہے کہ طوق ایک ہے آہن ہو کہ زر
تیری گردن مین نہین یا مری گردن مین نہین

غور سے دیکھ لیا عاشق و معشوق ہین ایک
خالِ عارض ہے سویدا دلِ روشن مین نہین

کیا زمانہ ہے نہین صاف کسی سے کوئی
دوست کے دل مین وہ ہے جو دلِ دشمن مین نہین

اب یہ سنجیدگیِ طبع سے خالی ہے جہان
مصرعِ سرو بھی موزون کسی گلشن مین نہین

سنگ سے شیشۂ مے کی ہے حفاظت لازم
دیکھو پتھر تو کوئی ابر کے دامن مین نہین

واہ کیا تازہ مضامین ترے رنگین ہین امیر
رنگ ایسا کبھی فردوس کے گلشن مین نہین

غمِ دنیا کا گذارہ مرے مسکن مین نہین
اشک ماتم کی جگہ دیدۂ روزن مین نہین

کونسا بل ہی جو زلفِ بتِ پرفن مین نہین
زور ایسا کسی اڑتی ہوئی ناگن مین نہین

ای جنون خوب ہوا دور ہوئی قید لباس
شکر ہی طوق گریبان مری گردن مین نہین

کسکی آمد ہوئی گھبرا کے جو کہتا ہے یہ رنگ
رخصت ای گل کہ گزارہ مرا گلشن مین نہین

ای جنون دستِ درازی کا ترے قایل ہون
چاک ہی کون گریبان کا کہ دامن مین نہین

چاہیئے کیا مجھے محشر مین کوئی اور گواہ
کیا مرے خون کا دھبا ترے دامن مین نہین

کہتے ہین وہ خطِ رخ جلد بنا ای حجام
کام اس سبز قدم کا مرے گلشن مین نہین

ڈھونڈھ لو گرمی دل جا کے گران جانون مین
یہ شرر سنگ مین ہوگا اگر آہن مین نہین

ہمہ تن ہو کے زبان کہتی ہی مقتل مین وہ تیغ
کون سر ہے جو مرے سایۂ دامن مین نہین

آتشِ مے سے جو اٹھتا ہے دھوان کافی ہی
کسکو پروا ہے نہوا ابر جو گلشن مین نہین

جانتا ہی مری خاطر کی کدورت وہ مہر
ذرہ خورشید سے پنہان کبھی روزن مین نہین

کبھی زندان کی طرف بھی وہ پری آنکلے
اثر اتنا کسی زنجیر کے شیون مین نہین

تیغ قاتل کا لبِ خشک ہو تر ذبح کے وقت
خون اتنا بھی ہماری رگِ گردن مین نہین

دور کر پیچ طبیعت سے کہ ہو سب کو عزیز
عقدۂ تار کی جا دیدۂ سوزن مین نہین

تیرے بیتاب کو کیا سیر ہو گلشن کی پسند
آشیان طائرِ سیماب کا گلشن مین نہین

کشتۂ تیغِ تحیر ہون مین اس محفل مین
جان تصویر کے مانند مرے تن مین نہین

کیون لگاتے ہین سرِ گورِ غریبان لوحین
دفن لاشے ہین بقرینہ کسی مدفن مین نہین

بزم مین جنکے رہا کرتی تھین شمعین روشن
سوجھتا کچھ انھین تاریکیِ مدفن مین نہین

تھی کبھی سایۂ دیوار مکان ظلِ ہما
آشیان جغد کا اب کون سے روزن مین نہین

قتل کرتی ہے دوبارہ ہمین شرم انکی امیر
خم شمشیر ہے خم یار کی گردن مین نہین

عالمِ پیری مین وہ یوسف لقا ملتا نہین — صبح ہی خورشید روشن کا پتا ملتا نہین
وصلِ بُت ہوتا نہین ہی یا خدا ملتا نہین — ڈھونڈھنے پر آدمی آئے تو کیا ملتا نہین
حسن بے پردہ ہی عاشق کا پتا ملتا نہین — فیض بخشی پر کریم آیا گدا ملتا نہین
ای امیر اول تو وہ نا آشنا ملتا نہین — مل گیا جسکو کہین اُس کا پتا ملتا نہین
دل لگاتے ہین تو دنیا کے مزے کیواسطے — اے بتو تم سے کوئی بہرِ خدا ملتا نہین
ذبح کرتا ہی تو میرے دست و بازو کھولدے — رحم کر قاتل کہ بے تڑپے مزا ملتا نہین
حسرتین گھیرے ہین اس کثرت سے بسمل کو ترے — روح نکلے تن سے اتنا راستا ملتا نہین
اک مجھی سے رہگیا سارے زمانے کا حجاب — کون ہی جس سے وہ عالم آشنا ملتا نہین
ٹھوکرین کھانا مقدم ہی جو منزل کا ہی قصد — راہرو بہکے نہ جب تک راستا ملتا نہین
ہوشیاری شرط ہی غافل جہان جھپکی پلک — خواب مین بھی ساتھ والون کا پتا ملتا نہین
دیر مین بھی ہی اُسی کا فیض اے اہلِ کرم — برہمن کو بُت بھی بے اذنِ خدا ملتا نہین
منکرِ یکرنگیِ معشوق و عاشق ہین جو لوگ — دیکھ لین کیا رنگ کاہ و کہربا ملتا نہین
اتنی تیزی کر نہ قاتل ذبح کرنے مین مرے — دم تو لینے دے تڑپنے کا مزا ملتا نہین
تازہ وارد ہون عدم مین حالِ دل کس سے کہون — مُلک بیگانہ ہی کوئی آشنا ملتا نہین
ہجر کے حرفون مین بھی ایسا اثر ہے ہجر کا — لب سے لب وقتِ تلفظ اک ذرا ملتا نہین
رزق کی وسعت جو ہی منظور اہی دل کر دعا — بھیک کا ٹکڑا گدا کو بے صدا ملتا نہین
راہرو کا ذکر کیا ہی سرزمینِ عشق مین — سیکڑون منزل نشانِ نقشِ پا ملتا نہین

جس لحد مین دیکھیے سترہین مُردے اے امیرؔ
خاک کے نیچے بھی کنجِ انزوا ملتا نہین

موئے مژگان سے ترے سیکڑون مر جاتے ہین — یہی نشتر تو رگِ جان مین اُتر جاتے ہین
حرم و دیر مین عشاق کے مشتاق مگر — تیرے کوچے سے ادھر یہ نہ اُدھر جاتے ہین

کوچۂ یار مین اول تو گذر مشکل ہے	جو گذرتے ہین زمانے سے گذر جاتے ہین
شمع سان جلتے ہین جو بزم محبت مین تے سے	نام روشن وہی آفاق مین کر جاتے ہین
اثر آب بقا خاک رہ عشق مین ہے	وہی زندہ ہین یہان آکے جو مر جاتے ہین
تم جو چڑھتے ہو نظر پر تو تمھارے ہوتے	سب حسینان جہان دل سے اتر جاتے ہین
زاہد و تم کو جنان ہم کو در یار پسند	خیر جاؤ تم ادھر کو ہم ادھر جاتے ہین
زندے کیا اہل عدم کو بھی پھنسا لاتے ہین	زلف کے بال اگر تا بہ کمر جاتے ہین

کیا اثر نام علیؑ مین ہے کہ لیتے ہی امیر
کام بگڑے ہوئے جتنے ہین سنور جاتے ہین

مے پئین کیا کہ کچھ فضا[1] ہی نہین	ساقیا باغ مین گھٹا ہی نہین
خضر کیا جانین مرگ کی لذت	اس مزے سے وہ آشنا ہی نہین
شعر وصف دہن مین سُنکے کہا	ایسا مضمون کبھی سنا ہی نہین
کسطرح جائین اُنکی محفل مین	جنکے دل مین ہماری جا ہی نہین
کیا سنین گے وہ خلق کی فریاد	کہتے ہین جو کوئی خدا ہی نہین
لذت عیش وصل کیا جانین	اسمین حصہ ہمین ملا ہی نہین
کل تلک تھا وہ ربط وہ اخلاص	آج وہ شوخ آشنا ہی نہین
ہے ہمین اب تو تیری اُلفت مین	صدمہ وہ جسکی انتہا ہی نہین

مرنے والون سے کہتے ہین وہ امیر
کیا تمھاری کبھی قضا ہی نہین

مرے مرقد کو ٹھکرانے قیامت بنکے آتے ہین	پڑا ہون مین یہان اگر تو یون مجکو ستاتے ہین
دیا ہی غسل یارون نے کفن رنگین پنہاتے ہین	تماشا ہی کہ کشتے کو ترے دولھا بناتے ہین
ہماری بیخودی تمہید ہی تیری نمایش کی	مٹا کر نقش اپنا ہم ترا نقشہ جماتے ہین

[1] فضا - یعنی ہوا و بہار ... یعنی لطف ... معنی فضا کے فراخی اور میدان کے ہین ۱۲ عبدالباری آسی

محبت کا بُرا ہو دل کو روکون یا جگر تھامون
مرے قابو سے یہ دونون کے دونون نکلے جاتے ہین

گذرگاہِ جہان خالی نہین رہتی ہی کثرت سے
تماشا گاہ ہی دیکھو ہزارون آتے جاتے ہین

شعاعِ مہر کس کس شوق سے آکر لپٹتی ہے
کبھی کوٹھے پہ چڑھ کر وہ جو بال اپنے سکھاتے ہین

طلب شانے کی ہی زلفِ دوتا کی خیر ہو یارب
خدا حافظ ہی یکتائی کا آئینہ منگاتے ہین

بہانہ ہی حنا بندی کا یہ بھی ایک شوخی ہے
ہمارا ہی تو دل مٹھی مین ہی ہم سے چھپاتے ہین

ظر اسیر نہین کرتے خود آئے ہین پری بنکر
ہمین کو اور اُلٹے اپنا دیوانہ بناتے ہین

نظر آتا نہین کچھ دیکھنے والونکی آنکھون مین
لگاتے ہین وہ سرمہ یا کوئی جادو جگاتے ہین

ز ایسی ہی اِی قاتل کہ بسمل جان دے دیکر
تری تلوار کا دم اپنے سینے مین چراتے ہین

حسینانِ جہان رکھتے ہین شاید درد کا شیوہ
جگہ دیتا ہی جو دل مین اُسیکا داغ کھاتے ہین

نہین خالی ہماری وحشتِ دل ہوشیاری سے
گریبان پھاڑ کر پیوند دامن مین لگاتے ہین

انے پر جو آنے کو کہو اُن سے تو کہتے ہین
کہین تابوت کا بوجھ ایسے نازک بھی اُٹھاتے ہین

ری وہ نہین کھاتے ہین مستی مل کے ہونٹھون پر
نگین یاقوت کا نیلم کی پٹری پر جماتے ہین

یکش ہین کہ رکھ لیتے ہین سینہ چیر کر دل مین
کوئی شیشہ کا ٹکڑا راستے مین بھی جو پاتے ہین

ری لغزشونکی تجکو اِی زاہد خبر کیا ہے
فرشتے تھامتے ہین ہاتھ جب ہم لڑکھڑاتے ہین

اُٹھی ہی گھٹا وہ برق چمکی وہ بہار آئی
اُٹھو رندو چلو واعظ تو یون ہین سر پھراتے ہین

جاتا ہی شمشیرِ قضا پر باڑھ کا ڈورا
مبارک مرگِ نو اِی دل وہ پھر سرمہ لگاتے ہین

ن ہی پیار بھی در پردہ اُنکا چھیڑ سے خالی
رُلا دیتے ہین اتنا وصل کی شب گدگداتے ہین

آمیر افسردہ ہوکر غنچۂ دل سوکھ جاتا ہے
وہ میلے ہمکو قیصر باغ کے جب یاد آتے ہین

ب سنج ہین ہم کروٹین ہر سو بدلتے ہین
جل اُٹھتا ہی جو یہ پہلو تو وہ پہلو بدلتے ہین

پوشاک بنکر خانۂ کعبہ مین جا پہنچے
بلا کا بھیس اِی کافر ترے گیسو بدلتے ہین

بہار آئی ہی صبحِ عید کا عالم ہی گلشن مین
ئی پوشاک شمشادِ کنار جو بدلتے ہین

نزاع کفر و دین ہی دور دور زلف و عارض مین
مسلمانون سے ٹوپی آجکل ہندو بدلتے ہین

تری نیچی نگاہین سایۂ مژگان مین پھرتی ہین
پٹے مین جیسے بانکے پیترے ہر سو بدلتے ہین

بہا مین کچھ تو پایا ہی انھین ای چشم تر بہتر
جو اپنے موتیون سے جوہری آنسو بدلتے ہین

مے کہنہ ہی یہ آبِ وضو تیرا نہین زاہد
جو چشمے نور کے ہین کب وہ رنگ و بو بدلتے ہین

تری محفل مین یہ دیوار کی کہتی ہین تصویرین
ادب سے بیٹھنے والے کہین زانو بدلتے ہین

امیر اس باغ مین ہم کرین کیا دم اُلجھتا ہے
نہ نخوت چھوڑتے ہین گل نہ کانٹے خو بدلتے ہین

گو کہ دیکھے خواب اچھے سب نے تعبیرین کہین
وصل کی بنتی ہین ان باتون سے تدبیرین کہین

پہونچے ہم جس شہر مین پوچھا یہ اہلِ شہر سے
خوبرویون کی یہان بکتی ہین تصویرین کہین

نیچی نظرون سے مجھے آخر لگے وہ دیکھنے
اوپر اوپر جاتی ہین آہون کی تاثیرین کہین

قیدیون کا اپنے اُس ظالم کو ہے ایسا خیال
چونک اُٹھتا ہی جو غل کرتی ہین زنجیرین کہین

ابروؤن سے ہر کس و ناکس کو تم کرتے ہو قتل
خوف ہی منھ کی نہ کھا جائین یہ شمشیرین کہین

وہ بت آئیگا تو بت بن جائینگے واعظ ابھی
حاکمون کے سامنے چلتی ہین تقریرین کہین

لاغری سے اپنی زندان مین یہ مجکو خوف ہی
پانوئن سے میرے اُتر جائین نہ زنجیرین کہین

اُسکے کوچے مین ٹھہرنے کو جگہ جا ہی اگر
بولے دربان جاؤ کیا بٹتی ہین جاگیرین کہین

لاکھ محنت کی نہ نکلی وصل کی صورت امیر
سامنے تقدیر کے چلتی ہین تدبیرین کہین

تمام تن مین ہین چھالے اگرچہ زار ہون مین
گہر جو خوب نظر آنسوؤن کا تار ہون مین

بجا ہے سر سے قدم تک جو داغدار ہون مین
کہ ہجر مین ہمہ تن چشم انتظار ہون مین

کرم کرے جو وہ شمشیر کیسی تنہائی
جدا ہون عضو بدن ایک سے ہزار ہون مین

الٰہی آئے کوئی حور باغ جنت سے
اُلجھ رہا ہون کہ تنہا تہ مزار ہون مین

جو اپنے ہاتھ سے دیتے ہو دو مجھے تعزیر
گناہگار نہین تو گناہگار ہون مین

ہزار مُردون مین زندہ رہا جو ایک تو کیا
زمانہ مست ہو گیا خاک ہوشیار ہون مین

بغیر جرم ہون پامال شرم ہمجنسی
کوئی گناہ کسی سے ہو شرمسار ہون مین

شریک درد نباتات ہون بشر کیسے
پڑین درخت پہ پتھر تو سنگسار ہون مین

کہو فلک سے ملائے نہ خاک مین مجکو
کہ انتخاب جہان فخر روزگار ہون مین

صفا بنی ہی جہان مین مری کدورت سے
کیے جو آنکھون کو صاف وہ غبار ہون مین

فسردگی ہے مری باعث خزان چمن
شگفتگی مین تماشائے نوبہار ہون مین

اُٹھا کے پردہ امکان قدم کو کیا دیکھون
کہ اپنی شکل سے آئینے مین دوچار ہون مین

وہ تیغ مہر ہے جس تیغ کا مین ہون کشتہ
نگاہ لطف ہی جس تیر کا شکار ہون مین

بہا لے اپنے ہی خرمن کو جو وہ ہون سیلاب
جلا کے اپنے ہی دامن کو وہ شرار ہون مین

سکون دل ہو جو حاصل تو سلامتی ساحل
دکھاؤن جوش تو دریائے بیکنار ہون مین

امیر فوج ظفر موج جرأت و ہمت
وزیر اعظم سلطان تاجدار ہون مین

حریم لطف و عطا مین شمیم خلق نبیؐ
دمِ وغا کف حیدر مین ذوالفقار ہون مین

خمیر خاک سے مردم مین نور کا پتلا
شریک عام نہین خاص کردگار ہون مین

امیر دل مین جو کچھ آ گیا کیا موزون
زبان بند نہین صاحب اختیار ہون مین

کرم کہ تیرے کرم کا اُمیدوار ہون مین
گناہگار ہون یارب گناہگار ہون مین

ہمیشہ گوشہ نشین ہون وہ خاکسار ہون مین
ہوا اُڑا نہ سکے جسکو وہ غبار ہون مین

نگاہ ذائقہ مین آنسوؤن کا تار ہون مین
گلوئے باصرہ مین موتیون کا ہار ہون مین

کسی کی تیغ کھنچے قتل کو فگار ہون مین
کسی کا تیر چلے صید پر شکار ہون مین

لگائے منھ مجھے وہ نغمہ دوست کب دیکھون
برنگ نے ہمہ تن چشم انتظار ہون مین

کھوگے جو مجھے مین بھی وہی کھونگا تمھین
اگرچہ لنگر تمکین سے کوہسار ہون مین

ہوا مین باندھتے ہو کیا یہ جھوٹ کہہ کہکر
اُڑا رہے ہو کسے کیا کوئی غبار ہون مین

گمان دزد کفن ہے اگر نسیم آئے
قفس مین بند کہ مُردہ تہ مزار ہون مین

مرے گناہون سے ہو اُنکی مغفرت کی نمود
گناہ اگر نہ کرون تو گناہگار ہون مین

بتونکی زُلف پر افشان عذار پر غازہ
رہون گا گرد حسینونکے وہ غبار ہون مین

ہوا جو قصر فریدون مین کل گذر اپنا
صدا یہ آئی کہ اُجڑا ہوا مزار ہون مین

رقیب پھولون کی بدّھی اُسے پنھاتا ہے
ملے مجھے تو اجل کے گلے کا ہار ہون مین

امیر جاتی جوانی یہ مجھ سے کہتی ہے
خزان نہ سمجھو مجھے آخری بہار ہون مین

ٹھوکرین کھاتا ہو سر ہر گام پر رفتار مین
چال میری کوئی دیکھے کوچۂ دلدار مین

لیگیا لختِ جگر اپنے جو مین گلزار مین
برگِ گل بلبل سمجھ کر لے گئی منقار مین

دیکھ سکتا ہون کوئی باہر سے مین اندر کا حال
در مین رخنہ ہے نہ روزن یار کی دیوار مین

بزم کثرت نور وحدت سے کبھی خالی نہین
چشم بینا ہو تو یوسف سیکڑون بازار مین

حال آئینہ ہے میری جبہ سائی کا امیر
منھ نظر آنے لگا سنگِ درِ دلدار مین

ردیف واؤ

صورتِ غنچہ کہان تابِ تکلم مجھکو
منھ کے سو ٹکڑے ہون آئے جو تبسم مجھکو

اور تھا کون شبِ ہجر مصیبت کا شریک
دیکھ لیتا تھا مین انجم کو تو انجم مجھکو

مر کے راحت تو ملی پر ہو یہ کھٹکا باقی
آکے عیسیٰ سرِ بالین نہ کہین قم مجھکو

وقت فرصت تھا مین عبرتکدۂ ہستی مین
کف افسوس ملی جسنے کیا گم مجھکو

ایک کو ایک سے بڑھکر ترے جلوے کا ہی شوق
آنکھ کہتی ہے نگہ پر ہو تقدم مجھکو

اشک سان خاک مین ملنا ہی مجھے طاعت ہے
لاکھ سجدے کے برابر ہے تیمم مجھکو

آبرو ہے یہ مری پیر مغان کے آگے
منھسے ساغر جو لگالے تو دے اوٹھے خم مجھکو

وحشت دل سے زمانہ مین پھرون مثل نگاہ
سات پردون مین کرین قید جو مردم مجھکو

روز دکھلاتی ہی دنیا کا سپید اور سیاہ
اُس کی شام مسی صبح تبسم مجھکو

ہون وہ مضمون کہ زمانے کو اگر ہاتھ آؤن
صورت گوہر نایاب کرے گم مجھکو

اثر طالع واژون سے عجب کیا ہے اگر
تیغ بنجائے مرا دست تظلم مجھکو

ہون مین مشتاق شہادت کہین حسرت تو مٹے
خاطر غیر ہی سے قتل کرو تم مجھکو

حشر مین وجد کنان قبر سے یارب نکلون
نفخۂ صور ہو آواز ترنم مجھکو

مجلس وعظ مین مین مست اگر جا بیٹھون
مغبچے کھینچ کے لیجائین سر خم مجھکو

شمع کی طرح مین وہ سوختہ قسمت ہون امیر
مول لے لے کے جلا دیتے ہین مردم مجھکو

لے گئی کل ہوس مے جو سر خم مجھکو
ہوش کی طرح سے مستی نے کیا گم مجھکو

کعبۂ رخ کی طرف پڑھنی ہی آنکھون سے نماز
چاہیے گرد نظر بہر تیمم مجھکو

واہ ای بیخودی شوق کیا خوب سلوک
اُسکو جب ڈھونڈھ نکالا تو کیا گم مجھکو

ہون مین وہ قطرہ جو نیسان کی بغل سے چھوٹون
کھینچ لے شوق سے آغوش مین قلزم مجھکو

نہین معلوم وہ مہمان ہوئے ہین کس کے
آج گھر گھر لیے پھرتا ہے توہم مجھکو

غنچہ سان نزہت خاطر سے عدم کو پہونچا
بال و پر ہو گئے لب وقت تبسم مجھکو

خلوت وصل مین مجھے کام نہین ساقی کا
جام مے بھر کے پلاؤن مین تمھین تم مجھکو

بے ثباتی مین نہین کون سی جا میری نمود
ذرے جتنے ہین وہ سب گنتے ہین انجم مجھکو

خم مے تھا کبھی اک قطرے سے کم ایسا تھی
اپنے ہی مین ہون کہ ہے قطرۂ مے خم مجھ کو

مین تو کیا عکس ہے وہ آئینہ رو کہتا ہے
پیار کی آنکھ سے دیکھا نہ کرو تم مجھ کو

دھوکھا کھائے ہوے آدم کو زمانہ گذرا
ہنستے ہین دیکھکے اب تک لبِ گندم مجھ کو

مردمک ہون کہ سویدا ہون الٰہی کیا ہون
دیدۂ دل مین جگھ دیتے ہین مردم مجھ کو

مین ترا عکس تھا اس آئینۂ ہستی مین
تو نے کیا پھیر لیا مُنھ کہ کیا گم مجھ کو

دیکھتا ہون کبھی آئینہ تو روتا ہون امیر
اپنی صورت پہ خود آتا ہے ترحم مجھ کو

قطرۂ مے نے کیا ہوش صفت گم مجھ کو
ہر حباب مے پرزور ہوا خم مجھ کو

ہون مین نقشِ قدم اس رہگذرِ ہستی مین
ایک تھا ہر جو کرے چار کرین گم مجھ کو

مین جو مر جاؤن تو اسے پیر مغان کہدینا
غنچے کھینچ کے ڈال آئین پسِ خم مجھ کو

ہو مرے قتل کی یارب یہ خوشی قاتل کو
بڑھ کے لے چار قدم تیغ تبسم مجھ کو

زندہ اعجاز مسیحا سے تو ہو سکتا ہون
ضعف سے اُٹھ نہ سکونگا نہ کہین قم مجھ کو

دی صدا دل کو جو اُس بزم مین تنہا چھوڑا
ساتھ لائے تھے ہی نکلے لیے تم مجھ کو

ہو سرِ عجز سے تا مثلِ گہر سجدہ قبول
چاہیے گردِ یتیمی سے تیمم مجھ کو

لالہ و گل ہون خس و خار ہون یارب کیا ہون
ڈوبتا ہون تو ڈبوتا نہین قلزم مجھ کو

لیچلی ہے تو سنبھالے ہوے لیچل سے یار
بیخودی راہ مین کر نا نہ کہین گم مجھ کو

ہون وہ میکش جو کرون رُخ درِ توبہ کی طرف
بہکے جاتے ہو بچا سے دہنِ خم مجھ کو

نگہ مہر کہان یار جفا پیشہ کہان
ملک الموت سے ہے چشم ترحم مجھ کو

سوزِ دل وجد کا باعث ہی یہان مثلِ سپند
میری فریاد ہے آوازِ ترنم مجھ کو

نظر بد نہ لگے یار کی سفاکی کو
قتل ہونے نہین دیتا یہ توہم مجھ کو

بحث کو آئے جو واعظ مجھے آجائے یہ جوش
لب مین ساغرِ مے کے دہنِ خم مجھ کو

جانتے ہین جو حقیقت سے ہین آگاہ امیر
کن کے لکھے سے ہے ہاتھ آیا تقدم مجھکو

اشک سان جنبش مژگان نے کیا گم مجھکو
لغزش پا ہوئی دریا کا تلاطم مجھکو

مجھکو قاتل ہی سے لعل لب خندان کی قسم
نیمجان چھوڑ نہ اے تیغ تبسم مجھکو

برسون جھیلی ہی مصیبت شب تنہائی کی
مدتین گذری ہین گنتے ہوے انجم مجھکو

دیکھ لون انکو ذرا نزع مین آ لینے دے
رحم لے بیخبری کر نہ ابھی گم مجھکو

خط نکلنے سے ترے سوگ نشین ہین آنکھین
کھل گئی وجہ سیہ پوشی مردم مجھکو

شوق طوف حرم عشق مین باندھی ہی کمر
گرد غربت سے مناسب ہی تیمم مجھکو

شب کو نکلون جو مین لاغر تو وہین شکل کمند
کھینچ لیجاے شعاع مہ و انجم مجھکو

ہون مین وہ رند کہ مسجد مین لگاؤن زاہد
ہاتھ آ جاے اگر خشت سر خم مجھکو

شمع سان محفل عالم مین وہ ہون سوختہ بخت
دل بھر آتا ہے جو آتا ہے تبسم مجھکو

صاف کہدو نہیں دیدار دکھانا ہے اگر
کعبہ و دیر مین ڈھونڈتے ہو کیون تم مجھکو

اسنے جنت سے جہنم مین مجھے پھینک دیا
زہر کی گانٹھ ہوا دانۂ گندم مجھکو

اسقدر طول خموشی کو ہوا غربت مین
بزم مین بھول گئی طرز تکلم مجھکو

وائے قسمت کہ یہان قتل کی حسرت ہی امیر
اور وہ سمجھے ہین سزاوار ترحم مجھکو

ب پہلے تم اپنی چتون اپنی نظر کو دیکھو
پھر جسنے دل دیا ہی اُسکے جگر کو دیکھو

کیا حال پوچھتے ہو گم گشتگی کا مجھ سے
اپنے دہن کو دیکھو اپنی کمر کو دیکھو

رخ کی گرمیون سے ہی برق طور ٹھنڈی
چڑھتے ہین کسکے منھ پر شمس و قمر کو دیکھو

پتھرا گئی ہین آنکھین جس جا ملائکہ کی
جاکر وہان لڑی ہے میری نظر کو دیکھو

ملتا نہیں ہی نالے مدت سے ڈھونڈتے ہین
بیٹھا ہے منھ چھپا کر کیسا اثر کو دیکھو

لٹیا جو قبر مین ہین منھ سے کفن ہٹا کر
بولی یہ مجھ سے غربت لو اپنے گھر کو دیکھو

غیر دیکھے منھ تو بے ہین مین شکل آئینہ ہون
رُخ پھیر دو اُس طرف سے صاحب ادھر کو دیکھو

حالت مریض غم کی کچھ تم بھی جانتے ہو
ایک ایک غش کو دیکھو دو دو پہر کو دیکھو

کس مرتبہ کو پہونچا آخر یہ رفتہ رفتہ
اُس آستان کو دیکھو اور میرے گھر کو دیکھو

آخر ہے وصل کی شب افسردہ کیون نہون ہم
رنگت اُڑی ہوئی ہے شمعِ سحر کو دیکھو

رکھتے ہی خط کمر مین پر لگ گئے ہین گویا
جاتا ہے کس خوشی سے وان نامہ بر کو دیکھو

کیا وصل ہو وہ کافر تم اے امیر مومن
کتنے جدا جدا ہین شام و سحر کو دیکھو

گلے کہین گے نہ یون پیترے بدل کے چلو
چلے گی تیغ سرِ رہ ذرا سنبھل کے چلو

جنون بہار مین دیتا ہے ہمکو یہ ترغیب
چمن کو خانۂ زنجیر سے نکل کے چلو

برنگ صفحۂ نقاش ہو زمین رنگین
حنا جو پانون مین میرے لہو کی مل کے چلو

خرام یار کا طاؤس و کبک سے ہے یہ قول
نہ آئے گرمیِ رفتار لاکھ جل کے چلو

سرِ مزار غریبان ہین جا بجا پتھر
لگے نہ پانون کو ٹھوکر ذرا سنبھل کے چلو

کفن پہن کے چلین گور کی طرف عاشق
جو عیدگاہ کو تم پیرہن بدل کے چلو

بدل نہ جائین کہین میرے راہ مین تیور
چلو جو ساتھ نہ تیوری بدل بدل کے چلو

سُنا ہے محتسب آتا ہے دو گھڑی کے لیے
قدح کشو کہین اب میکدے سے ٹل کے چلو

ملے ہو ہمکو جب میلے مین تم تو عجلت کیا
ذرا تو ٹھہرو کہین شہر سے نکل کے چلو

بہار آئی ہوا مین ہین پھول خوشبو بہ
خجل ہون عطر جو تم پیرہن مل کے چلو

رجوع کفر مین اسلام ہم سے کہتا ہے
کہ سوئے بتکدہ کعبے مین پہلے چل کے چلو

اگر تمھین نہین فرصت تو کہدو تیغون سے
کہ خلق جمع ہے تم میان سے اگل کے چلو

نصیب دشت مین لائے ہین جستجو تمکو
اُچھالتے ہوئے سونا اچھل اچھل کے چلو

مری غزل کوئی رنگین سی چھانٹ کر پڑھ لو
مشاعرے مین جو آئے ہو تم تو بیٹھ کے چلو

قضا کا کام ہے ہنگامہ کوے قاتل مین
امیر خیر ہے منھ مین نہ تم اجل کے چلو

آہ مین کھینچون تو کھینچین آپ بھی شمشیر کو
بانکپن کی نوک رکھیے کاٹیے اس تیر کو

ہے خوشنما وحدت نما کثرت کشا نیرنگ عشق
دیکھتا ہون ہر مرقع مین تری تصویر کو

اپنے بسمل کا ذرا ذوق شہادت دیکھیے
دے رہا ہے کیا گلے مل مل کے دم شمشیر کو

جانتے ہو لوٹتا ہی خاک پر نخچیر کیون
ڈھونڈھتا پھرتا ہے مقتل مین تمھارے تیر کو

ڈالدی عشاق کی آنکھون پہ حیرت کی نقاب
واہ کس پردے مین رکھا حسن کی تصویر کو

گردن و پہلو سے نخچیر و نکلے آتی ہے صدا
آفرین اس تیغ کو صد آفرین اس تیر کو

کھینچنے بیٹھا جو نقاش ازل حیرت کی شکل
رکھ لیا پیش نظر پہلے مری تصویر کو

سینۂ عاشق پہ جڑ دے یارب جوہر کھلین
چوکھٹا درکار ہے آئینۂ شمشیر کو

دست و بازو کو ترے تکلیف کیون ہووے مجھے
آپ رکھ لون چیر کر پہلو مین تیرے تیر کو

صاف کھینچا چاہتا ہے شکل حیرانی اگر
آئینے پر کھینچ اے مانی مری تصویر کو

پیاس لاکھون کی بجھائی واہ ری دریا دلی
پانی پی پی کر دعائین دون تری شمشیر کو

توڑ پھوٹے کیا ہو جب تجھے بے بال و پر کسنے کیا
یہ پر پرواز پر کسنے دیے ہین تیر کو

خودبین کھنچ جاتا ہون زور ناتوانی دیکھنا
کھینچتا ہے جب کبھی مانی مری تصویر کو

زلف مین حلقے بنائے ہین شرارت دیکھنا
طوق پہنائے ہین کیا اس شوخ نے زنجیر کو

چلتے چلتے تھک گئی ہو منھ نہ موڑے خوف ہے
بسم اللہ دم لینے تو دو شمشیر کو

لب پر آئی آہ ادھر سے جب اٹھی انکی نظر
دیکھنا کیا تیر پر رد کا ہے ہمنے تیر کو

تا یہ شاہد ہون وہ دعوی خونفشانی کا کرے
لب دیے سوفار کو بخشی زبان شمشیر کو

لوٹتا ہی خاک پر اے ترک مدت سے امیر
ذبح بھی کر ڈال تڑپاتا ہی کیا نخچیر کو

او کمان ابرو سمجھکر صید کر نخچیر کو
سختیِ جانی سے کہین صدمہ نہ پہونچے تیر کو

ہو چکا مین قتل تو اُس سے قضا نے یہ کہا
تو مبارک آج سے فرصت ملی شمشیر کو

جب نظر اُس ترک کی مجھپر پڑی تیوری چڑھی
بل پڑے شمشیر مین سیدھا کیا جب تیر کو

فصلِ گل مین گل کھلے تازہ ہوا نخلِ کہن
گر چکا تھا ان جوانون نے سنبھالا پیر کو

رنگ وحدت دل مین کثرت سے سما جائے اگر
ایک برگِ گل پہ کھینچون باغ کی تصویر کو

چیر کر پہلو کو دل نکلا ہے مشتاقِ نگاہ
کیا تماشا ہے ہدف لینے چلا ہے تیر کو

عشقِ دندان کا ہون مجرم ہو سزا بھی حسبِ حال
موتیون کا چاہیے دُرّہ مری تعزیر کو

ناز کیونکر جو گنا ہون پر نہ مجھکو اے کریم
پیار کرتی ہی تری رحمت مری تقصیر کو

پیچ کی باتین ہین شانے ہی سے اے زلفِ یار
خوب سُلجھاتا ہی دل اُلجھی ہوئی تقریر کو

صفحۂ رُخسارِ جانان پر لکھا کیا خوب خط
چُوم لون پانون جو دستِ کاتبِ تقدیر کو

کسکو کرتے ہین نشانہ کسکو کرتے ہین شکار
ترک لڑوائینگے کیا نخچیر سے نخچیر کو

جب کمان سے چھوٹتا ہی دلمین کرتا ہی مقام
خوب سیدھی راہ دکھلائی ہی تمنے تیر کو

دل کی ہوتی ہی درستی جتنی ہوتی ہی شکست
کرتی ہے آباد بربادی اسی تعمیر کو

پوچھتی ہی شمع پروانون سے تیری داستان
گل سُنا کرتے ہین بُلبُل سے تری تقریر کو

قالبِ خاکی سے ہر دم ہی یہ تہدیدِ اجل
خاک مین اکدن ملا دینگے ہم اِس تعمیر کو

پانون اپنا درمیان تھا کھل گئے عقدے تمام
سخت مشکل تھی یہ گربان جھیلنی شمشیر کو

دل مین گھر اُسکا ہی گردن تک گذرا اُسکا اثیر
تیغ قاتل سے جگھہ اچھی ملی ہے تیر کو

گھر گھر تجلیان ہین طلبگار بھی تو ہو
موسیٰ سا کوئی طالبِ دیدار بھی تو ہو

اے تیغ یار کیا کوئی قابل ہو برق کا
تیری سی اُسمین تیزیِ رفتار بھی تو ہو

دل دردناک چاہیے لاکھون ہین خوبرو
عیسیٰ ہین سیکڑون کوئی بیمار بھی تو ہو

چھاتی سے مین لگائے رہون کیون نہ داغ کو
اے دل کوئی انیس شبِ تار بھی تو ہو

گر ہم نہین تو رونق بازار عشق کیا
اے حسن خود فروش خریدار بھی تو ہو

پردے مین چاہتا ہے کہ ہنگامہ ہو بپا
اے آفتاب حشر نمودار بھی تو ہو

اتنی اداس صحبتِ مے واہ میکشو
دستِ سبو مین شیخ کی دستار بھی تو ہو

زاہد امیدِ رحمتِ حق اور ہجوِ مے
پہلے شراب پی کے گنہگار بھی تو ہو

ساقی ابھی سے جاؤن مین کیا بہر میکشی
آئے بہار رونقِ گلزار بھی تو ہو

بیجا تری نگاہ کو تیزی یہ ہے گھمنڈ
برچھی کی نوک دل سے مرے پار بھی تو ہو

سوؤن مین آکے دھوپ سے پاؤن امان اگر
راضی تمھارا سایۂ دیوار بھی تو ہو

کیونکر ہو درد دل کی ہمارے اُسے خبر
پردے مین خامشی کے کچھ اظہار بھی تو ہو

اشکون کے ساتھ عشق مین نالہ ضرور ہے
آراستہ ہے فوج علمدار بھی تو ہو

ساقی اُداس کیون نہو بزمِ مے وسُبو
میخانے مین امیرسا میخوار بھی تو ہو

وہ حسن کیا ہے حسن جو خاطر نشین نہ ہو
اُس کام کا وہ نام جو نقش نگین نہ ہو

کیونکر ہو دل شگفتہ جو عزلت نشین نہ ہو
پھولے پھلے نہ دانہ جو زیر زمین نہ ہو

وہ یاس ہے کہ وصل مین بھی ہر نگاہ پر
ڈرتا ہون مین کہین نگہِ واپسین نہ ہو

راحت کی جستجو مین ہین اہلِ جہان عبث
ہاتھ آئے وہ کسی کو کہان جو کہین نہ ہو

ایذاے خلق پر ہے یہ غش موذی فلک
بے سانپ چاہتا ہے کوئی آستین نہ ہو

ساحل سے ہون مین تشنہ دہن خود کنارہ کش
کہدو کہ بحر موج سے چین بر جبین نہ ہو

مانندِ بوے گل چمنِ دہر سے نکل
اس باغ بے ثبات مین عزلت نشین نہ ہو

نام اُس حسین کا قلب مصفا پہ نقش ہے
کیونکر اس آئینے پہ گمان نگین نہ ہو

ہستی جہان کی ہستیِ حق پر دلیل ہے
کیونکر جہان ہو جو جہان آفرین نہ ہو

زاہد کا صاف زہد ریائی ہے آشکار
سجدہ کرے درست تو داغی جبین نہ ہو

ساقی مین نشۂ مے عرفان سے مست ہون
افلاس مین جو بادہ میسّر نہین نہ ہو

تیرا نہ ہو مکان جو مشہور ہے فلک
کہتے ہین جسکو عرش ترا شہ نشین نہ ہو

دل سے جو چشمِ فیض ہے تجکو تو پاک رکھ
کس کام کی ہو صاف اگر دوربین نہ ہو

ہم رند مشربون کی معاصی سے ہی نمود
روشن ہو نام کیا جو سیہ رو نگین نہ ہو

ہین تنگ اس جہان سے وہان لیچل اے جنون
جس جا پہ آسمان نہ ہو یہ زمین نہ ہو

ساجد خدا پرست بھی اُس آستان پہ ہین
کیون بے نیاز وہ صنمِ نازنین نہ ہو

آتا ہے مجکو گریہ لبِ کشتِ زعفران
اتنا بھی جورِ چرخ سے کوئی حزین نہ ہو

سر آستانِ دل پہ نہ ہو نیچے کبھی امیر
جب تک کہ عرش پر قدمِ اوّلین نہ ہو

یادِ زلف آئی دمِ نزع ستانے ہمکو
کس بُرے وقت مین گھیرا ہے بلانے ہمکو

منھ لگایا ہے بتون نے نہ خدانے ہمکو
نہ ادانے کبھی پوچھا نہ قضانے ہمکو

آس کسکو تھی شبِ غم کی سحر ہونے کی
اے بتو دن یہ دکھایا ہے خدانے ہمکو

ہجرِ جانان مین کسی روز جو ہچکی آئی
جی اُٹھے ہم کہ کیا یاد قضانے ہمکو

رخصت اے ہوش و خرد اب نہین ٹھہرا جاتا
بیخودی دور سے آئی ہے بلانے ہمکو

کشمکش مین ہین بیتابئ دل رکھتی ہے
آنے دیتی ہے نہ ظالم کہین جانے ہمکو

قہر کرتی ہین شبِ وصل تمھاری آنکھین
اسی پردے مین تو مارا ہے حیانے ہمکو

ساقیا دیر سے مستی نے نکالا ہوتا
خوب ہی روک لیا لغزشِ پانے ہمکو

شمع آسا کبھی جلتے کبھی روتے گذری
آگ پانی سے بنایا ہے خدانے ہمکو

دیر مین شیخ حرم سے یہ صنم کہتے ہین
تو نے اللہ کو جانا ہو تو جانے ہمکو

خنجرِ ناز سے بچ کر جو چلے چار قدم
رکھ لیا برچھیون پہ تیر ادانے ہمکو

حوصلہ کون تماشائے تجلیؔ کا کرے
غش تو دیتا ہی نہین ہوش مین آنے ہمکو

کیا بگاڑا ہے ترا اے شب فرقت ہمنے
روز آتی ہے بلاین کے ڈرانے ہمکو

آئینہ دیکھ کے ہر بار وہ بت کہتا ہے
خود نمائی کو بنایا ہے خدا نے ہمکو

لامکان مین نہ پتا ہی نہ مکان مین اُسکا
بے ٹھکانے کے بتائے ہین ٹھکانے ہمکو

وہ بلا دوست ہین جب کوئی کڑی آئی ہی
نام لے لے کے پکارا ہی بلانے ہمکو

خار کیا کھائے ہین گل دیکھ کے فرقت مین امیر
ایسے کتنے ہین ابھی داغ اُٹھانے ہمکو

آج محفل سے تم آئے ہو اُٹھانے ہمکو
ہاے وہ دن کہ جو اُٹھتے تھے بٹھانے ہمکو

مُنھ شب ہجر دکھایا نہ قضا نے ہمکو
کون پوچھے گا نہ پوچھا جو خدا نے ہمکو

حوصلہ دل سے تڑپنے کا نکلتا کیونکر
دم ہی لینے نہ دیا تیغ ادا نے ہمکو

تیغ جلاد نے جوہر کو کیا ہم سے عزیز
آنکھ اُٹھا کر بھی تو دیکھا نہ قضا نے ہمکو

اتنی نسبت بھی کفایت ہی یہان بخشش کو
کاش وہ اپنا گنہگار ہی جانے ہمکو

حلقۂ زلف مین پھنسکر کوئی نکلا ہے کبھی
موت کے منھ سے چھڑایا ہے قضا نے ہمکو

مسجدو نین کبھی بھیجا کبھی بتخانون مین
ٹھیک ٹھیک اُس نے بتائے نہ ٹھکانے ہمکو

آتے جاتے ہو وہان غیر کے گھر تم ہر شب
رشک آتا ہی یہان روز ستانے ہمکو

یاد آئین تری آنکھین تو یہ سمجھے دم نزع
حورین فردوس سے آئی ہین بلانے ہمکو

اُس ستمگر نے جو پہلو سے اُٹھایا اپنے
درد دل تو بھی تو اُٹھا نہ بٹھانے ہمکو

پیچلے داغ ہزارون چمن ہستی سے
زندگی لائی بھی کیا سیر دکھانے ہمکو

مدِاے مرگ کہ آفت مین پھنسا رکھا ہی
آگ نے خاک نے پانی نے ہوا نے ہمکو

سُن کے آواز مؤذن کی شب وصل کی صبح
صاف سمجھے کہ بلایا ہے خدا نے ہمکو

اُن وہ میکش جو گرے ہین کبھی لغزش کھا کر
بدلیان دوڑ کے آئی ہین اُٹھانے ہمکو

امتحان تھا جو ہمارا اُسے منظورِ نظر — ذبح رُک رُک کے کیا تیغِ ادا نے ہمکو

وہ پرِ کاہ تھے اِس گلشنِ ہستی مین امیر
دوش سے پھینک دیا بادِ صبا نے ہمکو

پیچ پر پیچ دیے زلفِ دوتا نے ہمکو — کن بلاؤن مین پھنسایا ہی خدا نے ہمکو
پر لگائے یہ ترے تیر ادا نے ہمکو — تھک گئی دوڑ کے پایا نہ قضا نے ہمکو
تو وہ تیرون کا کیا تیر ادا نے ہمکو — شکرِ صد شکر لگایا تو ٹھکانے ہمکو
تیرے بیمار سے یہ بیخبری کہتی ہے — کہ خبر کو تری بھیجا ہے قضا نے ہمکو
کہتے ہین حشر وہ رفتار سے برپا کریے — ایسے کتنے ابھی فتنے ہین جگانے ہمکو
کی ہے جب شوق سے منعم کی عمارت پہ نظر — عبرت آئی ہی وہین گور جھکانے ہمکو
سارے عالم مین یہ شہرت ہی قضا نے مارا — واہ کس پردے مین مارا ہی ادا نے ہمکو
وہ کہین گئے نہ اُٹھا صدمۂ فرقت دو دن — موت کیون آئی ہے یہ داغ لگانے ہمکو
دفن بھی اپنی گلی مین نہ کیا وائے نصیب — مر گئے پر بھی لگایا نہ ٹھکانے ہمکو
ڈھیرون انگور پڑے لٹتے ہین ساقی لیکن — ہاتھ آتے نہین دو چار بھی دانے ہمکو
عیش کرنے کو بتو تمکو کیا ہے پیدا — رنج اُٹھانے کو بنایا ہے خدا نے ہمکو
عشق ابرو مین خدا پار لگائے بیڑا — آبِ شمشیر مین غوطے ہین لگانے ہمکو
حیرتِ عارضِ جلاد سے سکتا جو ہوا — آئی تیغِ اجل آئینہ دکھانے ہمکو

نقدِ ہوش و خرد و صبر نہ چھوڑا کچھ امیر
آج لُوٹا غضب اُس دزدِ حنا نے ہمکو

ہون وہ بلبل گل تلک پہونچون تو گلشن خشک ہو — مثلِ خارِ آشیان شاخِ نشیمن خشک ہو
چاہتا ہے سوزِ فرقت اس محیطِ حسن کا — تن مین مثلِ خار ہا ہی ہر رگِ تن خشک ہو
تازگی ہی روئے جانان کی زنخدانکے سبب — چاہ جس گلشن مین ہو کیونکر وہ گلشن خشک ہو

تابشِ خورشیدِ محشر سن کے پڑتی ہے اُمید
مجھ سے تر دامن کا بھی شاید کہ دامن خشک ہو

ہون وہ پیاسا ذبح کے دم بھی مین سیراب ہون
حلق مین پانی بسانِ آبِ آہن خشک ہو

زیست پیری مین کہان رونق جوانی کی گئی
کیا رہے روشن چراغ ایدل جو روغن خشک ہو

تیغ کھینچے بتکدے کی سمت اگر آئے وہ ترک
بت کا زہرہ آب ہو خونِ برہمن خشک ہو

آبیاری ہو اگر بلبل کے اشکون کی بھی
ہو یقین فصلِ خزان مین بھی گلشن خشک ہو

داغِ دل سے گرم اپنی خاک ہے کیا ہے عجب
چادرِ گل پڑتے ہی بالائے مدفن خشک ہو

اور بھی گردون ستاتا ہے جو پاتا ہے ضعیف
پائمالِ گاوِ دہقان ہو جو خرمن خشک ہو

حسرتِ دیدار مین کھینچون اگر مین آہِ سرد
ایک جھونکے مین یقین ہے نخلِ ایمن خشک ہو

چھین کر رخصتِ سفر پامال ظالم نے کیا
پاؤن شل ہو جائین یارب دستِ رہزن خشک ہو

اُس مسی آلودہ لب کا وصف کیا کوئی کرے
سامنے سب کے زبانِ برگِ سوسن خشک ہو

چھیڑتی ہے روز اُسے قاتل کی تیغ آبدار
غیر ممکن ہے کہ اپنا زخمِ گردن خشک ہو

حسرتِ دیدار ہے ہمکو مکانِ یار کی
دیدۂ تر کیا برنگِ چشمِ روزن خشک ہو

مین اگر رونے پہ آؤن صورتِ ابرِ بہار
سبز ہو دم بھر مین برسون کا جو گلشن خشک ہو

اسقدر ہو بخیہ گر کو غم جو دیکھے میرے زخم
جان مثلِ رشتۂ تن مانند سوزن خشک ہو

اُس گلستان مین ہے مجھ سا کون طائر بے نصیب
پاؤن رکھون مین جہان شاخِ نشیمن خشک ہو

کیا حرارت ہے لگاؤن مین اگر منھ سے امیر
جام مثلِ چشمۂ خورشید روشن خشک ہو

چھوڑو نہین اسے بتو حیا کو
کیا منھ نہ دکھاؤ گے خدا کو

لڑکاؤ نہ گیسوے رسا کو
تجھے نہ لگاؤ اس بلا کو

ظالم تجھے دل دیا خطا کی
بس بس مین پہنچ گیا سزا کو

کانٹون سے کہو سنبھال لینا
آتا ہے غش اس برہنہ پا کو

بلبل کو ملے جو باغبانی — روکے درِ باغ پر صبا کو
ای حضرتِ دل بتو نکو سجدہ — اتنا تو نہ بھولیے خدا کو
گُل کر گئی میری شمعِ تربت — گیا موج یہ آگئی صبا کو
کوچے مین ترے ملا یہ آرام — نیند آگئی چشمِ نقشِ پا کو
اتنا بکیے کہ کچھ کہے وہ — یون کھولیے قفلِ مدعا کو
کہتا ہے یہ شوقِ قتل ہر دم — دم لینے نہ دیجیے قضا کو
گیا کیا تری چشمگین بچا مین — دھوکے دیئے تیرِ بے خطا کو
دکھلا کے ہم اپنی سخت جانی — غصہ دلواتے ہین قضا کو
ہاتھ آئے اگر نگین حسرت — کھدوائیے نقشِ مُدعا کو
راضی برضا ہون ای صنم مین — جو کچھ منظور ہو خدا کو

کہتی ہے امیر اُس سے شوخی
اب منھ نہ دکھائیے حیا کو

وصال پر ہی جو وصل امتحان کر دیکھو — امیر یون ہی سہی چند روز مر دیکھو
خدا کی شان کہ دیکھین ہم آپکی آنکھین — نگاہ تک نہ کرو تم ادھر ادھر دیکھو
پڑا ہون ہجر مین مُردے کی طرح بستر پر — ابھی تو جان سی آئے جو اک نظر دیکھو
جنازہ غیر کا نکلا ہے تو نکلنے دو — ہمین کو پیٹو جو چلمن سے جھانک کر دیکھو
مری طرف سے کہے کوئی حضرتِ غم کو — بہت ہے میرے دلمین اب اور گھر دیکھو
کسی کا دل نہ دکھاؤ خدا کا خوف کرو — ذرا کلیجے پر اپنے تو ہاتھ دھر دیکھو
چھپا چھپا کے نظر بازیان ہون غیرون سے — ہمین سے آنکھ چرانا ذرا ادھر دیکھو
دکھا کے تیغ کو تڑپا رہے ہو دیر سے کیا — جو دیکھنا ہو تماشا تو ذبح کر دیکھو
ہے سحر عشق کہ جلتے نہین پر بلبل — لگی ہے آتشِ گل باغ مین جدھر دیکھو

گیا تھا لیکے خط آیا ہے ہاتھ کٹوا کر / ذرا خدا کے لیے شانِ نامہ بر دیکھو
اُٹھاؤ آنکھ یہ کیا غم ہے خدا سے ڈرو / کسی کی جان کا ہو جائیگا ضرر دیکھو
بغیرِ غم نہین ممکن حصولِ دولتِ دہر / نظر جو آئے محرم کا چاند زرد دیکھو
امیرؔ جلوۂ وحدت سے آشنا ہو جو دل / وہی ظہور وہی شان ہے جدھر دیکھو

دل ہو وابستہ کسی زلفِ رسا سے کچھ ہو / اب تو سر مین یہی سودا ہے بلا سے کچھ ہو
فکر بیجا ہے طبیبو مرضِ عشق ہے یہ / غیر ممکن ہے کہ تخفیف دوا سے کچھ ہو
دیکے خط اب کسے بھیجون کہ بر آئے مطلب / جب نہ قاصد نہ کبوتر نہ صبا سے کچھ ہو
رل گئے وہ کسی رستے مین تو مانند غبار / ہم لپٹ جائینگے دامانِ قبا سے کچھ ہو
جان پر کھیل گیا مین تو کہا اُس بت سے / مین نہ سمجھا تھا کہ تم فضلِ خدا سے کچھ ہو
نظر آجائے جو اُس زلفِ سیہ کی ناگن / ڈال دون ہاتھ مقرر مین بلا سے کچھ ہو
تیرے بیمارِ محبت کی ہے صحت مشکل / فکر ہو لاکھ دوا سے نہ دعا سے کچھ ہو
سخت جان وہ ہون نہ کٹ جاؤن اگر تیر سے مین / شرط بدتا ہون جو پھر تیغِ قضا سے کچھ ہو
ہے معمّا دہنِ تنگ کا دشوار بہت / حل یہ مطلب ہو تو شاید شعرا سے کچھ ہو
تو بھی آخر کسی در کا ہے گدا ای سلطان / عفو لازم ہے جو تقصیر گدا سے کچھ ہو
نہ محبت کی وہ آنکھین نہ وہ اُلفت کی نگاہ / حالِ دل کس سے کہون تم تو خفا سے کچھ ہو
بادۂ سُرخ ملے تم سے یہ اُمید کہان / مغبچو تم تو مرے خون کے پیاسے کچھ ہو
متوقع درِ دولت پہ کھڑے ہین کب سے / اب تو ہمکو بھی عطا خوانِ عطا سے کچھ ہو
کوے جانان مین کوئی دم تو ٹھہر جائے یا نون / ایسی افتاد مری لغزشِ پا سے کچھ ہو
عالمِ فقر مین تکلیف گوارا ہے امیرؔ / نہ ملین گے نہ ملین گے اُمرا سے کچھ ہو

دیر سے قتل کے مشتاق ہین باہر آؤ
دیکھو اتنا نہ کھنچو کھینچ کے خنجر آؤ

آمد و شد نفسِ چند کی باقی ہے فقط
اپنے گھر مجھکو بلاؤ کہ مرے گھر آؤ

نہ سہی زیست مین مرنے پہ تو میری خبر
اب نہ آؤ تو جنازے پہ مقرر آؤ

دیکھے کوئی نہ آتے مری تربت پہ تمھین
چاندنی شب ہے ذرا اوڑھ کے چادر آؤ

دیکھکر آئنے کو عکس سے کہتا ہے وہ شوخ
کچھ اگر حسن کا دعوی ہے تو باہر آؤ

نذرِ عاشق کی ہے کچھ روٹ نہین ہی صاحب
دل و جان دونون جو لینے ہین مکرر آؤ

ساتھ اگر راہ مین ہو باتین بھی ہوتی جائین
آگے پیچھے نہ چلو میرے برابر آؤ

ناف کی طرح نہ پڑ جائے شکم پر کوئی آنکھ
کھول کر بند نہ دروازے کے باہر آؤ

جان بلب ہون ہین عیادت ہی مریضونکی ثواب
مانو اللہ کو تم بہرِ پیمبر آؤ

تب مزہ جانے کا وان ہو کہ کہے یار امیر
میری آنکھون پہ تم آؤ میرے سر پر آؤ

حشر کے روز نہو تشنہ دہانی مجھکو
دے تری تیغ جو اک قطرہ بھی پانی مجھکو

تیزیِ موج اگر بحرِ روان مین دیکھی
یاد آئی ترے خنجر کی روانی مجھکو

آبِ خنجر سے ترے پیاس کوئی بجھتی ہے
اور بھی آگ لگاتا ہے یہ پانی مجھکو

خوبرویون مین صنم ایک ہی تو ایک ہے تو
نظر آتا نہین تیرا کوئی ثانی مجھکو

اور کس سے ہون دہان و کمرِ یار کے وصف
خوب معلوم ہین یہ رازِ نہانی مجھکو

اس سے انکا ہی یہ مطلب کہ کرون مین بھی فغان
ہدیہ بھیجا ہے تو دیوانِ فغانی مجھکو

نوجوان کوئی جو پیری مین نظر آتا ہے
یاد آتی ہے بہت اپنی جوانی مجھکو

داغ کھا کھا کے کرون اپنی مین اوقات بسر
اس لیے دیتے ہین جھنگا وہ نشانی مجھکو

بات وہ کر کہ مرے خواہ ترے کام کی ہو
ایسی اپنی محبت نہ سنا رام کہانی مجھکو

جسطرح صبح کو خورشید عیان ہوتا ہی
آکے پیری نے دیا داغِ جوانی مجھکو

بے خطر خاک تہِ سقفِ فلک بیٹھون مین
نظر آتی ہے نہایت یہ پُرانی مجکو

سینہ جلتا ہی پلا جلد شراب ای ساقی
آگ بھڑکی ہوئی ہی چاہیئے پانی مجکو

ہے مُوَحّد تو سمجھتے نہین اطلاق صحیح
کہین اول تو بتا دین کوئی ثانی مجکو

آرزو اس لیئے فردوس کی مجھ پیر کو ہے
ہاتھ آئیگی وہان میری جوانی مجکو

خوف ہے وصف مین اس چاہِ ذقن کے اتنا
گر ڈبو دے نہ طبیعت کی روانی مجکو

نغمہ سنجانِ گلستانِ سخن ہین جو امیر
کہتے ہین بلبلِ گلزارِ معانی مجکو

چل دلا دیر سے کرتا ہی اشارے گیسو
خطِ شبگون پہ یہ آتے نہین پیارے گیسو
نہ زبان ہی نہ دہن ہی کہ پکارے گیسو

یہ تر و تازہ چمن ہے کہ تمھارا عارض
جال پر جال بچھاتے ہین تمھارے گیسو

مچھلیان دامِ مچھر ہین جو موجون مین نہان
یہ دُھوان دھار گھٹا ہے کہ تمھارے گیسو

دن کو رُخسار دکھاتا ہی فروغِ خورشید
کھُل گئے کس کے یہ دریا کے کنارے گیسو

بال کنگھی سے جو سُلجھائے تو دل اُلجھایا
شب کو چمکاتے ہین افشان کے ستارے گیسو

دلِ صد چاک نے شانے سے کہا جل کے یہ رات
تیرہ بختون کو بگاڑا جو سنوارے گیسو

شہر سے بڑھ کے اگر جانبِ صحرا جائین
اژدہے کا رن تجھے باندھ کے مارے گیسو

ہو چکے جن و بشر قید ملک باقی ہین
شانۂ شاخ سے سُلجھائین جو کارے گیسو

عاشقون کے دلِ پُر داغ سے ایسے چمکے
اب سرِ عرش سے زنجیر اُتارے گیسو
ہو گئے شہپرِ طاؤس تمھارے گیسو

سانپ نے گھیر لیا گلشنِ جنت کو امیر
حلقہ حلقہ نہین عارض کے کنارے گیسو

ہون مین وہ میکش اُٹھا ساقی مری تعظیم کو
گردنِ مینائے مے خم ہو گئی تسلیم کو

آتے ہی اُس مست کے گلزار مین آئی بہار
ابر اُٹھا تعظیم کو شاخین جُھکین تسلیم کو

ساغرِ جمشید سے کچھ ساغرِ مے کم نہین
دیکھتے ہین بادہ کش گھر بیٹھے ہفت اقلیم کو

غیر کو دشنام دو بوسہ عنایت ہو مجھے
چاہیے مردم شناسی صاحبِ تقدیم کو

بیٹھے بیٹھے میرے پہلو سے جو وہ عیسیٰ اُٹھا
درد دل بھی ساتھ ہی اُس کے اُٹھا تعظیم کو

لب پہ لے غنچہ دہن تحریر مستی کی نہین
کاتبِ تقدیر نے خلعت دیا ہے میم کو

نقدِ آمرزش کا طالب ہی اگر اے خود فروش
تول میزانِ عدالت مین اُمیدِ بیم کو

ہین جو مردانِ خدا آفت مین راحت ہی اُنھین
عید تھی قربانی فرزندِ ابراہیم کو

جعد خالی خال ہی کنجِ دہن مین یار کے
ہے تعجب جیم کا نقطہ دیا ہے میم کو

خاک اُڑاتے تشنگانِ عشق کے آتے ہین غول
کہہ دو رضوان سے بچا لے کوثر و تسنیم کو

ہمت کے منزل کا نشان ملتا ہی اہلِ فنا
ہر قدم پر خضرؑ ہے نقشِ قدم تعلیم کو

نال رکھتے کو نہین کہہ دو غنی سے بانٹ دے
لفظ مین تقسیم کے داخل کیا ہے سیم کو

اپنے وقتِ مرگ سے غافل ہے اختر شناس
گو برابر جان کے رکھا گئے تقویم کو

چشمۂ دیدارِ جانان کی ہین دو نہرین امیر
جانتا ہون خوب اصلِ کوثر و تسنیم کو

ہن سے خضر آیا ہی واعظ کیا مری تعلیم کو
اک دو راہہ جانتا ہون مین امید و بیم کو

تیغِ قاتل سے صفائی مین برابر ہی سہی
یہ روانی کب ملی ہے کوثر و تسنیم کو

دو قدم اس ناز سے بھی سرِ زمین پہ تم چلو
اُٹھ کھڑے ہون سیکڑون فتنے وہان تعظیم کو

دشتِ ہستی مین قدم بڑھ کر ہٹے پیچھے نہ پھر
ساتھ ہے عمرِ روان غافل اسی تعلیم کو

جادۂ تیغِ قضا پر سر کے بل عاشق چلے
طے کیا کس حوصلے سے منزلِ تسلیم کو

نام کو ہی اک نشان باقی دہن اُسکا کہان
کاتبِ قدرت نے لکھ کر چھیل ڈالا میم کو

فتنہ برپا ذات سے مفسد کے ہوتا ہے ضرور
کیا ہوا اُٹھے اگر وہ غیر کی تعظیم کو

حشر کے دن نامۂ اعمال کا کیا اعتبار
سال بھر کے بعد باطل کرتے ہین تقویم کو

یہ غزل رنگین سناؤں میں ظہوری کو اگر
دھوئے آبِ شعر سے گلزارِ ابراہیم کو

اکبرِ دولت کیا جو کرتا ہو زمانہ انقلاب
دم میں کر دیتا ہے مجہولِ گدا دیہیم کو

بھیجتا ہوں پہلے میں گورِ غریباں کی طرف
گھر میں آتے ہیں کبھی مزدور اگر ترمیم کو

آہ کی شمشیر پر تکیہ ہے نامردوں کا کام
مرد سمجھتے ہیں کمر میں خنجرِ تسلیم کو

یہ وظیفہ سب وظیفوں سے ہی بہتر لے امیر
یاد احمدؐ کو کروں یا احمدؐ بے میم کو

انسان عزیزِ خاطرِ اہلِ جہاں نہو
وہ مہرباں نہو تو کوئی مہرباں نہو

کلفت کا اپنے نالہ کشی میں نشاں نہو
ہم سو برس جو آگ جلائیں دھواں نہو

مشاطہ چاہیے رُخِ زیبا کے واسطے
کس کام کا وہ باغ جہاں باغباں نہو

ممکن نہیں کہ زلف سے اُلجھے نہ اُسکی زلف
قرآن کی طرح سے جو وہ رُخ درمیاں نہو

کیا داغِ سینہ زیرِ گریباں چھپائیے
خورشید زیرِ دامنِ گردوں نہاں نہو

تارِ نظر سے بڑھ کے ہے لاغر مرا بدن
عشقِ میاں میں یقین بھی کوئی ناتواں نہو

کیونکر ہمارے یوسفِ دل کا پتا لگے
چاہِ ذقن پہ جب گذرِ کارواں نہو

لکھتا ہوں وصفِ عارض و ابروئے یار کے
کیوں صفحۂ آفتاب قلم کہکشاں نہو

پیری میں بھی کیا نہ تغافل ہزار حیف
اتنا بھی کوئی مائلِ خوابِ گراں نہو

ہے حادثوں سے بعد فنا بھی کہاں نجات
ممکن نہیں کہ زیرِ زمیں آسماں نہو

لازم ہی ضبطِ نالۂ دل بعد مرگ بھی
ہے لطف جام ٹوٹ چکے مے رواں نہو

ٹوٹیں نہ رہروؤں کے اگر شیشہ ہائے دل
دشتِ جنوں میں نام کو ریگِ رواں نہو

آنکھوں سے فائدہ جو نہ دیدار ہو نصیب
حاصل جبیں سے کیا جو ترا آستاں نہو

جانے اگر کہ چاہِ عدم میں گرائے گا
کوئی سوار توسنِ عمرِ رواں نہو

وہ گل جو آئے تو یہ چمن کا ہو رنگ زرد
کچھ بھی امیر غیرِ گلِ زعفراں نہو

عکس سے بچتو نہ آئینے مین اتنا دیکھو
جانے دو اپنی طرف ای گل رعنا دیکھو

چشم پوشی کا مین کرتا ہون جو اُنسے شکوہ
آنکھین دکھلاتے ہین وہ اور تماشا دیکھو

ہوا زندہ مین عیسیٰ نے بہت سر مارا
تم بھی اس قالب بے روح کو ٹھکرا دیکھو

پھیرسنے کے لیے دل آئے تھے ہم ہان ای جان
کرچلے جان بھی نذر اور تماشا دیکھو

شوق اُس کوچے کا کتنا ہی یہی ہم سے امیر
خود چلو دوڑ کے قاصد کا نہ رستا دیکھو

میرے پہلو مین جو دیکھا خنجرِ جلاد کو
دل سے لاکھون حسرتین نکلین مبارکباد کو

ہون وہ دیوانہ بُلاتا ہون جو مین فصاد کو
ساتھ لاتا ہے حمایت کے لیے جلاد کو

یہ جو کھوے بھی تو کب کھوے خزان جب آگئی
رحم آیا بھی تو کب آیا مرے صیاد کو

قتل کرنے کا مرے اللہ رے اُس ظالم کو شوق
حکم تینون دیدیے یکبارگی جلاد کو

یاد مین اک رشک عیسیٰ کے جو مین مرنے لگا
ہچکیان آئین دمِ آخر مبارکباد کو

خاک ہوجانے پہ بھی ظالم نہین ہوتا عزیز
کب کوئی دیتا ہے مٹی کشتۂ فولاد کو

زیرِ خنجر او دلِ بسمل تڑپ اچھی نہین
قہر ہو جائیگا گر رحم آگیا جلاد کو

سایۂ رحمت مین تیرے جاکے بیٹھی ای کریم
کیا ٹھکانا ہاتھ آیا ہے مری فریاد کو

مجھ سا ہیدِ خفتہ طالع کون ہوگا عندلیب
نغمہ سنجی سے مری نیند آگئی صیاد کو

دو قدم اُس فتنۂ عالم نے چلکر ناز سے
خوب لڑوایا چمن مین قمری شمشاد کو

جرم میرا کیا اگر قدمون پہ سر کٹ کر گرا
خیر جانے دیجیے کیا کیجیے اُفتاد کو

کیون نہین بھاتی عدو کو میری نظم طبع زاد
دوست رکھتی ہی عقیمہ غیر کی اولاد کو

ہمسری اُسکے قدِ موزون سے ہی جرم عظیم
کُندہ دوزخ کا بنائیگا خدا شمشاد کو

شوق پڑھنے کا ہوا اس طفل کو سُننے مین ہم
مژدہ مکتب کو مبارک مرگ اُستاد کو

عید موسیٰ کو ہوئی برقِ تجلی کی نگہ
پہلے نظارے مین غش آیا مبارکباد کو

شکر کرتا ہون کہ پایا قدرداں مدت کے بعد
داستان میری پسند آئی مرے صیاد کو

کیا کھُلیگی فصد کیا سودا ہمارا ہو گا کم
ضعف ایسا ہی کہ رگ ملتی نہین فصاد کو

خوش ہوا ایسا وہ میری قتل کی سُن کر خبر
جشن شادی کا کیا خلعت دیا جلاد کو

کس طرف سے آگیا جھونکا ہوائے مرگ کا
کیا پریشان کر دیا مجموعۂ اضداد کو

قید تھی مدت سے اب آزاد ہوتی ہی امیر
روح نکلے گی دعا دیتی ہوئی جلاد کو

پہلے تو مجھے کہا نکالو
پھر بولے غریب ہے بلالو

بیدل رکھنے سے فائدہ کیا
تم جان سے مجھکو مار ڈالو

اُسنے بھی تو دیکھی ہین یہ آنکھین
آنکھ آرسی پر سمجھ کے ڈالو

آیا ہی وہ مہ بجھا بھی دو شمع
پروانون کو بزم سے نکالو

گھبرا کے ہم آئے تھے سوئے حشر
یان پیش ہے اور ماجرا لو

تکیے مین گیا تو مین پکارا
شب تیرہ ہے جاگو سونے والو

اور دن یہ امیر تکیہ کب تک
تم بھی تو کچھ آپ کو سنبھالو

غربت مین وطن یاد دلاتی نہین مجھکو
بھولے سے بھی ہچکی کوئی آتی نہین مجھکو

کس منھ سے کرون قافلہ والون کی شکایت
آواز جرس بھی تو جگاتی نہین مجھکو

ساقی کا گلہ کیا ہے جو دیتا نہین بوسہ
منھ دختر رز بھی تو لگاتی نہین مجھکو

مین غنچۂ پژمردہ ہون گلزار جہان مین
کیسی ہی بہار آئے کھلاتی نہین مجھکو

مشتاق شہادت کو وہ دو ہاتھ لگا کر
کہتے ہین لگاوٹ بہت آتی نہین مجھکو

کیا بیخبری ہی کہ خبر یار کی مجھ تک
آتی بھی ہی تو آپ مین پاتی نہین مجھکو

کہتا ہے قیامت سے مرا طالع خفتہ
مردون کو جلاتی ہے جگاتی نہین مجھکو

وہ جنس ہون بازار جہان مین کہ قضا بھی
لینے کا تو کیا ذکر چکاتی نہین مجکو

چھاتی سے لگاتا نہین تو قتل ہی کر یار
یہ روز کی تکرار تو بھاتی نہین مجکو

سکتا ہے مجھے دیکھ کے رخسارۂ قاتل
کیون آئنہ شمشیر دکھاتی نہین مجکو

کچھ عار نہین تیری خوشامد سے پرائے یار
مجبور ہون مین اس سے کہ آتی نہین مجکو

وہ مجرم بیقدر ہون مقتل مین مین تیرے
تلوار تری ہاتھ لگاتی نہین مجکو

جھونٹون بھی مجھے خوش نہین کرتی مری تقدیر
تصویر کی صورت بھی ہنساتی نہین مجکو

آئینے کی صورت ہمہ تن چشم ہون لیکن
اسپر بھی وہ صورت نظر آتی نہین مجکو

ہے خواب مین آنیکا امیر اُس سے جو وعدہ
موت ایک طرف نیند بھی آتی نہین مجکو

پردے مین بھی منھ موت دکھاتی نہین مجکو
کافور سے بوئے کفن آتی نہین مجکو

اُفتادہ ہے کیا موت جو آتی نہین مجکو
ہون ناز کسی کا کہ اُٹھاتی نہین مجکو

اس تنگ قضا سے مین نکل جاؤن کہین دور
وحشت مری وہ راہ بتاتی نہین مجکو

سر پر سے مرے ہوکے چلی جاتی ہے خلقت
کیا نقش قدم ہون کہ اٹھاتی نہین مجکو

اس ڈر سے کہ برہم نہو ہنگامۂ محشر
آتی ہے قیامت تو جگاتی نہین مجکو

تھے گور ہی تک سب کے منھ دیکھنے والے
اب ایک کی صورت نظر آتی نہین مجکو

لاغر ہی مین ایسا ہون تمھاری نہین تقصیر
بستر پہ مری موت بھی پاتی نہین مجکو

کرتی نہین کب دختر رز مجھ سے شرارت
کسدن یہ پری آگ لگاتی نہین مجکو

کوچے سے ترے مین جو نکلتا ہون تو وحشت
ہے کونسا کوچہ کہ جھکاتی نہین مجکو

اے ہمت دل ہاتھ مین قاتل کے ہے تلوار
اک دو قدم اور آگے بڑھاتی نہین مجکو

ہو جاؤن مین دو ہاتھ مین اس پار سے اُس پار
تلوار تری گھاٹ دکھاتی نہین مجکو

مین مست بھی ای دختر رز نشہ مین ہون چور
کیون دُرد کے مانند بٹھاتی نہین مجکو

میکش مین بلانوش ہون خم منھ سے لگادے
ساقی یہ صراحی تو چھکاتی نہین مجکو

گردش مری قسمت کی چھڑاتی ہی وہ کوچہ
اے لغزش پا تو بھی گراتی نہین مجکو

مین گل ہی امیر آپ کو اس باغ مین سمجھون
قسمت مری اتنا بھی ہنساتی نہین مجکو

اے ضبط دیکھ عشق کی انکو خبر نہو
دل مین ہزار درد اٹھے آنکھ تر نہو

مدت مین شام وصل ہوئی ہی مجھے نصیب
دو چار سو برس تو الٰہی سحر نہو

اک پھول ہی گلاب کا آج انکے ہاتھ مین
دھڑکا مجھے یہ ہے کہ کسی کا جگر نہو

ڈھونڈھے سے بھی نہ معنی باریک جب ملا
دھوکا ہوا یہ مجکو کہ اس کی کمر نہو

فرقت مین یان سیاہ زمانہ ہے مجکو کیا
گردون یہ آفتاب نہو یا قمر نہو

دیکھی جو صورت ملک الموت نزع مین
مین خوش ہوا کہ یار کا یہ نامہ بر نہو

آنکھین ملی ہین اشک بہانے کے واسطے
بیکار ہے صدف جو صدف مین گہر نہو

الفت کی کیا امید وہ ایسا ہے بیوفا
صحبت ہزار سال رہے کچھ اثر نہو

طول شب وصال ہو مثل شب فراق
نکلے نہ آفتاب الٰہی سحر نہو

منھ پھیر کر کہا جو کہا مین نے حال دل
چپ بھی رہو امیر سب مجھے درد سر نہو

ردیف ہاے ہوز

آیا نہ مرکے بھی شجر قد یار ہاتھ
طوبیٰ سے بھی بلند کہون اسکو چار ہاتھ

پیری مین ضعف سے یہ نہین رعشہ دار ہاتھ
ہین دامن قضا کے لیے بیقرار ہاتھ

پہونچے کبھی نہ خواب مین بھی اسکے پانون تک
پیدا کیے تھے کیون مرے پروردگار ہاتھ

دل کو مرے سنبھالو یہ بیڑی یہ ہتھکڑی
ہے پانون کا قصور نہ تقصیر وار ہاتھ

تکلیف سائلوں کی جنون میں نہین پسند
دامن کو پھاڑ دون مین بڑھائین جو خار ہاتھ

اے گُل یہ رنگ پنجہ مرجان مین بھی نہین
دکھلا رہے ہین طرفہ حنا سے بہار ہاتھ

ہے مرگ مجکو زیست کہ کچھ ہین یار کے
دو گز زمین آگئی بہر مزار ہاتھ

دبنے کی وجہ جنگ مین کیا ہو تمھین کہو
کیا میرے دو ہین اور رقیبون کے چار ہاتھ

پر ہم نہو پھنسا کے مرے دل کو زلف یار
خوش قسمتون کو آتے ہین ایسے شکار ہاتھ

باغ جہان مین راحت بے غم کہان نصیب
پتّون سے ملتے ہین شجر سایہ دار ہاتھ

جب چاہے دوڑے ساتھ مرے قیس نجد مین
میدان جیت لونگا مین بڑھ کر ہزار ہاتھ

تڑپا مین بحر خون مین تو قاتل نے یہ کہا
بیڑا ہے پار اور لگا تین چار ہاتھ

وہ سخت جان تھا غیر کہ تب سر جدا ہوا
سفاک نے جو گن کے لگائے ہزار ہاتھ

ایک اُسکی چوٹ مین ہے سو سو بنکیت کھیت
کتنا منجھا ہوا ہے دم کار زار ہاتھ

سمجھے یہ سب کہ سیکڑون منزل گیا امیر
پہونچا جہان زمین کے تلے کوئی چار ہاتھ

دل جو سینے مین زار سا ہے کچھ
غم سے بے اختیار سا ہے کچھ

رخت ہستی بدن پہ ٹھیک نہین
جامۂ مستعار سا ہے کچھ

چشم نرگس کہان وہ چشم کہان
نشہ کیسا خمار سا ہے کچھ

نخل امید مین نہ پھول نہ پھل
شجر بے بہار سا ہے کچھ

ساقیا ہجر مین یہ ابر نہین
آسمان پر غبار سا ہے کچھ

کل تو آفت تھی دل کی بیتابی
آج بھی بیقرار سا ہے کچھ

مُردہ ہو دل تو گور ہے سینہ
داغ شمع مزار سا ہے کچھ

اسکو دنیا کی اُسکو خلد کی حرص
رند ہے کچھ نہ پارسا ہے کچھ

پہلے اِس سے تھا ہوشیار امیر
اب تو بے اختیار سا ہے کچھ

داغِ غم بھی ہے دلا نالۂ شبگیر کے ساتھ
کہ سپاہی کو سپر چاہیے شمشیر کے ساتھ

تیر پر تیر لگا دیکھ کے او صید افگن
ٹوٹ جائے نہ قضا بھی کہین نخچیر کے ساتھ

کیا شبیہِ رخِ گلگون نے دکھایا عالم
کھنچ گیا رنگ مین نقاش بھی تصویر کے ساتھ

تانگ بالون مین ہے ابرو ہی قریبِ مژگان
تیغ عُریان وہ سپر ہے یہ کمان تیر کے ساتھ

حشر تک کشمکش زندگی و مرگ رہے
تھم دمِ ذبح کہے یار جو تکبیر کے ساتھ

عرصۂ جنگ مین بھی چاہیے مے او ساقی
کیا مزہ ہو جو چلے جام بھی شمشیر کے ساتھ

کیا ہوا تیری نگہ سے کوئی زندہ جو بچا
تھک گئی ہائے اجل دوڑ کے اس تیر کے ساتھ

تو نے تیوری جو چڑھائی تو ہوئے سب قاتل
کھنچ گئین سیکڑون تیغین تری شمشیر کے ساتھ

بحرِ ہستی مین کہان چشم تماشا حباب
اُٹھتی ہے موج خرابی مری تعمیر کے ساتھ

تیرے ہوتے نہ چھری پھیر کسی پر اے ترک
کاٹ ڈالونگا گلا گردنِ نخچیر کے ساتھ

ہون وہ دیوانہ رہا ہو کے بھی زندان مین رہا
کٹ گئے پانون بھی شاید مرے زنجیر کے ساتھ

دی سزا اُس نے گناہون کی مجھے ہنس ہنس کر
دُرِ نایاب ملے دُرّۂ تعزیر کے ساتھ

تیرے پھنستے ہی ستمگر سے چھُٹا شوقِ شکار
کٹ گئے تیر کے پر بازوے نخچیر کے ساتھ

بھر دیا درد یہ رگ رگ مین غمِ گیسو نے
ہڈی ہڈی مری غل کرتی ہے زنجیر کے ساتھ

خطِ رخسار کو اُس مہر کے کیا یاد کیا
شرح شمسیہ پڑھی حاشیۂ میر کے ساتھ

ناتوانی سے یہانتک ہین اسیری مین شریک
پانون اُٹھ جاتے ہین اب نالۂ زنجیر کے ساتھ

اسطرح ساتھ ہے گردون کے مرا نالۂ دل
جسطرح راہ مین رہتا ہے عصا پیر کے ساتھ

بات سیدھی مری ہو جاتی ہے اُلٹی جو امیر
ضد ہے شاید مری تقدیر کو تدبیر کے ساتھ

اُنس رکھتا ہے بہت نالۂ شبگیر کے ساتھ
دل نکل جائے نہ یارب کہین اس تیر کے ساتھ

حوصلہ وار لگانے کا عبث ہے او ترک
کھنچ گئی روح بدن سے تری شمشیر کے ساتھ

او کماندار یہ چستی کی صفائی کا ہے لطف
دل بھی پہلو سے نکلجائے ترے تیر کے ساتھ

خوب دیکھا تو نہین کوئی کسی کا بسِ مرگ
طفل ہمراہِ جوان ہے نہ جوان پیر کے ساتھ

قتل کرتے ہین وہ مین اُنکو دعا دیتا ہون
چلتی ہے میری زبان یار کی شمشیر کے ساتھ

چرخ گردان ہی وہی رستم و سہراب کہان
تھک گئے کیسے جوان دوڑ کے اس پیر کے ساتھ

صید اُس تُرک کا بچتا نہین کتنا بھاگے
کوسون آتی ہی قضا دوڑ کے نخچیر کے ساتھ

یار کی حُسن جوانی کو مٹاتا ہے فلک
مین بھی مٹ جاؤن الٰہی اسی تصویر کے ساتھ

حُسن صورت نے مُصوّر کو کیا مستغنی
ہاتھ کھینچا ہے جہان نے تری تصویر کے ساتھ

کب پھرین گوشہ نشین لاکھ زمانہ پھر جائے
قطب گردش نہین کرتا فلکِ پیر کے ساتھ

مین صبحون کا ہون بیمار مرے نسخے مین
عرقِ شیر بھی ہو قرص طباشیر کے ساتھ

قابلِ نطق نہین کلک کے مانند زبان
خامشی خلق ہوئی ہی مری تقدیر کے ساتھ

ظلم یاد آتے ہین اُس بُت کے جو پڑھتا ہون نماز
مُنھ سے فریاد نکل جاتی ہی تکبیر کے ساتھ

پہلوے مہر مین ذرہ نظر آئے سب کو
حُور کا نقشہ جو کھینچین تری تصویر کے ساتھ

ہون وہ نخچیر مجھے دیکھ کے یہ گھبرایا
دست قاتل سے کمان چھوٹ گئی تیر کے ساتھ

کیا عجب مین بھی شہیدون مین ہون محسوب آمیر
اُنس رکھتا ہون بہت حضرت شبیرؑ کے ساتھ

پڑھ کے تصویر سے لاغر ترا حیران ہی کچھ
ہڈیان چار بدن مین ہین فقط جان ہے کچھ

وصل کی راتین بڑی ہجر کی چھوٹی ہون اگر
یہ تو کہہ اسے فلک اسمین ترا نقصان ہے کچھ

میرے مرنے کی خبر کوئی کہے تو اُس سے
کیون موا کیا نہ سمجھ جائے گا نادان ہے کچھ

وصل مین بولے وہ گھبرا کے مری صحبت سے
کیا کرے بات کوئی اس سے یہ انسان ہے کچھ

یاد غیرون کو تو ہر وقت کیا کرتے ہو
یہ تو فرماؤ ہمارا بھی کبھی دھیان ہے کچھ

حال پوچھے جو وہ قاصد فقط اتنا کہنا
آج کل غم ہی بہت سخت پریشان ہے کچھ

دیکے بوسہ مجھے وہ وصل مین کہتے ہین امیر	سچ بتا دل مین ترے اور بھی ارمان ہی کچھ
رند مشرب ہم ہوئے دستِ سبو پر دھر کے ہاتھ	دستگیری اب ہی ساقی ساقیٔ کوثر کے ہاتھ
عشقِ بُت بتخانے سے جانے نہین دیتا مجھے	دب گیا ہی کیا کرون زاہد تلے پتھر کے ہاتھ
دخل جو رکھتا ہی فن مین قدردان ہوتا ہی خوب	بیچیئے آئینۂ دل چل کے اسکندر کے ہاتھ
لاش بھی مدفون اُسی کے کوچے مین ہو یا خدا	دامنِ جلاد آیا ہے مجھے مر مر کے ہاتھ
اسلیئے تا جا کے نامہ کوئی دے جائے فریب	خط مجھے بھیجا تو بھیجا اُسنے بازیگر کے ہاتھ
سخت جانی مجکو شرمندہ نہ قاتل سے کرے	آبرو اب اہی گلو ہے تیزیِ خنجر کے ہاتھ
فصلِ گُل آئی ہوے سب مست اب کیسا لحاظ	گردنِ قاضی مین ہین مستِ مےِ احمر کے ہاتھ
لاکھ ہون سامان دولت ایک بھی رہتا نہین	دونون خالی پائے بعدِ مرگ اسکندر کے ہاتھ
دستِ نازک سے اُٹھین گے کب کڑے بھاری امیر	گر اُٹھے سیری تو باندھون سامنے زرگر کے ہاتھ

ردیف یاے تحتانی

زیور سے بڑھ کے تجکو تری چال ہو گئی	موجِ خرام پاؤن مین خلخال ہو گئی
زلف اُسکی مُرغِ دل کے لیے جال ہو گئی	چوٹی گندھی تو جان کا جنجال ہو گئی
اللہ رے گرمیان ترے وحشی کی ای پری	زنجیر پاؤن مین جو پڑی لال ہو گئی
کیسا سلوک مجھ سے کیا اشکِ شرم نے	زائل سیاہیِ خطِ اعمال ہو گئی
خوش خوش سمندِ ناز کو دوڑا رہے ہین وہ	کیا غم کسی کی لاش جو پامال ہو گئی
چھوٹا جو ہجر حُسن پڑے ہم عذاب مین	فرقت مین جو گھڑی تھی وہ گھڑیال ہو گئی
دریا ہماری لاش کو غربت مین کون غسل	رو دی جو چشمِ تر وہی غسال ہو گئی

یہ وصف مین کیا شعرا نے مبالغہ
نقطہ دہانِ تنگ کمر بال ہوگئی

ملتے نہین جو سکۂ داغِ جنون ہمین
اى عشق بند کیا تری ٹکسال ہوگئی

دل مل گئے وصال کے سودا اٹھہر گیا
اُلفت کی آنکھ بیچ مین دلال ہوگئی

ادبار تھا فراق تھا جب تک کہ یار سے
وہ مل گئے ترقیِ اقبال ہوگئی

راتون کو چھپ کے آنے لگا ہو وہ مہروش
ہر شام صبحِ غُرّہ شوال ہوگئی

پایا نہ اُس سے تو نے کبوتر جوابِ خط
آنکھ اِس سے روتے روتے تری لال ہوگئی

آیا تھا سوے حشر مین تفریح کے لیے
یان تو شروع پرسشِ اعمال ہوگئی

ساقی ہو دختِ رز سا حسین کون خوش مزاج
کین اور گرمیان جو کئی سال ہوگئی

آرایش اُسکی زلف نے کس کس طرح سے کی
ہنسلی گلے مین پانون مین خلخال ہوگئی

محفل مین کہ رہی ہی انا الحق پکار کے
منصور کی زبان تری مُہنال ہوگئی

کرتے ہین فاقے فرقتِ زلفِ سیاہ مین
یہ کال کا ہمارے لیے کال ہوگئی

اچھا ہوا کہ مرگ سے ہم پہلے مر گئے
ہونی تھی جو امیر وہ فی الحال ہوگئی

چاہئے ہمکو تو اُس کا چاہیے
وہ ہمین چاہے تو پھر کیا چاہیے

دل نے جب پوچھا مجھے کیا چاہیے
درد بولا اُٹھا تڑپنا چاہیے

کان جب آواز سنتے ہین تری
آنکھ کہتی ہے کہ دیکھا چاہیے

بوالہوس اور ادّعاے سوزِ عشق
داغ کھانے کو کلیجا چاہیے

دل مرا کہتا ہے سنکر سورِ حشر
یہ نمک نے خمون پہ چھڑکا چاہیے

وعدہ آنیکا ہے اُنسے خواب مین
خواب کب آتا ہے دیکھا چاہیے

حرصِ دنیا کا بہت قصّہ ہی طول
آدمی کو صبر تھوڑا چاہیے

طالبِ بے پردگی ہو اُنسے حُسن
شرم کہتی ہے کہ پردا چاہیے

امتحان ہی دوست دشمن کا عبث
یہ تو اپنے دل سے پوچھا چاہیے

دوست میرا ہنس رہا ہی غیر سے
جان کو دشمن کی رو دیا چاہیے

خشک لب ہین صورت دریا تو ہون
وسعت دل مثل دریا چاہیے

ترک لذت بھی نہین لذت سے کم
کچھ مزہ اسکا بھی چکھا چاہیے

ق

یون وہ بولے ہین جب اُنسے کہا
چاہنے والون کو چاہا چاہیے

تمنے چاہا مجکو مین نے غیر کو
اپنا اپنا جی اِسے کیا چاہیے

ہے مزاج اُسکا بہت نازک امیر
ضبط اظہار تمنا چاہیے

مشکل آسان ہوئی تیرے گنہگارون کی
حیف مُنھ موڑ گئی باڑھ بھی تلوارون کی

ہچکیون کی ملک الموت نے بٹھلائی ہی ڈاک
موت کے گھر مین ہی دعوت ترے بیمارون کی

کرنہ انکار مرے خون سے ای تیر فگن
دیکھ کچھ کہتی ہی سُرخی ترے بیمارون کی

چلو سر پھوڑتے ہین چار کھڑے روتے ہین
مجلس وعظ نہین بزم ہے میخوارون کی

اِک ذرا پانون اُٹھائے ہوئے ای توسن عمر
مُدتون سے خبر آئی نہین کچھ یارون کی

ٹھول کر بال جو آتے ہین وہ زندان کی طرف
کچھ بڑھا جاتے ہین میعاد گرفتارون کی

دم نکلنے پہ بھی اُن ابرون کا دھیان رہا
قطع کی راہ عدم چھاؤن مین تلوارون کی

دل شکستہ ہے جو توبہ تو عجب کیا زاہد
ہے نکالی ہوئی صحبت سے یہ میخوارون کی

سب کو پاس اپنے بلاتا ہی یہ ہی عفو کا حکم
بیگناہون سے صف آگے ہو گنہگارون کی

پنجے پر طائرون کو دیتا ہی صیاد قضا
قینچیان پہلے عطا ہوتی ہین منقارون کی

خون گرفتہ ہوئے ہین الماس مری سنکر آہ
ڈاک بٹھلائی ہے قاتل نے خبردارون کی

ہائے کیسی ہی کڑی اُف نہین کرتے عاشق
قید آواز بھی ہی اُن کے گرفتارون کی

ہین وہ وحشی ہون کہ جب کوچہ جانان مین گیا
سایہ پوشیدہ ہوا آڑ مین دیوارون کی

ہو مزہ وصل کا کیا ہوش اُڑا دیتی ہے ۔ بھینی بھینی مہک اے یار ترے ہارون کی

ہمہ تن فکر ہون مین فکر غزل کیا ہو امیر
شعرگوئی نہین خاطر ہے فقط یارون کی

سیر منظور ہے اُس ماہ کو بازارون کی ۔ اب چمک جائیگی تقدیر خریدارون کی
حد نہین کچھ مرے یوسف کے خریدارونکی ۔ پھونک دے شہر نہ گرمی کہین بازارون کی
اُنکی پلکون سے یہ قالب کیے تیرون نے تہی ۔ شکل پیکانون مین پیدا ہوئی سوفارون کی
نامہ بر کوچۂ قاتل کا یہ کافی ہے پتا ۔ مینھ وہان تیرون کا بوچھار ہے تلوارون کی
ہون وہ دیوانۂ گیسو کہ گریبان کے عوض ۔ چوٹیان ہاتھ مین رکھتا ہون مین کہسارون کی
گھر سے تو کھینچ کے شمشیر نکل تو قاتل ۔ بھیڑ چھٹ جائیگی دم بھر مین گنہگارون کی
گو کنارونکی ہوا سے نہین ہلتے ہین درخت ۔ ڈولیان ہین ترے خال کے بیمارون کی
دفعتہً پڑ گئی جب چاہ زنخدان پہ نگاہ ۔ جا رہین آنکھین گڑھے مین ترے بیمارون کی
مر گئے ہم تو بنا آئنہ خانے مین مزار ۔ دل سے اُلفت نہ گئی آئنہ رخسارون کی
اتنی توفیق معلم کو الٰہی ہو کہ دے ۔ ساتھ عیدی کے اُسے فرد گنہگارون کی
بوسۂ لب نہین دیتے وہ شکر رنجی سے ۔ تلخ ہو زیست نہ کس طرح نمکخوارون کی
داورِ حشر سے محشر مین کہین گے میخوار ۔ یہی ٹکڑی رہی جاتی ہے گنہگارون کی
ایسے زندان محبت مین ہین چوکی پہرے ۔ کہ نکل سکتی نہین جان گرفتارون کی
چٹکیان لین یہ کلیجے مین کہ دل چیخ اُٹھا ۔ دو گھڑی بیٹھے تھے کل بزم مین وہ یارون کی

گڑ گئی آپ مری لاش تہ خاک امیر
مر کے تکلیف گوارا نہ ہوئی یارون کی

مین رو کے آہ کرونگا جہان رہے نہ رہے ۔ زمین رہے نہ رہے آسمان رہے نہ رہے
رہے وہ جانِ جہان یہ جہان ہے نہ رہے ۔ مکین کی خیر ہو یارب مکان رہے نہ رہے

ابھی مزار پہ احباب فاتحہ پڑھ لین
پھر اسقدر بھی ہمارا نشان ہے نہ رہے

بس شباب ہے کیا اعتبار جمع حواس
کہ ایک شب سے سوا کاروان ہے نہ رہے

خدا کے واسطے کلمہ بتون کا پڑھ نہ زاہد
پھر اختیار مین غافل زبان رہے نہ رہے

ہمارے دل سے مٹے گا نہ داغ شوق سجود
جبین رہے نہ رہے آستان ہے نہ رہے

خزان تو خیر سے گذری چمن مین بلبل کو
بہار آئی ہوا اب آشیان ہے نہ رہے

چلا تو ہون پئے اظہار درد دل دیکھون
حضور یار مجال بیان ہے نہ رہے

کرونگا مرکے بھی میدان عشق مین تگ و تاز
سمند عمر روان زیر ران ہے نہ رہے

تڑپ رہی جو یہی دل کی بعد مرنے کے
زمین گور تہ آسمان ہے نہ رہے

قیام روح پہ قالب مین اعتماد نکر
کچھ اعتبار نہین میہمان ہے نہ رہے

روان ہے تیغ لگادے مرا بھی بیڑا پار
پھر اسطرح سے یہ کشتی روان ہے نہ رہے

شب وصال غنیمت ہے پھر خدا جانے
کہ صبح کو وہ قمر مہربان ہے نہ رہے

چلا ہون کوچۂ قاتل کو سر کے بھل دیکھون
یہ حال دل کا دم امتحان ہے نہ رہے

دو روزہ زیست غنیمت ہے ذکر حق کرلے
بدن مین جان دہن مین زبان ہے نہ رہے

اسیر جمع ہین احباب درد دل کہہ لے
پھر التفات دل دوستان رہے نہ رہے

زمانہ ہو گیا مدہوش چشم مست دلبر سے
تماشا ہے چھلکی محفل کی محفل ایک ساغر سے

پڑا ہی داغ میرے دل مین عشق قد دلبر سے
یہ سودا ہاتھ آیا ہے مجھے بازار محشر سے

گریزان کیون نہون اغیار میری آہ کو سنکر
شیاطین بھاگتے ہین نعرۂ اللہ اکبر سے

یہ چمن مین جاکے یہ گلرو نئی چالین دکھاتے ہین
گلون سے تن کے چلتے ہین اکڑتے ہین صنوبر سے

یہ روز و شب نہین کٹتے ہین غافل زندگانی کے
نکل جاتا ہے ہر روز اک دو ورقہ تیرے دفتر سے

بٹھا کر روبرو مجھکو جو دکھا اسنے آئینہ
مقدر لڑ گیا میرا اسکندر کے مقدر سے

جواب خط نہ لائے دونون آخر روز حشر آیا
الٰہی اب لڑون قاصد سے یا جھگڑون کبوتر سے

حسین کہتے ہین میرے دلکو پاکر اپنے مجمع مین
نکل کر اب کہان جاتا ہے یہ نخچیر لشکر سے

نہایت اُلفتِ چاہِ ذقن مین دل پریشان ہو
کنوئین مین گر پڑا ہی ہوسکے اب کیا شناور سے

نہ مانے طالبِ دُنیا تو دُنیا رنگ پر آئی
لگے ہین اس دُلہن نے لال کپڑے خونِ شوہر سے

نہین حاجت روا ہمجنس ہمجنسون کے دُنیا مین
یتیمون کی بُجھی ہی پیاس کسدن آبِ گوہر سے

رہا بیتاب حرصِ زر مین یہ سیماب کی صورت
بنا او تختۂ قبرِ مہوس مس کی چادر سے

چمن مین آکے زیرِ سایۂ انگور بیٹھا ہون
ٹپک کر گر پڑیگا کوئی تو دانہ مقدر سے

چڑھا جاتے تھے خُم کے خُم کبھی حلقے مین مستون کے
وہی ہم ہین کہ پھر جاتا ہی سر آبِ دورِ ساغر سے

غبارِ جہل اُڑا دیتا ہے فیضِ صحبتِ کامل
شعاعِ مہرِ تابان کم نہین سائے کو شہپر سے

خبر لے خیر دے اللہ میرا میرے قاتل کو
کہ سارا نامۂ اعمال دُھویا آبِ خنجر سے

یہ ایسا کس کے شہبازِ نظر کا تھا کہ رستے مین
لیا شاہین نے نامہ توڑ کر بازو کبوتر سے

آمیر اک قطرہ آنسو کا گران ہی ہوئے مژگان پر
گرہ رشتے کی سوزن کے لیئے بڑھکر ہے لنگر سے

ہوئین پُرنور آنکھین جلوۂ رُخسارِ دلبر سے
ہمارا طالعِ خوابیدہ چونکا شورِ محشر سے

چھکا دے بادہ خوارونکو شرابِ روحِ محشر سے
لٹا دے ساقیا دوران کو سرِ دورِ ساغر سے

تڑپ کر جب نکل چلتا ہون مین کوئے ستمگر سے
اشارہ کرتی ہین آپس مین تیغین چشمِ جوہر سے

ندامت سے عبث یہ زاہدانِ خشک روتے ہین
چھپے گی روسیاہی خاک اس پانی کی چادر سے

جوابِ خط نہین آیا ہی پیغامِ اجل آیا
لکھا تعویذ اُسنے قبر کا خونِ کبوتر سے

پلا دے بادہ ہمکو بخل اتنا بھی نہین اچھا
کہ خُم خالی نہو جائیگا ساقی ایک ساغر سے

ہلالِ کار کی صورت نظر آتی تو رو دیتا
برنگ اشک گرتا آئنہ چشمِ سکندر سے

درِ گوشِ صنم کے وصف مین لازم طہارت ہی
تیمم کیجیے گردِ یتیمی لیکے گوہر سے

پر پرواز کی حاجت ہو کیا رنگ پریدہ کو	شکستِ خاطر اہلِ جفا کے حق مین کم نہین پر سے
وہ منصف ہون جو خال وخط جانان کا بلا بوسہ	مگس کا شہد سے منھ بھر دیا مورون کا شکر سے
کیا قمری کو صیّاد ازل نے سرو کا قیدی	شکار اُڑتے ہوئے طائر کا کھیلا ہے پر سے
مین وہ دیوانۂ قامت ہون جاتا ہون جو گلشن مین	لپٹ جاتا ہی سایہ خوف کے مارے صنوبر سے
تری تیغ نگہ کا جب دم ایجاد دھیان آیا	سکندر نے زرہ پہنائی آئینے کو جوہر سے
مقدر ہی جو واژون ہو تو کام آتی ہی کب دولت	ہمیشہ خاک چھنوائی فلک نے کیمیا گر سے

جواب نامہ لکھکر طرفہ شوخی کی امیر اُسنے
کہ مقراض اُسیہ کی ظالم نے منقار کبوتر سے

پھولون مین اگر ہے بو تمھاری	کانٹون مین بھی ہوگی خو تمھاری
اُس دل پہ ہزار جان صدقے	جس دل مین ہو آرزو تمھاری
دو دن مین گل بہار کیا کی	رنگت وہ رہی نہ بو تمھاری
چٹکا جو چمن مین غنچۂ گل	بو دے گئی گفتگو تمھاری
مشتاق سے دور بھاگتی ہے	اتنی ہے اجل مین خو تمھاری
گردش سے ہے مہر و مہ کے ثابت	اُن کو بھی ہے جستجو تمھاری
آنکھون سے کبھو کمی نہ کرنا	اشکون سے ہو آبرو تمھاری
لو سرد ہوا مین ہم بسمل	پوری ہوئی آرزو تمھاری
سب کہتے ہین جسکو لیلۃ القدر	ہی کاکل مشکبو تمھاری

تنہا نہ پھرو امیر شب کو
ہی گھات مین ہر عدو تمھاری

جو ہی بہار اُسکو خزان کا خطر بھی ہے	ای باغبان بسنت کی تجکو خبر بھی ہے
گاہک ہو دون خاک جو ہر لوین کو نظر بھی ہی	یہ اشک خون تو لعل بھی ہی اور گہر بھی ہے

سینے سے دیکھ بھال کے ناوک کو کھینچنا
ناوک کے ساتھ یار کسی کا جگر بھی ہے

محشر مین ہونگے تیرے ستم کے یہ دو گواہ
ہمراہ زخمِ دل بھی ہی داغِ جگر بھی ہے

کونین مین ہی جلوۂ حسن و جمال دوست
ہی ایک روشنی کہ اِدھر بھی اُدھر بھی ہے

کیا یہ بھی تیری اُلفتِ عارض مین ہی مریض
تپ بھی ہی آفتاب کو دورانِ سر بھی ہے

کیا فائدہ کرین جو رفوگر سے التجا
صد چاک مثل جیب ہمارا جگر بھی ہے

فرقت کی شب مین کوئی پھٹکتا نہین ہے پاس
اُس مہر کی طرح سے گُریزان سحر بھی ہے

صد چاک ہی جو دل تو جگر داغدار ہے
دیکھو تو ایکجا یہ کتان بھی قمر بھی ہے

محبوب حق کا خاص یہ رتبہ ہے ای امیر
داخل ہو لامکان مین یہ حدِّ بشر بھی ہے

عمرِ روان کو جان کوئی موج آب کی
تارِ نفس نگاہ ہے چشم حباب کی

نوبت نہ آئی اپنے حساب و کتاب کی
اللہ شام بھی ہوئی روزِ حساب کی

مین وہ سیاہ کار ہون جب سے ہُوا ہون دفن
جلاتی ہے زمین مری مٹی خراب کی

امیدوار بارشِ ابرِ کرم ہین ہم
بجلی گرایئے نہ نگاہِ عتاب کی

اللہ رے قدر میرے گناہون کی روزِ حشر
تعظیم کو کھڑی ہوئی میزان حساب کی

سو جانین ہون تو تیغ پہ تیری فدا کرون
کیا جلد کٹ گئی ہے گھڑی اضطراب کی

باندھی ہی سردمہری گردون نے کیا ہوا
نکلی ہے برق اوڑھ کے کملی سحاب کی

مصروف یادِ دوست ہون ای منکر و نکیر
پوچھا کرو یہان نہین فرصت جواب کی

ڈرتے نہین ہو ساقیِ کوثر سے واعظو
منبر پہ بیٹھکر یہ مذمت شراب کی

بُلبُل کے جذبِ عشق سے گل اور اُڑ چلے
کھنچنے سے اور تیز ہوئی بو گلاب کی

چلتی ہی مثل موج جو وہ تیغ آبدار
مٹھی مین جان رہتی ہی ہر دم حباب کی

ایک ایک تل ہی عارضِ جانان کا لاجواب
قرآن کو احتیاج نہین انتخاب کی

یہ وجہ ہے جو عارض جانان پہ ہی نقاب — کرتی ہے جلد خوب حفاظت کتاب کی
ان غافلون سے غفلتِ دل اپنی کیا کہین — یہ دے سکینگے خاک نہ تعبیر خواب کی

وہ رشکِ ماہ منھ سے لگاتا نہین امیر
مٹی خراب ہے قدحِ آفتاب کی

چمکی یہ روے یار سے قسمت نقاب کی — جالی سے چھن رہی ہی کرن آفتاب کی
دولت لٹا رہے ہین وہ حُسنِ شباب کی — کیا جانے کیا سمجھ کے یہ سوجھی ثواب کی
کھوئی کدورتون نے ہماری صفاے دل — اس آئنے کی زنگ نے مٹی خراب کی
سجدے کیے یہ مین نے کہ خطِ جبین مٹا — ایسی ہوئی خوشی مجھے خطِ جواب کی
کیفِ ہواے وادیٔ وحشت سے مست ہون — آہو کی شاخ مجکو قلم ہے شراب کی
سوتے تھے وہ لپٹ کے کبھی ہم سے رات بھر — اب کیا کرین وہ ذکر کہ باتین ہین خواب کی
آئے وہ چاندنی مین ہوئے جب عرق عرق — گرمی ہی ماہتاب مین بھی آفتاب کی
ساحل کی سیر کو اگر آئے وہ بحرِ حُسن — دریا اچھالنے لگے ٹوپی حباب کی
نقشہ ہی اپنے روے کتابی کا بھیج دو — ہی ہمکو نقل و اصل برابر کتاب کی
دریا پہ یا خدا یہ چڑھی کسکی فوج اشک — چادر ہلا رہی ہی جو ہر موج آب کی
اندازسے جو پاتی ہے باہر مرے گناہ — زور اپنا تولتی ہے ترازو حساب کی
کیا قہر ہے کہ روز قیامت ہوا تمام — دیکھی گئی نہ فرد ہمارے حساب کی
واعظ تری سمجھ کے بھی قربان جائیے — قرآن مین تو طہور صفت ہو شراب کی
گلشن مین بلبلین ہین ہماری طرح سے مست — ساقی گلابیان ہین کہ قلبین گلاب کی

شہرت اگر نہ مری ہوا اس نام سے امیر
دُنیا مین آبرو نہ رہے آفتاب کی

مانگا جو بوسہ آنکھ دکھائی عتاب کی — تھا بے دہن تو بات بھی کیا لاجواب کی

کیا قہر ہے کہ چھوڑ کے بھٹی شراب کی
بھیجا بہشت مین مری مٹی خراب کی

موسیٰ کو یہ چڑھی ہو کہ برق جمال تھی
اک نہ اتر گئی تھی تمھارے نقاب کی

ہم پیپ چھیجئے تو طارم انگور کے تلے
تارون کی چھاؤن مین ہو بہار آفتاب کی

انسان کا دل تلاطم الفت صد آفرین
دیکھو بساط کیا ہے غریب اک حباب کی

کس شہسوار حسن کا ہے اسکو انتظار
ابتک کھلی ہوئی ہین جو آنکھین رکاب کی

آواز صور سن کے مین کیون اٹھ کھڑا ہوا
کچھ یہ تو ایسی بات نہ تھی اضطراب کی

نقاش کیا تمام مرقع نے رو دیا
تصویر دیکھکر مری چشم پر آب کی

دنیا ہی مین سزا مجھے غفلت کی ہوگئی
تعبیر خواب ہی مین ملی مجکو خواب کی

اللہ رے جوش شرم معاصی کا بعد مرگ
چادر مرے مزار کی چادر ہو آب کی

تا سب پہ شان عفو نمایان ہو روز حشر
چن لی ہو اُسنے فرد ہمارے حساب کی

ساقی کا دل ضرور مکدر ہے کچھ نہ کچھ
تلچھٹ ہوئی ہو ہمکو عنایت شراب کی

غم مین بشر ہو کیون نہ بشر کا شریک حال
تڑپی جو موج آنکھ بھر آئی حباب کی

احسان سر پہ ناخن شمشیر یار کا
کیا دل سے کھولدی ہو گرہ پیچ و تاب کی

دیکھو تو اتحاد ذرا حسن و عشق کا
بلبل کے آنسوؤن مین ہے خوشبو گلاب کی

ان غافلون سے غفلت دل کیا کہین امیر
مردے نہ دے سکین کبھی تعبیر خواب کی

وہ چاٹ دون کہ رہے نہ مذمت شراب کی
واعظ کے منھ پہ مہر لگا دون کباب کی

پردہ چمک ہے اسکے رخ بے حجاب کی
حاجت ہی کیا نقاب پر اسکو نقاب کی

ساقی مین رند دیکھ کے دوزخ کو روز حشر
سمجھا کہ گرم ہے کوئی بھٹی شراب کی

کیا بیحساب حشر مین چھوٹین گناہگار
باری جو پہلے آئے ہمارے حساب کی

گریان وہ ہون کہ جب مری تربت پہ آگیا
چادر چڑھائی ابر نے رو رو کے آب کی

قالب مین روح بند فرشتون نے کی عبث
بیفائدہ غریب کی مٹی خراب کی

محرم عرق مین ڈوب کے آبِ روان بنی
دیوار لہر کی ہے کٹوری حباب کی

خواہش بجائے نشۂ مے سوز دل کی ہے
ساقی شراب دے مجھے اشک کباب کی

حیران ہین جا کے اہل عدم سے کہین گے کیا
جی بھر کے سیر کی نہ جہانِ خراب کی

مقتل ترا تمام زمانے سے ہے جُدا
قاتل ہی ہجر تیغ ہے موج اضطراب کی

کتنا دنی ہی چرخ جو مہمان ہوے مسیح
دی ایک نانِ خشک، اُنھین آفتاب کی

دکھلا رہی ہی دختر رز رنگ برق طور
چوٹی ہی طور کی مجھے بوتل شراب کی

دی جان کسنے وادیِ غربت مین تشنہ لب
ہی موج موج چاکِ گریبان سراب کی

فرقت مین ہی یقین کہ شبِ زندگی ہو صُبح
پیدا ہے درد دل مین چمک آفتاب کی

اُس بُت پہ عاقبت دلِ ناصح بھی آگیا
اللہ نے ہماری دعا مستجاب کی

فرقت مین دل جلاتی ہی بوے کباب امیر
رہ رہ کے موجین آتی ہین مجھکو شراب کی

حالت لکھی ہی رو کے اُسے اضطراب کی
سطرین کہ پیچ و تاب مین موجین ہین آب کی

آئے مزار پر ہوئی خفّت عذاب کی
مُدّت کے بعد راہ چلے وہ ثواب کی

نیرنگیان ہین طرفہ رُخِ بے نقاب کی
سُرخی شفق کی ہی تو چمک آفتاب کی

تم شہسوارِ حسن ہو لگ جائیگی نظر
گھوڑے سے اُترو آنکھ بچا کر رکاب کی

زاہد جانتے ہین جسے آفتابِ حشر
تصویر ہے وہ دخترِ رز کی رکاب کی

وہ بدنصیب ہون کبھی جاؤن جو مین اُدھر
اُڑ جائے میکدے سے ہر اک بط شراب کی

لختِ دلِ برشتہ نکلتے ہین چھد کے ساتھ
ہر مدّ آہ سیخ ہے گویا کباب کی

ساقی وہ ہمکو موسمِ گل مین شراب دے
خوشبو ہو جسمین مشک کی رنگت شہاب کی

وہ بے نشان ہین کہ فرشتون کو روز حشر
ڈھونڈھے ملی نہ فرد ہمارے حساب کی

وقتِ ثنا نزاکتِ جانان کو دیکھنا
موج آ گئی جو لگ گئی ٹھوکر حباب کی

عاشق پسند کیون نہ کرین ہر چشم یار
میکش کو خوشگوار ہی تلخی شراب کی

طفلی سے مجکو بادہ کشی کا ہے ذائقہ
ملتی تھی شیر دایہ مین لذت شراب کی

رکھو کمر یہ دستِ حنائی نہ رقص مین
اس مو کو احتیاج نہین کچھ خضاب کی

اُٹھ اُٹھ کے بیٹھ بیٹھ گیا راہِ شوق مین
میرے غبار نے مری مٹی خراب کی

وہ مست بیخبر ہے نہ سمجھے گا واعظو
کہئے امیر سے نہ عذاب و ثواب کی

ہم غش مین اُسکا روزنِ دیوار بند ہے
کیا آنکھین کھولیے رہِ دیدار بند ہے

خلقت کو ہی یہ اُسکے نظارے کا اشتیاق
کھڑکی ابھی کھلی نہین بازار بند ہے

رستم کا منھ ہے یہ کہ دمِ جنگ منھ چڑھے
لاکھون یہ بھی نہین تری تلوار بند ہے

توبہ کا در تو وا ہے وہین جا رہین گے ہم
کچھ غم نہین اگر درِ خمّار بند ہے

خوش چشم جتنے ہین وہ تجھے دیکھکر ہین غش
گلشن مین چشم نرگسِ بیمار بند ہے

یوسفؑ کو پوچھتا نہین کوئی ترے حضور
مدت ہوئی کہ مصر کا بازار بند ہے

بلبل کو وصلِ گل ہو مبارک کہ دیر سے
سوتا ہے باغبان درِ گلزار بند ہے

چپ لگ گئی ہی تیرے لبِ لعل کے حضور
مانندِ غنچہ لال کی منقار بند ہے

یارب جہان مین عید ہو جاوے یہ عام
مدت سے میفروش کا دربار بند ہے

سبحہ لیے تھا ہاتھ مین ای بت جو کل تلک
وہ آج تیرے عشق مین زنار بند ہے

ارشاد جو ہوا تھا زبان سے دمِ نخست
بندہ اُسی کا آج تلک کاربند ہے

اور ون کا ذکر کیا لبِ جان بخش کے حضور
عیسیٰؑ کا ناطقہ دمِ گفتار بند ہے

اظہارِ خط ہو اُس رخِ گلرنگ پر امیر
یا گل کے گرد باغ مین یہ خار بند ہے

بے وجہ ایک ماہ لقا سے بگڑ گئی
تقدیر کیا فلک کی جفا سے بگڑ گئی

سونگھی جو بوے زلف بڑھا اپنا درد دل
طبع مریض اور دوا سے بگڑ گئی

پوچھو خرابی تنِ خاکی کا کچھ نہ حال
تعمیر اُس مکان کی بنا سے بگڑ گئی

جا کر مسیح اور مریضون کو دین شفا
اپنی تو سانس قم کی صدا سے بگڑ گئی

کیسا فتور چار عناصر مین پڑ گیا
پانی سے آگ خاک ہوا سے بگڑ گئی

اپنی طرف سے فکر ہے لازم بناؤ کی
بگڑی جو خوے یار بلا سے بگڑ گئی

سامع خدا ہے قصۂ موسیٰ دلیل ہے
اچھون کی بھی برونکی دعا سے بگڑ گئی

کچھ دل کا حال گرد کدورت سے خوب تھا
اس آئینے کی شکل جلا سے بگڑ گئی

ہمکو چمن سے کیا کہ ہوا خواہ دام ہین
گلچین سے باغبان سے صبا سے بگڑ گئی

حاضر ہے دوسرا نہ سہی ایک نامہ بر
ہُدہُد سے بنگئی جو ہما سے بگڑ گئی

ہم مست بوسۂ لبِ ساقی ہین اے امیر
بگڑی جو دُختِ رز سے بلا سے بگڑ گئی

دم بھر بھی دم اب اُنکے گنہگار لے چکے
وہ مہر قتل میان سے تلوار لے چکے

جس طرح ہوگا نازبتون کے اُٹھائین گے
ذمے مین اپنے ہم تو یہ بیگار لے چکے

دھمکا رہی ہی گرمی بازار حشر کیا
ایسے حرارے تو ترے بیمار لے چکے

ہم بڑھ چلے جو وصل مین بولے وہ ناز سے
بس بس کہ بوسے ایک کے تم چار لے چکے

طاؤس و کبک خاک اُڑائینگے اُنکی چال
ٹھوکر ہزار جا دم رفتار لے چکے

دیکھین کر اب تغافل ساقی دکھائے کیا
انگڑائیان خمار مین میخوار لے چکے

ٹھہرے جو کوے یار مین دربان نے یون کہا
آگے بڑھو کہ دم پس دیوار لے چکے

وہ حُسن اب کہان کہ ہوا آشکار خط
رُخ کی بلائین گیسوے خمدار لے چکے

بس بس زبان روک لو اتنا نہ بڑھ چلو
ہم چپ ہین آپ دون کی سو بار لے چکے

ملتی نہین ہی نقد دو عالم پہ جنس وصل
قیمت یہ ہے نو مول خریدار لے چکے

پر دل ہے جسم کیا صدف بے گہر ہے آب
جلاد جان سا دُرِ شہوار لے چکے

اہلِ جہان کو بستر آرام ہو نصیب
کروٹ کہین زمانۂ غدار لے چکے

کیا ہاتھ آئے اہلِ ہوس کو وہ مشک زلف
سودا یہ جان دے کے خریدار لے چکے

آئے کبھی نہ آپ زیارت کے واسطے
ہم تعزیہ بھی بن کے عزادار لے چکے

کب تک کٹے امیر پریشانیون مین عمر
بل کی کہین وہ طرۂ طرار لے چکے

ایک پوشیدہ کمر یار نے کیا رکھی ہے
آنکھ بھی تنگی دہن ہم سے چرا رکھی ہے

کھینچ شمشیر ادا میان مین کیا رکھی ہے
یہ بھی کیا نکتہ ہی قاتل جو چھپا رکھی ہے

ہجر مے بیٹھ کے مسجد مین نہ کراہی واعظ
ایسی شے ہے کہ قیامت پہ اُٹھا رکھی ہے

اک ذرا وحشت دل بڑھ کے خبر تو لینا
خاک کیا نجد مین مجنون نے اُڑا رکھی ہے

بزم مے مین جو گئے ہم تو کہا ساقی نے
اک صراحی تری خاطر بھی لگا رکھی ہے

نگہِ ناز سے بھی دیکھ جو کہتا ہے حلال
یہ ادا کس کے لیے تو نے اُٹھا رکھی ہے

سامنے کر کے نگہ مجھ سے یہ قاتل نے کہا
کہ ترے دم کو یہ تلوار لگا رکھی ہے

نہ دکھاتے ہین کمر کو نہ دہن کو یہ بت
اچھی جو چیز تھی وہ آپ اُڑا رکھی ہے

حشر کے دن نہ شکایت مین کمی کر اے دل
اب یہ کس دن کے لیے تو نے اُٹھا رکھی ہے

نمک افشان جو ہوا زخم پہ وہ ہنس ہنس کر
مین یہ سمجھا کوئی قاتل نے دوا رکھی ہے

غیر کے ساتھ وفا کر کے وہ مجھ سے بولے
یہ وہی بات ہی جو تمنے بنا رکھی ہے

جا کے آئے اُسے پھر نہ مین جھگڑون نہ لڑون
مختصر بات ہی ناصح نے بڑھا رکھی ہے

نزع مین آؤ تو اُسکو بھی تصدق کر دین
جان اک سدِ رمق ہمنے بچا رکھی ہے

یار مختار ہی جو چاہے کرے ہمسے امیر
گردنِ عجز تہ تیغ رضا رکھی ہے

کیا دور ہی یہ اُس کے جمال و جلال سے | چیتے سے چھین لے کمر آنکھین غزال سے
ڈالی سپر نجوم نے اُس رُخ کے خال سے | ابرو نے بڑھ کے نیچہ چھینا ہلال سے
واقف ہون اہل غیب جو اپنے مآل سے | سُرمہ بھی پھر لگائین تو گردِ ملال سے
بوسہ نہ کس حسین کا ملا باغِ حسن مین | ایک ایک پھول توڑ لیا ہر نہال سے
یہ رنگ جلد جلد بدلتا ہے وہ نگار | آئینہ شہر مین ہے ہجوم مثال سے
یہ کیف حسن ہی کہ تصور سے ہوش اُڑین | ہوتا ہے مست کب کوئی مُے کے خیال سے
سمجھا مین جبین گوشۂ ابرو سے ہوکے صید | مارا فلک نے تیر کمانِ ہلال سے
ہندون کو چشم شوق بُتون کو دیا جمال | واقف ہی کون مصلحت ذوالجلال سے
کیا کیا چمک کے نکلتے ہین مہر و ماہ | گُل کیسے بن کے چھو گئے کیا تیرے گال سے
سنبل نظر پڑا نہ کوئی گل نظر پڑا | خوشبو مین بڑھ کے زلف سے رنگت مین گال سے
صیاد مین تو طائر رفعت پسند ہون | لٹکا مرے قفس کو تو شاخ ہلال سے
انجام کو نہ سوچ جو دنیا کی ہو طمع | ہاتھ آئے مال مُد جو گرا دین مآل سے
نگین جو مین ہوا تو ہوا اُنکا صاف دل | چمکا یہ آئینہ مری گردِ ملال سے
دکھلا کے آنکھ دل نہین مجھ مست کا لیا | تم نے شکار شیر یہ کھیلا غزال سے
بیچارہ ذقن مین دل ہی مین غافل ہزار حیف | یعقوب کو خبر نہین یوسف کے حال سے
دونون جہان مین ہی قیامت کا سامنا | اللہ کے جلال بتون کے جمال سے
مُردے پہ میرے آ کے نکالا غبار دل | مٹی وہ دے گئے مجھے گردِ ملال سے
ہم چودھوین کا چاند ہو تو اپنے واسطے | کیا فائدہ کسی کو کسی کے کمال سے
مین کیا ہون کارے ہی ہی قضا مارے شرم کے | چلتی ہی تیغ یار نئی چال ڈھال سے
عاشق کا جی ڈبو کے چلے آپ ڈوبنے | ایسے عرق عرق وہ ہوئے انفعال سے

جو چاہیے سو مانگئے اللہ سے امیر | اُس پر یہ آبرو نہین جاتی سوال سے

وہ تیغ آب گون ہو فسان پر لگی ہوئی
دل کی نہ بجھے گی آج مقرر لگی ہوئی

فرصت حساب حشر سے ہو جلد ہے یقین
فرد حساب ہے سر دفتر لگی ہوئی

افتادہ کوئی مجھ سا کہان راہ عشق مین
قدمون سے میرے رہتی ہے ٹھوکر لگی ہوئی

کمرے مین اسکو دیکھ سکین کیا نظارہ باز
چلمن کے نیچے اور ہے چادر لگی ہوئی

جلتا ہے سینہ بہتے ہین آنکھون سے اپنے اشک
باہر ہے آب آگ ہے اندر لگی ہوئی

جاتا نہین ہے دل سے رخ آتشین کا دھیان
لو آگ سی ہے مثل سمندر لگی ہوئی

اللہ ری دید چہرۂ قاتل کا اشتیاق
ہے ہمکو ٹکٹکی تہ خنجر لگی ہوئی

پوچھو ملال سوزش پروانہ شمع سے
آنسو رواں ہین خاک ہے منھ پر لگی ہوئی

غم سے بقائے دل ہے تو دل سے بقائے غم
دونون طرف ہے شرط برابر لگی ہوئی

کیونکر ہو حسن چہرۂ صیاد آئینہ
ٹٹی ہے مثل سد سکندر لگی ہوئی

ٹوٹا خم سپہر گرا جام آفتاب
یان ہے امید شیشہ و ساغر لگی ہوئی

ہے راستی مزاج مین کہتا ہے صاف صاف
رکھتا نہین وہ شک صنوبر لگی ہوئی

آئینے مین جو اسکے رخ و چشم کا ہے عکس
نرگس ہے یاسمین کے برابر لگی ہوئی

اک دن تو کیجئے مرے آنسو کو زیب گوش
لو ہے اسے بھی صورت گوہر لگی ہوئی

وہ سیر بام کرتے ہین ہمراہ غیر کے
یان آنکھ چھت سے رہتی ہے شب بھر لگی ہوئی

عالم ہے کیا شراب کا مینائے صاف مین
تصویر ہے یہ شیشے کے اندر لگی ہوئی

قاتل اک اور ہاتھ لگائے خدا کرے
ہر دم یہ آس ہے تہ خنجر لگی ہوئی

آب خضر ملا نہ سکندر کو اے امیر
ہر سعی مین ہے شرط مقدر لگی ہوئی

ہو سرد آگ عشق کی کیونکر لگی ہوئی
دل کی بجھا سکے نہ سمندر لگی ہوئی

دیکھین کب آئے گھر مین ہمارے وہ ماہرو
آنکھین ہین شام سے طرف در لگی ہوئی

تو جسکا نام بھی نہین لیتا کبھی اُسسے
رٹ تیرے نام کی ہے برابر لگی ہوئی

خط میرا لیکے کوچۂ قاتل کو جب چلا
پیچھے چلی قضا لئے کبوتر لگی ہوئی

شاید ہی صبح کو اُسے منظور قتل عام
اک بھیڑ ہے جو شام سے در پر لگی ہوئی

کس دوست نے کیا ہی خدا جانے ہمکو یاد
ہچکی ہے نزع مین جو برابر لگی ہوئی

کیونکر نہ حال غیب ہو مستون پہ آئنہ
ہے دُور بین دیدۂ ساغر لگی ہوئی

ہمخانہ گو کہ یار سے رہن پر جُدا ہین ہم
ہے بیچ مین قنات سراسر لگی ہوئی

دور فلک سے اُنکو نہین بوریا نصیب
جنکے لیے تھی مسندِ پُرزر لگی ہوئی

دُر دِ سخن سے معنی رنگین کو کیا خطر
منھدی لگائیگا کوئی کیونکر لگی ہوئی

کو نہین ہین بچے گا نہ اب کوئی قتل سے
ہے سان پردہ تیغ دو پیکر لگی ہوئی

مضمون جو قد یار کے لکھتا ہے یہ بلند
کیا ہے قلم مین شاخ صنوبر لگی ہوئی

بارش ہین ساتھ غیر کے پیتے ہین وہ شراب
اشکون کی یان جھڑی ہی برابر لگی ہوئی

عاشق کچھ آج کل سے نہین ہین بتونکے ہم
اک عمر سے یہ چوٹ ہی دل پر لگی ہوئی

غیرون پر آب خنجرِ قاتل سبیل ہے
ہے ہمکو پیاس والے مقدر لگی ہوئی

اے ترک کب کسی سے ہوئی تیری تیغ صاف
دل کی تو بسملون سے کہی پر لگی ہوئی

ساقی کمال پیاس ہی جلتا ہی یان جگر
لا جلد برف مین مے احمر لگی ہوئی

جا پڑیگا سوئے زلف دل اک دن ضرور امیر
ظلمت کی دُھن ہے مثل سکندر لگی ہوئی

خوشخرامی پہ جو اُس بت کی طبیعت آئی
چال اُڑنے کو بے پانون قیامت آئی

اک بلا سر سے ٹلی دوسری آفت آئی
شب فرقت جو گئی صبح قیامت آئی

اے اجل باندھ کمر وقت ترا آ پہونچا
دن ڈھلا دیکھو وہ شام شب فرقت آئی

ہم ترے کشتۂ رفتار ہین کیا ہم کو خبر
کب پھونکا صُور کب اے یار قیامت آئی

دلِ پُرسوز کا نوحہ جو میں پڑھنے بیٹھا	داد دینے کے لیے بزم میں رقت آئی
تیغِ قاتل سے تھی اُمید بڑی والے نصیب	وہ بھی مُنھ موڑ گئی جب مری نوبت آئی
ہاتھ میں نے جو بڑھایا کبھی گیسو کی طرف	بولے وہ دیکھیے پھر آپ کی شامت آئی
حال بیمارِ محبت کا یہ آخر کو ہُوا	ملک الموت کو بھی دیکھ کے رقت آئی
تھی تو کچھ دل میں کھٹک درد کی پہلے سے مگر	پاس سے آپ کا جانا کہ قیامت آئی
اُلفتِ ساقیِ کوثر کی جو یاد آگئی موج	سمجھے ہم ہاتھ کلیدِ درِ جنت آئی
میہمان سے کبھی خالی نہ رہا گھر میرا	یاسِ رخصت جو ہوئی دل سے تو حسرت آئی
ذرّے عکسِ رُخِ روشن سے بنے ریزۂ زر	خود بدولت مرے گھر آئے کہ دولت آئی
ذرۂ مہر ہوئے ہم کبھی پروانۂ شمع	جس جگہ دیکھ لیا حُسنِ طبیعت آئی
ہوں وہ مایوس کہ دُنیا سے جو اُٹھا میں امیر	گور تک بیٹھی روتی مجھے حسرت آئی

نگہِ ناز کام کرتی ہے	دم میں ترکی تمام کرتی ہے
آکے محفل میں دخترِ رز شب بھر	نیند سب کی حرام کرتی ہے
ٹھہرے ہیں دل میں میرے یوں غم و درد	فوج جیسے مقام کرتی ہے
جانتا ہوں وہ بیدہن ہیں مگر	خلق کچھ کچھ کلام کرتی ہے
بد بلا ہے تری سیاہی خط	صبحِ عارض کو شام کرتی ہے
شیخ صاحب اُٹھا کے دیکھو آنکھ	دخترِ رز سلام کرتی ہے
کیا وہ آئیں گے میری میّت پر	خلق جو ازدحام کرتی ہے
ڈر کے میری شبِ جُدائی سے	کالکا رام رام کرتی ہے
اُسکے کوچہ میں روح خواب میں روز	سیرِ دارالسلام کرتی ہے
چلتی ہی جس جگہ کہ تیغ اسکی	خود قضا اہتمام کرتی ہے

شب کو ہوتا ہے وہ جو بے پردہ	چاندنی سیر بام کرتی ہے

الفت اسکی مٹا مٹا کے مجھے
اے امیر اپنا نام کرتی ہے

بہار آئی عجب حالت ہے ان روزون میرے دل کی	جگر مین چٹکیان لیتی ہین منقارین عنادل کی
سفر مین مجھ سے کہتی ہے کشش ہر دم مرے دل کی	کہ وہ بھی پوچھتے آتے ہی ہونگے راہ منزل کی
جہان ہم بیٹھ گئے تو اُٹھ گئے ہم کچھ نہین پروا	غضب یہ ہے کہ گردن اُٹھ نہین سکتی ہے قاتل کی
نئے بانکے بنے ہو تم نئی شمشیر باندھی ہے	نگاہ حسرت آلودہ نہین دیکھی ہے بسمل کی
بھلا دیکھون تو وہ کیونکر نہین آتے ہین گھر میرے	اگر ہے عشق کامل کھینچ لائیگی کشش دل کی
گریبان پھاڑ کر سیر چمن کو مثل گل چلیے	جنون انگیز ہیں آتی ہین آوازین عنادل کی
غرور حسن تمکو ہے کمال عشق مجکو ہے	کہو تم میرے دلکی یا مین کہدون آپکے دل کی
تمہارے حسن سے آیا تھا نادان ادعا کرنے	سپیدی چھا گئی صورت تو دیکھو ماہ کامل کی
خدا کے واسطے لا کشتی مے جلد اے ساقی	ترشح ہو رہا ہے کچھ ہوا ہے سرد ساحل کی
کسی کو دہر مین پہچانتا ہے کون اے غربت	شناسائی ہے کچھ ان راستے والون سے منزل کی
چھپایا سب سے منھ ملکر ہمارے خون کی منہدی	عروسانہ حیا کرنے لگی شمشیر قاتل کی
خوشا دیوانگان راہ الفت خوب سوجھے ہو	یہان کیسی مصیبت مین پڑی ہے جان قاتل کی
یہ تیرے زلف کا عقدہ نہین وا ہو جو شانے سے	ارے نادان بہت مشکل سے کھلتی ہے گرہ دل کی
تامل سے جو دیکھا بر کھلے غنچۂ گل کو	نظر مین پھر گئین سب صحبتین یاران یکدل کی
کلیجا منھ کو آجاتا ہے دل پہرون تڑپتا ہے	مرے درد جگر مین بھی چمک ہے تیغ قاتل کی
جہان بدلا مزاج اُس ترک کا چڑھنے لگی تیوری	ذرا قاتل کھنچا کھنچنے لگی شمشیر قاتل کی

نہ سمجھو کھیل آمیر الفت کی بازی جان لیتی ہے
کہے دیتے ہین ہم اچھی نہین ہے دل لگی دل کی

ہے بحرِ دنیا مین جلد یارب لاش بسمل کی
کہ بھوکی مچھلیان ہین جوہرِ شمشیرِ قاتل کی

تصورِ خال کا آیا تو رونق جڑھ گئی دل کی
نگاہِ قیس مین لیلی سے آرایش ہے محفل کی

بسی گورِ غریبان جس کسی کا گھر ہوا ویران
مسافر پڑ کے سوئے جاگ اُٹھی تقدیر منزل کی

جہان رکھی گلے پر تیغ دم لینے نہین دیتا
تڑپنے کا مزہ کھوتی ہی جلدی میرے قاتل کی

جنابِ عشق سے فریاد ہی برباد ہوتا ہون
اٹھا جاتا ہون مین سنکر دُہائی شاہِ عادل کی

تری پلکون کی فردین دیکھ کر ٹھہرا دلِ عاشق
سیاہہ ان صفون کا ہو سیاہی شامِ منزل کی

دہانِ یار کے آگے سکوتِ غنچہ زیبا ہے
خموشی چاہیے نادان کو صحبت مین عاقل کی

نہالِ عشق کو رو رو کے ہم سرسبز کرتے ہین
نہین آنکھین یہ دو نہرین ہین اپنے گلشن دل کی

فلاطون خم مین بیٹھا ہو شرابِ مرگ پینے کو
نہین حکمت سے خالی بات کوئی مردِ عاقل کی

وہ لاغر ہون جدائی مین نہین کھنچین ہین گرم آہین
شبِ تاریک مین ٹھنڈی ہین شمعین خانۂ دل کی

حسینان جہان ہنستے ہین جہان عکس کی صورت
بنا ہو خشتِ آئینہ سے شاید خانۂ دل کی

یہی دو چار دانے حاصلِ کشتِ محبت ہین
نہین اشکِ مسلسل بالیان ہین خرمنِ دل کی

کسی کا ساتھ کب دیتا ہی کوئی بیقراری مین
تڑپتا رہ گیا شعلہ شرر نے قطع منزل کی

جو نظرون مین سمایا ہو گیا عشاق کا مہمان
جنھین کہتے ہین آنکھین کھڑکیان ہین خانۂ دل کی

مری کشتی برنگِ موج اس بحرِ حوادث مین
کنارے تک اگر پہنچے تو ٹکر کھائے ساحل کی

ازل سے ہی مآلِ کارِ بے مغزون کا ناکامی
کفِ دریا کی قسمت مین لکھی ہی موجِ ساحل کی

امیر آئے گا روزِ عید قربان گاہ مین قاتل
سپیدی چاہیے دیوار و در پر چشمِ بسمل کی

لہو کیسا کہ صورت تک نہین دیکھی ہی بسمل کی
الٰہی خیر ابھی سے فق ہی رنگت میرے قاتل کی

مٹا سکتی نہین مژگانِ تر کلفت مرے دل کی
نہ جھاڑی گرد دستِ موج نے دامانِ ساحل کی

تڑپ جاتا ہی دل اہلِ کرم کا جوش مین آکر
چمکتی ہے جو بجلی شعلۂ آوازِ بسمل کی

سوادِ دہر سے کیا آشنائی بحرِ عرفان کو
پڑی کب دیدۂ ماہی مین اُڑکر گردِ ساحل کی

لبِ ساحل نہین ہو کشتیِ دریائے بے آبی
اُٹھی دریا کی موجین ہین لکیرین دستِ ساحل کی

خیالِ نیستی پہ ہر قدم تھا دشتِ ہستی مین
مٹا جو نقشِ پا مجکو بتا دی راہ منزل کی

وہ عاشق ہین کیا جب قصد سونے کا اندھیرے مین
چکو دن سے سنی ہمنے کہانی ماہِ کامل کی

سفینے عمر کے کیونکر نہ ڈوبین ایسے طوفان مین
جھڑی ہے رات دن یاران ابرِ تیغِ قاتل کی

وہ پیاسا ہون تلاشِ آب مین جسدن مین جا نکلون
کرے ریگِ روان دریا کو اُڑکر گردِ ساحل کی

وہ مشتاقِ شہادت ہون جو اچھے ظلم بھی کھاؤن
نہ چھوڑے چاندنی مجکو مہِ رخسارِ قاتل کی

خلائق نے یہ وقتِ دفن دی ہر رنگ کی مٹی
کہ میری قبر جھولی بنگئی درویشِ سائل کی

تعجب کیا جو کوسون دشمنِ روبہ منش بھاگے
کہ نعرہ شیر کا جھنکار ہے شمشیرِ قاتل کی

بجا ہے گر تغیر آگیا اعضا مین پیری سے
سحر ہوتے ہی کیفیت بدل جاتی ہے محفل کی

جو ہم سا رند ہو جاتا تو کیون توڑتین یہ تسبیحین
اُٹھائین اپنے ہاتھون شیخ نے کڑیان سلاسل کی

ازل سے ہے جو اُس زہرہ شمائل سے آمیزِ اُلفت
خمیرِ دل مین کیا مٹی ملی تھی چاہِ بابل کی

شکوہ جو کیا درد کا تلوار نکالی
خوب اُسنے دوائے دلِ بیمار نکالی

جب کچھ نہ رہا مجھ مین تو سر کھولین مری آنکھین
قاتل نے کہان حسرتِ دیدار نکالی

رسوائی ہوئی تیری ہوائے ترک ہمین کیا
کیون لاش ہماری سرِ بازار نکالی

کب ہمنے کہا تم سے کہ آئینہ نہ دیکھو
غصے سے جو آنکھ آپ نے ہر بار نکالی

صیاد کا رخ دیکھ لیا چاک قفس سے
یہ ہمنے قفس سے رہِ گلزار نکالی

ہم رند کبھی صحبتِ زاہد مین جو پہونچے
ہر بات مین اک تہ دمِ گفتار نکالی

کہتے ہین اسے ضبط کہ دل غم سے ہوا خون
اُف ہمنے نہ منھ سے کبھی زنہار نکالی

سونگھی ملک الموت نے بوئے گلِ وحدت
منصور کی جب روح سرِ دار نکالی

قاتل نے کمی کی نہ ذرا قتل مین میرے
مین نزع مین عیسیٰ کو مرے شکوۂ تعظیم

خالی گئی بندوق تو تلوار نکالی
کس وقت مین کس بات کی تکرار نکالی

چبھتی ہے جو نشتر کی طرح دل مین امیر آہ
ناصح نے وہی چھیڑ کی گفتار نکالی

کیون وہ صیّاد کسی صید پہ توسن ڈالے
ل جو تیوری پہ نزاکت سے وہ پُرفن ڈالے
کیا کرین طالبِ دیدار حیا کا شکوہ
سارا پردہ وہ ہو دوئی کا جو یہ پردہ اٹھ جائے
قابلِ دید ہے وہ عارض و چشم و مژگان
جب نکلتے ہین وہ تلوار سنبھالے گھر سے
آبرو خاک ہوئے پر بھی نہ گئی عاشق کی
رنگ اُس لعل مسی رنگ سے ملتا ہو کہان
لوٹتی برق سر طور پھرے چار طرف
اڑ چلے قفس مین پر وازکو پر پیدا ہو
کُشتے انداز کے کس طرح سے پامال نہون
کہین زخم نگہ ناز رفو ہوتے ہین

خود بخود صید چلے آتے ہین گردن ڈالے
ذبح سے پہلے لہو ہر رگِ گردن ڈالے
پھیر دے آنکھون پہ جب اُسکا رخِ روشن ڈالے
گردنِ شیخ مین زُنّار برہمن ڈالے
حورین بیٹھی ہوئی ہین خُلد مین چلمن ڈالے
ملک الموت چلے آتے ہین گردن ڈالے
چار آنسو بھی نہ تم نے سرِ مدفن ڈالے
منھ گریبان مین تو اپنے گُلِ سوسن ڈالے
تو اگر آنکھ سوے وادیِ ایمن ڈالے
اپنے کاندھے پہ اُلٹ کر جو وہ دامن ڈالے
قدم اس ناز سے جب یار کا توسن ڈالے
لہو دوڑے یہ کسی اور پہ توسن ڈالے

خونِ ناحق کہین چھپتا ہے چھپائے سے امیر
کیون مری لاش پہ وہ بیٹھے ہین دامن ڈالے

نہ حور پر نہ پری پر نگاہ پڑتی ہے
وہ چشم مہر سے دیکھے مجھے اُمید نہین
بلائے جان دو عالم ہے جسکی برق جمال

تجھی پہ آنکھ بس اے رشک ماہ پڑتی ہے
گدا پہ کب نظر بادشاہ پڑتی ہے
اب اُسکے چہرے پہ اپنی نگاہ پڑتی ہے

بنائے شانہ مرے دستِ شوق کو کیونکر
کہ کشمکش مین وہ زُلفِ سیاہ پڑتی ہے

وہ ناتوان ہون کہ ہوتا ہون زندہ گور مین دفن
بدن پہ اُڑ کے اگر گردِ راہ پڑتی ہے

ستا نہ خاطرِ مظلوم کو ڈرے ظالم
پڑے نہ تیغ کبھی جیسے آہ پڑتی ہے

عجیب حال ہے کوچۂ محبت مین
بلا مین جان یہان بے گناہ پڑتی ہے

چمن کی سیر کو جاتی ہے روح جلے صیّاد
قفس مین نیند اگر گاہ گاہ پڑتی ہے

جنون مین دشت سے بھی بھاگتا ہون مین کہ وہان
نظر جو صورتِ مردمِ گیاہ پڑتی ہے

پڑے ہین کشتے ترے تیغِ آبدار کے گرد
کنارے نہر کے جیسے سپاہ پڑتی ہے

گہن مین خط کے وہ رُخ دیکھکر ہوش شسدر
کڑی تو تم پہ بھی اے مہر و ماہ پڑتی ہے

وہ چھپ کے گھر سے نکلتے ہین یون کہ دامن پر
نہ گردِ راہ نہ گردِ نگاہ پڑتی ہے

بندھاتے ہین وہ غریبون کو بے گنہ زنجیر
ہزار پانون پہ زلفِ سیاہ پڑتی ہے

عجب طرح کے بنائے ہین وہ دہان و کمر
کہ عقل شبہے مین بے اشتباہ پڑتی ہے

دیا ہے یار نے فرمانِ قتلِ عام امیرؔ
ہمین بھی اب تو اُمیدِ رفاہ پڑتی ہے

درد پہلو کی یہ شدت ہے کہ رنگت فق ہے
زخم وہ دل مین ہے کاری کہ کلیجا شق ہے

عشق سے عاشق و معشوق اگر مشتق ہے
اسکو کیون مشقِ جفا اُسکا جگر کیون شق ہے

سنگدل تیری جو فریاد کرین دیر مین ہم
بول اُٹھین بُت بھی گواہی مین کہ سچ حق ہے

شرمِ عصیان سے بہا اشک کہ ہو بیڑا پار
چشمۂ قُلزمِ عصیان کے لیے زورق ہے

رشتہ آمادہ ہون لاغر غمِ عریانی مین
حلقۂ دیدۂ سوزن بھی مجھے خندق ہے

درِ گنجینہ سے ہوتا نہین کوئی منعم
ذوق جب تک نہو اے شیخ عبث ہو حق ہے

ہون مین دل سوختہ دنیا مین جدا دنیا سے
شمع سے جامۂ فانوس کہان ملحق ہے

کیون نہ کانپے تری مژگان کی چھری سے دلِ زار
خوف سے جوہرِ شمشیر کا سینہ شق ہے

لبِ جان بخش سے کلی مرے مرقد پہ کرو
حوض کوثر کا تو پانی شہدا کا حق ہے

زاہدو ساقیِ کوثر تمہین کیون دیگے شراب
دخترِ رز تو فقط بادہ کشون کا حق ہے

خوف معتوبیِ آدم سے ڈرا ہے ایسا
دیکھیے آج تلک سینۂ گندم شق ہے

عشق مین پار ہو کس طرح سے بیڑا دیکھین
ہم شناور نہین یہ قلزمِ بے زورق ہے

دُرِ مضمون دمِ تحریر نکلتے ہین آمیر
صدف آسا مرے خامے کا کلیجا شق ہے

یہانتک مجکو ہنگام خوشی ہے آرزو غم کی
اُٹھاتا ہون روزِ عید پر مجلس محرم کی

ہین وہ غم دوست ہون تجویز کی غم سے دوا غم کی
جو آیا منھ چیالی چھالین نے نخلِ ماتم کی

منا ہی کوچۂ محبوب مین ہے نالۂ غم کی
غضب ہے ابتو وہ جڑ کاٹتے ہین نخلِ ماتم کی

قطار مور جب جا دیکھتا ہون یہ سمجھتا ہون
سلیمان اُٹھ گئے شاید یہ صف ہے لگی ماتم کی

ترا غمزہ ہے وہ طرار جب گلشن مین آیا ہے
گلون کی جیب کترے ہے گرہ کا لی ہے شبنم کی

خیالِ دُخترِ رز مین آگیا ہے مجکو غش ساقی
کھُلین آنکھین اگر پانی ملا ہوا دامانِ مریم کی

ستایا اسقدر ان مردمِ ابلیس خصلت نے
کہ ڈر کر آدمیت چھپ رہی ہے تربت مین آدم کی

الٰہی ہے یہ لشکر کس سلیمانِ پری وش کا
بلائین لیتی ہین پریان ہوا پر زلفِ برہم کی

ہمارے نالۂ دل سے ہے گرم نالہ ہر بلبل
نہین کس گلستان مین شاخ اپنے نخلِ ماتم کی

یقین ہے روزِ محشر تک رہے اولاد مین جھگڑا
ہماری غیر کی ہے دشمنی ابلیس و آدم کی

فراق و وصل کی شب ایک ہے پر فرق ہے اتنا
بہار اسمین ہے جنت کی ہوا اُسمین جہنم کی

نہ لائے کوئی ہم تک وحشیِ گیسوے پیچان کو
مچا ئینگی یہ غل محشر مین زنجیرین جہنم کی

خدا جانے بھرے ہین دل نے گوشِ یار کیا کہکر
ہوا مین آگے ایسی نہین سُنتے ہین مرہم کی

ڈری ہے رات کو میری سیہ بختی کی ظلمت سے
دھلے نور بڑھ کر اپنے اوپر شمع نے دم کی

یہ شہرہ وحشتِ مجنون کا مشتِ استخوان مجنون
مثل سچ ہے کہ ستم سے سوا ہے دھاک ستم کی

نہین ہی شرم کی جا اب تو ہمکو دیکھنے آؤ
کہ پٹی باندھ لی داغونکی آنکھو پر بھی مرہم کی

تماشا جانتا ہون گردش گردون گردان کو
گل رعنا مری آنکھون مین نیرنگی ہی عالم کی

ملا غازہ تو پایا آرسی نے رنگ آرائیں
چھٹی افشان تو آئینہ کی قسمت اور بھی چمکی

ملانا مارنا ہی کام ان خورشید رویون کا
کبھی اُٹھتے ہین فرش سے موت آجاتی ہی شبنم کی

فراق یار مین ہون اسقدر محزون مین اے قاصد
لکھون جو سطر نامے مین تو صف بنجائے ماتم کی

امیر اُس سرور عالم کی کیا توصیف ہو مجھ سے
خدا کی شان ہی سیرت ملک کی شکل آدم کی

نہال اسکو ہمیشہ کرتی ہی بالیدگی غم کی
الٰہی دل ہی یا کوئی کلی ہے نخل ماتم کی

نہو جسمین تجلی تجھ سے محبوب دو عالم کی
وہ جنت جل کے یارب خاک ہو جائے جہنم کی

اُدھر ہون عیش کی باتین کہانی ہو ادھر غم کی
لکھو تم اپنے عالم کی کہین ہم اپنے عالم کی

ہولے عشق سر مین دل مین رنج و یاس کا طوفان
بھلا بنیاد کیا ہی ایک مشت خاک آدم کی

چمن کیا جانیے ہی کس شہید ناز کی مجلس
کہ غنچونکے چٹکنے مین صدا ہے نخل ماتم کی

غضب گرمی قیامت کی جلن ہی عشق مین یارب
جھلکا جاتا ہی تن آنچین نکلتی ہین جہنم کی

جلا اُس حور کا دل کیا ہماری سوزش دل سے
گئین جنت کو کچھ چنگاریان اُڑ کر جہنم کی

نظارہ دو جہان کا چھوڑ کر دل کا تماشا کر
شبیہیں اس ورق پر کھینچدی ہین دونون عالم کی

اُڑائے رنگ غنچہ سیکھے گل کی روش ایدل
کہ منھ سے کچھ نہ کہ کانونسے سُن کر سارے عالم کی

ازل مین وصل کس معشوق و عاشق کا نظر آیا
کہ آنکھین آجتک کھلتی نہین بادام توام کی

زمانے بھر کی ایذاؤن سے چھٹی مر کے ملتی ہے
لحد کہتے ہین جسکو ہی وہ سرحد کشور غم کی

پرستش حسن گندم گون کی عین آدمیت ہے
نہین وہ ابن آدم خو نہین ہی جسمین آدم کی

ہے سینہ سپر کیا کیا شعاع مہر تابان سے
کھنچین سو برچھیان لیکن نہ جھپکی آنکھ شبنم کی

یہ ہچکے گھنگری کے آرہے ہین ہچکیان کیسی
نہین یہ حلق بسمل ہانسلی ہی مضطرب غم کی

ہوئی کس کس کو خجلت ایک تیرے قتل ہوتے ہی — پسینا آگیا قاتل کو گردن تیغ نے خم کی
تمھاری چال بھی کیا گردش گردون گردان ہے — کہ جھکا دو قدم صورت بدل دیتے ہو عالم کی
دکھایا گرم و سرد دہر داغ و اشک نے مجکو — کہ دن بھر دھوپ کی رہتی ہی اندا شب کو شبنم کی
یہ شوقِ میکشی ہے سایۂ انگور کے نیچے — ہوا کھلنے کو روح آتی ہی اب تک حضرت جم کی
سوا خورشید رویون کے کسی پر مین نہ مائل ہون — الٰہی دل مجھے ذرے کا دینا آنکھ شبنم کی

شکستِ شیشۂ دل سے امیر آیا ہے غش مجکو
چھڑک کرے منگادے کوئی مٹی ساغر جم کی

مجھ مست کو مے کی بو بہت ہے — دیوانے کو ایک ہو بہت ہی
موتی کی طرح جو ہو خدا داد — تھوڑی سی بھی آبرو بہت ہی
جاتے ہین جو صبر و ہوش جائین — مجکو اے درد تو بہت ہی
مانند کلیم بڑھ نہ اے دل — یہ درد کی گفتگو بہت ہی
بے کیف ہو مے تو خم کے خم کیا — اچھی ہو تو اک سبو بہت ہی
کیا وصل کی شب مین مشکلین ہین — فرصت کم آرزو بہت ہی
منظور ہی خون دل جو لے یاس — اتنے لیے آرزو بہت ہی
اے نشترِ غم ہو لاکھ تن خشک — تیرے دم کو لہو بہت ہی
چھیڑے وہ مژہ تو کیون مین رو دون — آنکھون مین خلش کو مو بہت ہی
غنچے کی طرح چمن مین ساقی — اپنا ہی مجھے سبو بہت ہی

کیا غم ہے امیر اگر نہین مال
اس وقت مین آبرو بہت ہی

ہمراہ غیر بادہ جو وہ تند خو پیے — غم کیون نہ جونک بنکے ہمارا لہو پیے
تسکین ہو ایک جام سے کیا اُسکو ساقیا — جو خم کے خم چڑھائے سبو کے سبو پیے

دہشت ذرا کسو کی ترے مست کو نہین
قاضی کرے جو منع تو مے روبرو پیے

قاتل نے مجھپہ کھینچ کے یہ تیغ سے کہا
اب تو کمی کرے تو ہمارا لہو پیے

آئے جو میکدے مین کرے مست کیون کمی
شیشے کی طرح چاہیے مے تا گلو پیے

دیکھے وہ خطِ سبز جو سبزہ تو رشک سے
کیون گھونٹ زہر کے نہ لبِ آبجو پیے

منظور چرخ ہے کہ امیر سیاہ مست
دل کا کباب کھائے جگر کا لہو پیے

ابروے یار نہ بھولے کبھی دل شاد رہے
خوب مطلع ہے یہ اللہ کرے یاد رہے

زعفرانزار مین بھی گر دلِ ناشاد رہے
یہی گریہ یہی نالہ یہی فریاد رہے

ہون وہ مقتول مرے قتل کی ایسی ہو خوشی
رقص مین تیغ رہے وجد مین جلاد رہے

پھر بہار آئی چلے سوے چمن دیوانے
کہدو ہر باغ کے دروازے پہ فصاد رہے

رشک ہے بعد فنا مجکو فلک سے تو یہ ہے
مین ستم کش نہ رہون یہ ستم ایجاد رہے

ہم جو پہونچے تو لبِ گور سے آئی یہ صدا
آیئے آیئے حضرت بہت آزاد رہے

آنکھین مرجانیکو کہتی ہین نہ لب جینے کو
کہئے وہ حکم ہے کہئے یہ ارشاد رہے

اسکی تصویر مین اس درجہ نزاکت کا ہو صرف
لوح باقی نہ قلم مین ترے بہزاد رہے

آشیانے سے نہ مطلب ہے نہ گلشن سے غرض
گھر الٰہی مرے صیاد کا آباد رہے

بسملون کی نگہ یاس بری ہوتی ہے
اک ذرا دل کو سنبھالے ہوئے جلاد رہے

یہ کہونگا یہ کہونگا یہ ابھی کہتے ہو
سامنے انکے بھی جب حضرتِ دل یاد رہے

ہون وہ غم دوست کہ رو رو کے دعا کرتا ہون
درد کا دل نہ دکھے خاطرِ غم شاد رہے

حشر مین عذر گنہ کیا ہے بتا تو رکھو
کہ مبادا تمھین بھولے تو مجھے یاد رہے

بحر ہستی مین حباب لبِ دریا کی طرح
ہم رہے کب جو کہے کوئی کہ برباد رہے

ہین اگر غیر کوئی ہون تب مجھے وہ بھولے
وہ اگر اور کوئی ہو تو مجھے یاد رہے

زار ایسا تھا کہ مین دشتِ جنون مین نہ ملا
ڈھونڈھتے مجکو مرے سایہ و ہمزاد رہے

کیا عجب بھول گئے ہم جو کلام اپنا امیر
یاد رہنے کے جو قابل نہو کیا یاد رہے

ایک دل ہجر مین کس کس کے یہ ناشاد رہے
قیس کا داغ کہ اس مین غم فرہاد رہے

دل اُن آنکھون کے تصور سے مرا شاد رہے
قاف پریون سے جہانِ خُرد بھی آباد رہے

قتل بے خنجر و شمشیر جو ہو مدِّ نظر
اک ذرا آپ کو کھینچے ہوئے جلاد رہے

طُول فرقت سے مزے وصل کے سب بھول گئے
نہ وہ باتین نہ وہ راتین نہ وہ دن یاد رہے

جب کیا ہم نے گِلا اپنی پریشانی کا
زُلف جانان نے کہا ہم بھی تو برباد رہے

کھنچ گئی یار کی تصویر تو اللہ ری خوشی
ہم بغل دیر تلک مانی و بہزاد رہے

ہم وہ قیدی ہین جو لکھے وہ خطِ آزادی
ہو یقین حرفون مین شانِ خطِ صیّاد رہے

لامکان مین نہ ٹھکانا نہ مکان مین وسعت
دل سے نکلے تو کہان جا کے یہ فریاد رہے

کون پروانہ یہان شمع سرِ طور کا ہے
جلوہ افروز ترا حُسن خدا داد رہے

ہجر مین یار نے پوچھا نہ اجل نے ہمکو
نہ اِسے یاد رہے ہم نہ اُسے یاد رہے

واہ رے شوقِ اسیری کہ دعا کرتا ہون
مُنھ دمِ ذبح سُوے خانۂ صیّاد رہے

شادی و رنج زمانے مین ہین توام ایدل
کچھ تو ہو منھون پہ ہنسی بھی دمِ فریاد رہے

کھُل گیا غم سے اگر تن تو بنا شکلِ حباب
ہم ہوئے خاک سے پانی بھی تو برباد رہے

کانٹے اُلجھین نہ کہین جامۂ آزادی مین
دامن اس ڈر سے سمیٹے ہوئے شمشاد رہے

روز جانباز لڑے شوقِ شہادت مین امیر
کیسے ہنگامے سرِ کوچۂ جلّاد رہے

دل کو طرزِ نگہ یار جتاتے آئے
تیر بھی آئے تو بے پر کی اُڑاتے آئے

فاتحہ دینگے نہ پانی پہ بھی دو رونے کے بعد
تا درِ گور ہین جو خاک اُڑاتے آئے

جام کوثر سے ہی کیا کام ہمین اے رضوان
آب خنجر سے وہین پیاس بجھاتے آئے

مے کشی کی ہے خوشی ہجر مین کس کو ساقی
لکۂ ابر تو اور آگ لگاتے آئے

سنگِ اسود کے جو بوسے کو چلے سوئے حرم
قدمِ بُت پہ بھی ہم سر کو جھکاتے آئے

دشتِ ہستی مین رہا خاک بگولے کی طرح
خاک اُڑاتے گئے ہم خاک اُڑاتے آئے

بادشاہون کا ہے دربار درِ پیرِ مغان
سیکڑون جاتے گئے سیکڑون آتے آئے

لن ترانی سے ہوا صاف یہ ہم پر روشن
کہ پیمبر بھی ترے ناز اُٹھاتے آئے

چھپ کے بھی آئے مرے گھر تو وہ دربانون کو
اپنی پازیب کی جھنکار سُناتے آئے

ہون وہ نالان کہ دمِ نزع مری بالین پر
مَلَک الموت بھی پر اپنے بجاتے آئے

بے سبب در پہ یہ بلوہ نہین غالب ہے کہ آپ
پردہ ڈولی کا سرِ راہ اُٹھاتے آئے

محو جب مہر سے شبنم ہوئی بولی یہ زمین
یون ہین عاشق کو ہین معشوق مٹاتے آئے

روزِ محشر جو بُلائے گئے دیوانۂ زلف
بیڑیان پہنے ہوئے شور مچاتے آئے

ذکرِ غنچہ جو سُنا مُجھ سے تو ہنس کر بولے
خوب آئے کہ مرے مُنھ کو چڑھاتے آئے

مُرغِ دل نقشِ قدم وار کرے وقتِ شکار
گُل کھلاتے گئے گُلچھرے اُڑاتے آئے

کیا کہین گے کوئی محشر مین جو پوچھے گا امیر
کیون نہ بگڑی ہوئی باتون کو بناتے آئے

ہم اگر قتل ہوئے خیر یہ تقدیر اپنی
آپ بدنام نہون دھوئیے شمشیر اپنی

پھر بہار آئی جنون ہوتی ہے تدبیر اپنی
طوق بنتا ہے گڑھی جاتی ہے زنجیر اپنی

بے نشانی یہ مرے دل کو پسند آتی ہے
کھینچ کر آپ مٹاتا ہون مین تصویر اپنی

قید ہو کر ترے گیسو مین یہ رتبہ پایا
نذر دی قید نے لا کر ہمین زنجیر اپنی

جان نثارون سے وہ کہتے ہین چڑھا کر تیوری
آجکل جھولتی ہے عرش پہ شمشیر اپنی

یادِ مژگان مین شبِ ہجر جو چلاتے ہین ہم
چار سُو جاتی ہے آواز بہ پرِ تیر اپنی

مُدکشی کون کرے چور ہی یان شیشۂ دل
حاجتِ تیر و کمان کیا ہی تجھے چل تو سہی
تمکو پھولون کے چھپر کھٹ ہمین کانٹے ہین نصیب
آنکھین چہرے پہ ملینگے تو چمک جائیگا حسن
حضرتِ قیس جو ملجائین تو اتنا پوچھین
یوسفِ مصر کا نقشہ جو طلب کرتا ہون

ساقیا پھوٹ گئی ہجر مین تقدیر اپنی
گردنین کاٹ کے خود لائین گے نخچیر اپنی
خیر قسمت وہ تمھاری ہے یہ تقدیر اپنی
شمع چہرہ ہی ترا آنکھ ہے گلگیر اپنی
ہے گران آپ کی زنجیر کہ زنجیر اپنی
بھیج دیتا ہے وہ یوسف مجھے تصویر اپنی

اے امیر اُٹھ نہ سکے ضعف سے ہم تا دمِ مرگ
جس جگہ بیٹھ گئے ہو گئی جاگیر اپنی

اب تو یہ معرکۂ عشق مین مجکو جھجک ہی
گھورتی ہی یہ جوانانِ چمن کو ہر دم
حسن یکتا کا ہی پر تو بھی جہان مین یکتا
جنگ عاشق کے لیے حسن زرہ پوش ہوا
شب بھر آغوش گلستان مین ہی شبنم کی جگہ
فرش سے عرش تک آئینہ ہی سب فکر کے وقت
رکھ قدم بڑھ کے در دل پہ تو منزل کو پہونچ

برششِ خنجرِ سفاک مرے دم تک ہی
نرگسِ باغ سے بلبل کو بجا چشمک ہی
زاہدا کیون تجھے یکتائی بت مین شک ہی
کون کہتا ہی رُخِ صاف پہ یہ چیچک ہی
رتبۂ دیدۂ بیدار قیامت تک ہی
آنکھ جب بند ہوئی پیشِ نظر عینک ہی
شہر آباد محبت کا یہی پھاٹک ہی

نہین دیوانہ اگر لائقِ تعزیر امیر
کس لیے سنگ بکف دہر مین ہر کودک ہے

تیرے افشان کا اگر ذرہ زمین پر گر پڑے
رات کو ہو فکر آرایش جو اُس گل کو تو ماہ
نامہ ہم اتفاد گون کا جب کبوتر لیچلا
آشیانہ دور ہی صیاد آپہونچا ہے پاس

اختر گردون جگہ پا کر جبین پر گر پڑے
چاندنی کا پھول بنکر آستین پر گر پڑے
اڑتے ہی اڑتے کہین بازو کہین پر گر پڑے
کیا کرون پرواز کی طاقت نہین پر گر پڑے

سایہ افگن ہو وہ گیسو اس دل صد چاک پر
یا الٰہی یہ سیاہی اس نگین پر گر پڑے

جائے گلشن مین جو وہ گلرو تو گل مہندی کی شاخ
سر جھکا کر اُسکے پائے نازنین پر گر پڑے

قہر نازل ہو جو ہنس ہنس بڑنا تمہارا آئے یاد
چھت مکان کی توڑ کر بجلی زمین پر گر پڑے

وہ شکار افگن چلے لیکر اگر تیر و کمان
نسر طائر جوڑ کر کندے زمین پر گر پڑے

باڑھ پر آجائے تیغ قامت قاتل اگر
شاخ طوبیٰ کٹ کے دوش حور عین پر گر پڑے

پھنس کے چھوٹے لذت دنیا سے کیونکر بو الہوس
کسطرح اُٹھے مگس جب انگبین پر گر پڑے

آفتاب عارض ساقی اگر چمکے امیر
خاک ہو کر برق آب آتشین پر گر پڑے

جب تک وہ پلک بر سر بیداد نہ آئی
تجھ مین چمک اے جوہر فولاد نہ آئی

کب گور مین خنجر کی رگ یاد نہ آئی
کب روح سوئے کوچۂ جلاد نہ آئی

شیرین نہ ملی سنگ اگر سیکڑون کاٹے
کچھ کام شبکدستئ فرہاد نہ آئی

بالون کی سفیدی کو کفن سمجھے نہ کس دن
کب آئنہ دیکھا کہ اجل یاد نہ آئی

دعوائے دیت حشر مین کس سے مین کرونگا
حیرت سے نظر صورت جلاد نہ آئی

طائر مین وہ ہون پانون نہ گلزار مین رکھا
جب تک خبر آمد صیاد نہ آئی

سچ ہے یہ مثل جان ہی اپنی تو جہان ہے
مُردے کو عزیزون کی کبھی یاد نہ آئی

غش صورت موسیٰ مین ہوا سامنے اُسکے
تاب نظر حسن خداداد نہ آئی

کیا آئے نظر مردمک چشم کو وہ خال
انسان کو نظر صورت ہمزاد نہ آئی

نقشہ مرے محبوب کا چلتا ہوا دیکھا
تجکو روش اے خامۂ بہزاد نہ آئی

کیا جرم ہوا تھا کہ گرے اُسکی نظر سے
کچھ ذہن مین اپنے تو یہ افتاد نہ آئی

قید غم محبوب ازل ساتھ مین لایا
روح آئی عدم سے مگر آزاد نہ آئی

کیا اُس سے ملاقات کی اُمید ہو مجکو
عرضی بھی مری ہوکے کبھی صاد نہ آئی

معشوقۂ دنیا نے بہت مانگ سنواری — پھندے مین مری خاطرِ آزاد نہ آئی
مضمون سے پس مرگ مرا نام ہی زندہ — کچھ کام نہین کام جو اولاد نہ آئی
وحشت مین امیر اپنے برابر نہ ہوا قیس — شاگرد مین کیفیت استاد نہ آئی

ہم اور معرکۂ امتحان سے ٹل جاتے — جواب پانون جو دیتے تو سر کے بل جاتے
عدم کو یان سے تو گھبرا کے ای اجل جاتے — وہان بھی جی جو نہ لگتا کہان نکل جاتے
ہزار تیز نہ تھی تیغ یار اگر چلتی — تو ہم سے کتنے غریبون کے کام چل جاتے
جنون کے جوش مین کھلتی نہ راہ ملک عدم — بڑے مزے مین پہونچتے جو آجکل جاتے
سیاہ کار وہ ہون حشر مین حساب مرا — جو وقت صبح سے ہوتا چراغ جل جاتے
بچائی داغ نے زندانیان زلف کی جان — نہین تو گھٹ کے اندھیرے مین دم نکل جاتے
بتون کی بھی جو پرستش نہ کرتے ای زاہد — خدا کے سامنے ہم لیکے کیا عمل جاتے
شبِ فراق مین اچھا ہوا نہ کھینچی آہ — غریب خانے کے دو چھپڑے بھی جل جاتے
جھڑی نے آنسوؤن کی اور جی ڈبویا ہے — برس کے جلد یہ بادل کہین نکل جاتے
دکھا کے تیغ جو مقتل سے یار بڑھ چلتا — اجل کے پانون پہ سر رکھ کے ہم نکل جاتے
پتنگ بنکے لپٹتے جو شمع رویون سے — وہ ہم نہ تھے کہ تب ہجر سے نکل جاتے
تلاش رزق مین گردش ہی ای ہوس بے سود — نصیب ساتھ ہی رہتے جہان نکل جاتے
قبول خاطر روشندلان اگر ہوتے — امیر نور کے سانچے مین شعر ڈھل جاتے

مقام وجد ہی ای دل کہ بزم یار مین آئے — بڑے دربار مین پہونچے بڑی سرکار مین آئے
خداوندا نہ زنگ اُس تُرک کی تلوار مین آئے — کہین دھبا نہ میرے زخم دامندار مین آئے
مرے گھر کی طرف بھی عالم مستی مین آنکلے — ترنگ ایسی کبھی یارب مزاجِ یار مین آئے

دلا آنکھون سے چھپ کر اُس سے ہو دیدار کا طالب
جو ہو خلوت نشین کیا مجمعِ اغیار مین آئے

خطِ شبگون ہے مین ای خالِ رُخِ یار ڈرتا ہون
جو تو آیا تو آیا وہ نہ اس سرکار مین آئے

بہت مشتاق ہین مستِ آمدِ ابرِ بہاری کے
الٰہی کوئی لکّہ کوہ سے گلزار مین آئے

خمیدہ قد ہوا اب دیر کیا ہی خاک ہونے مین
زمین پر گر پڑے آخر جو خم دیوار مین آئے

جنون کا رنگ چمکا یا یہ تیرے عشقِ عارض نے
گریبان چاک گل گلزار سے بازار مین آئے

یہ وقتِ قتل ہو ڈر ہمکو اپنی سخت جانی سے
اگر مین بلغ بال اُس ترک کی تلوار مین آئے

کیا دے دے کے طعنے واعظون نے تنگ یہ آخر
کہ ہم مسجد سے اُٹھ کر خانۂ خمار مین آئے

نظر آتا ہے ہر گُل زر بکف بہرِ خریداری
چمن مین تم کہ یوسفؑ مصر کی بازار مین آئے

زرِ داغِ جنون تقسیم شاہِ عشق کرتا ہے
تونگر جسکو ہونا ہو وہ اس سرکار مین آئے

خدا ہو دوست جسکا اسکو کیا اندیشۂ دشمن
براہیمؑ آگ مین پھینکے گئے گلزار مین آئے

خلش مین کیا مزہ ہی تیرے دیوانون کو کیا جانے
جب آئے پابرہنہ وادیِ پُرخار مین آئے

علانیہ دکھائے کب وہ جلوہ روے روشن کا
جو بے پردہ نہ خوابِ طالبِ دیدار مین آئے

یہان مدت سے ہی میرے دلِ صد چاک کا قبضہ
کہو شانہ نہ سمجھو گیسوے خمدار مین آئے

اُٹھاؤ رُخ سے پردہ کور مادر زاد بینا ہو
ہلاؤ لب زبانِ گنگ بھی گفتار مین آئے

گرفتارِ قفس تھے جب تلک فصلِ بہاری تھی
خزان بھی ساتھ آئی ہم اگر گلزار مین آئے

کیا ہی وعدہ سر دینے کا قاتل سے سو حاضر ہون
زبان کو کاٹ ڈالون فرق اگر اقرار مین آئے

آمیر اب دغدغہ کیسا کہ پہونچے ہم مدینے مین
چھُٹے آفت سے ظلِ احمدِ مختار مین آئے

خیالِ زُلف و عارض مین قضا کی
نمازِ صبح و شام اک جا ادا کی

ادا پر مرنے والون سے بھی غمزے
کہو کیون موت آئی ہی قضا کی

نہ آنا تھا اجل منھ پر نہ آئی
تری تلوار آوازے کسا کی

شب غم مین جو ہمکو ہاتھ آتا	درازی ناپتے روز جزا کی
وہ بیکس تھے کہ تربت پر ہماری	چڑھائی چرخ نے چادر گھٹا کی
عدم مین کیا تماشا ہی کہ ذرات	چلی جاتی ہی سب خلقت خدا کی
مرے منھ کا ہے لقمہ حصۂ غیر	مجھے قسمت ملی ہے آسیا کی
دکھے کیونکر نہ دل آوازنے سے	صدا ہے یہ کسی درد آشنا کی
نہ کھا ای دل فریب زینت دہر	ڈلی اس پان مین ہے سنکھیا کی
بہار بیخزان ہے جامۂ یار	نہ مرجھائین کبھی کلیان حنا کی
کیے ہمنے یہ بتخانون مین سجدے	کہ بت کہنے لگے رحمت خدا کی
دلا ہم سے گلا اس دلربا کا	شکایت آشنا سے آشنا کی
نہ مجنون ہی نہ وامق ہی نہ فرہاد	مرے سب آشناؤن نے قضا کی
وہ دانہ ہون جو پسنے سے بچون مین	جلادے آگ سنگ آسیا کی
وہ غافل تھے کہ تب لی ہمنے کروٹ	ڈھلی جب دوپہر روز جزا کی
الٰہی مر کیون جھگڑا ابھی چھوٹے	کہین آسان ہو مشکل قضا کی
کہا تنگ دانہ ہوگا عقدۂ کار	گرہ ہے کیا ترے بند قبا کی
پسین کیونکر نہ تیری راہ مین دل	غضب شوخی ہی چشم نقش پا کی
اگر میرے سیہ خانے مین آجائے	سعادت سار ہی اڑجائے ہما کی
ترے کشتے نے خنجر ہی کے نیچے	مصیبت جھیل لی روز جزا کی

امیر سخت جان بھی ہو چکا قتل
چلو سنت ہوئی پوری قضا کی

ترا کیا کام اے دل مین غم جانا نہ آتا ہے	نکل ای صبر اس گھر سے کہ صاحب خانہ آتا ہی
نظر مین تیری آنکھین سر مین سودا تیری زلفون کا	ابھی پریون کے سایے مین ترا دیوانہ آتا ہی

وفور رحمت باری ہی میخوارون پہ اِن روزون
جدھر سے ابر اُٹھتا ہی سوئے میخانہ آتا ہے

لگی دلکی بجھائے بیکسی مین کون ہے ایسا
مگر اک گریۂ حسرت کہ بیتابانہ آتا ہے

انھین سے غمزے کرتی ہی جو تجھپر جان دیتے ہین
اجل تجکو بھی کتنا نازِ معشوقانہ آتا ہے

پریشانی مین یہ عالم تری زلفون کا دیکھا ہی
کہ اک اک بال پر قربان ہونے شانہ آتا ہے

چھلک جاتا ہی جامِ عمر اپنا وائے ناکامی
ہمارے مُنھ تلک ساقی اگر پیمانہ آتا ہے

وہ بُت ہی مہربان سب اپنا اپنا حال کہتے ہین
لبِ خاموش تجکو بھی کوئی افسانہ آتا ہے

طلسمِ تازہ تیرا سایۂ دیوار رکھتا ہے
بدلتا ہی پری کا بھیس جو دیوانہ آتا ہے

یہ عظمت کیوں کہ زاہدان بتون مین ہمنے پائی ہے
کہ کعبہ ہمکو لینے تا درِ میخانہ آتا ہے

دورنگی سے نہین خالی عدم بھی صورتِ ہستی
کوئی ہشیار آتا ہے کوئی دیوانہ آتا ہے

ہمایون استخوانِ سوختہ پر میرے گرتا ہے
تڑپ کر شمع پر جیسے کوئی پروانہ آتا ہے

اُدھر ہین حُسن کی گھاتین اِدھر ہین عشق کی باتین
تجھے افسون تو مجکو اِی پری افسانہ آتا ہے

کلیجا ہاتھ سے اہلِ طمع کے چاک ہوتا ہے
صدف آسا اگر مجکو میسر دانہ آتا ہے

نمک جلاد چھڑکا چاہتا ہی میرے زخمون پر
مزے کا وقت اب اِی ہمتِ مردانہ آتا ہے

زبردستی کا دھڑکا وصل مین تمکو سمایا ہے
کدھر ہو ہوش مین آؤ کوئی آیا نہ آتا ہے

الٰہی کسکی شمعِ حسن سے روشن ہے گھر میرا
کہ بنجاتا ہے جگنو آج جو پروانہ آتا ہے

وہ عاشق خال و خط کا ہون کہ نذر مور کرتا ہون
میسر تیسرے دن بھی جو مجکو دانہ آتا ہے

امیر اور آنے والا کون ہے گورِ غریبان پر
جو روشن شمع ہوتی ہی تو ہان پروانہ آتا ہے

جتنے کہ تیر ترکشِ دلبر مین رہ گئے
اُتنے ہی حوصلے دلِ مضطر مین رہ گئے

دھویا ہزار اُس بُتِ سفاک نے مگر
دھبے ہمارے خون کے خنجر مین رہ گئے

صحرائے عشق میری طرح طے نہو سکا
نو آسمان ایک ہی چکر مین رہ گئے

چھوڑے کہین نہ گیسوے پرخم نے اسکے پیچ / کچھ رہ گئے تو میرے مقدر مین رہ گئے
مجلس تمام ہو گئی ہنگامہ ہو چکا / ہم راہ دیکھتے تری محشر مین رہ گئے
اے چشم اشکبار ڈبو دے انھین بھی تو / ٹاپو ہین جا بجا جو سمندر مین رہ گئے
یارب شتاب آئے سگ یار اس طرف / کچھ کچھ ہین استخوان تن لاغر مین رہ گئے
ساقی چمن مین آتے ہی رخصت ہوئی بہار / میخوار فکر شیشہ و ساغر مین رہ گئے
نامے تو نارسائی قسمت سے گر پڑے / ڈورے ہی ڈورے بال کبوتر مین رہ گئے
اشکون سے میرے بجھ گئی سارے جہان کی آگ / پوشیدہ کچھ شرر تھے سو پتھر مین رہ گئے
واماندگی سے جا نہ سکے کاروان تلک / کھائی تھین ٹھوکرین جو مقدر مین رہ گئے
انکے مکان ہین دیدہ و دل اختیار ہے / اس گھر مین رہ گئے کبھی اس گھر مین رہ گئے

انکے نشان امیر نہین ہین اگر نہون / نام اورون کے نام تو دفتر مین رہ گئے

داغ اقربا کے سینۂ سوزان مین رہ گئے / محفل کہان چراغ شبستان مین رہ گئے
رخنے تمام بند کیے صبر نے مگر / سوراخ دل مین چاک گریبان مین رہ گئے
لطمے نہ گرد بھی مری کشتی کے پائین گے / کیا پیر ٹک کے شورش طوفان مین رہ گئے
کانٹے کہین پڑے ہین کہین گردباد ہین / یہ یادگار ہین جو بیابان مین رہ گئے
میری طرح ضعیف ہوئے میرے اشک غم / نکلے جو دل سے دامن مژگان مین رہ گئے
وہ خوبرو رہے نہ وہ تزئین زلف و رخ / باقی فساد گبر و مسلمان مین رہ گئے
یوسفؑ تو مصر مین ہوئے رونق فروز حسن / یعقوبؑ راہ دیکھتے کنعان مین رہ گئے
مقتل مین اسکے دوڑ کے پہونچے جو تھے قوی / قیدی جو ناتوان تھے وہ زندان مین رہ گئے
وحشت مین دے سکے نہ مرا ساتھ گردباد / نقش قدم کی طرح بیابان مین رہ گئے
دوڑے تلاش دولت دنیا مین جو حریص / آخر کو تھک کے گور غریبان مین رہ گئے

لی کاروانِ گُل نے خزان مین عدم کی راہ
بُلبُل پھڑک پھڑک کے گُلستان مین رہ گئے

آئے بھی حرفِ شکوہ جو دل سے زبان تلک
بن بن کے درد وہ مرے دندان مین رہ گئے

رزقِ سگ و ہما کیے دورِ سپہر نے
جو استخوان کہ گنجِ شہیدان مین رہ گئے

آزار گانِ عشق کا کوسون پتا نہین
کچھ ڈھیر ہڈیون کے بیابان مین رہ گئے

لوٹا ستمگرون نے مگر پھر بھی اے امیر
مضمون ہزار ہا مرے دیوان مین رہ گئے

بتون سے نرد وہ جا کر مکان پر کھیلے
کہ ہار دے دل و دین اپنی جان پر کھیلے

کمان مین تیر وہ جوڑے تو صید ہون نسرین
زمین کیسی شکار آسمان پر کھیلے

زبان تیشہ یہ دیتی تھی کوہکن کو صدا
جو سرفروش ہو وہ اپنی جان پر کھیلے

یہ اُسکے پڑھنے سے ہو چار بیت کو شادی
کہ بیت بیت سے چوتھی زبان پر کھیلے

مین نذر رنگ مین ڈوبون وہ طفلِ بادہ فروش
خدا کرے کہین ہولی دُکان پر کھیلے

جمائے رنگ وہ مطرب بسر جو بیٹھک کا
جو بار سا ہو تو ہر ایک تان پر کھیلے

نہ جیتنے مین گذارہ نہ ہارنے مین رفاہ
پھر اُس سے کھیل کوئی کس گمان پر کھیلے

کہون تو دردِ دل اُس سے مگر ہے قتل کا خوف
قضا نہ سر پہ کہین اس بیان پر کھیلے

لگائے کیونکے وہ واعظ نماز مین شرطین
جُوا جو روز و شب اپنے مکان پر کھیلے

ہمارا دل ہے کہ اُس ترکِ شوخ سے شطرنج
ہزار بار کیا امتحان پر کھیلے

امیر چال کوئی اُس سے کسطرح چل جائے
تمام روز جو چوپڑ مکان پر کھیلے

نمودِ خط ابھی اے حسنِ یار باقی ہے
اِس آئنے کے جگر مین غبار باقی ہے

نہ مست ہی نہ کوئی ہوشیار باقی ہے
حجاب کس سے اب اے چشمِ یار باقی ہے

وہ صید گاہ سے جاتے ہین اے اجل کہدے
اِدھر بھی بے پر و بال اِک شکار باقی ہے

یہ میکدے مین ہے شیشون کا قحط ای ساقی — ابھی تو شیخ کا سنگِ مزار باقی ہے

زمین گور کو سیرِ فلک مبارک ہو — کہ میرے پاس دلِ بیقرار باقی ہے

وہ منتظر ہین کہ مرون تو لاش پر آئین — اجل کو آنے مین کیا انتظار باقی ہے

پھر اُسکے دانتون کا تجکو ہی قصدِ نظارہ — گرہ مین کچھ گہرِ آبدار باقی ہے

نہ جائیگی کبھی تا زیست اپنی سوزشِ دل — کہ شیر زندہ ہے جبتک شکار باقی ہے

چلے برنگِ نفس عُمر بھر تو کیا حاصل — کہ منزلون ہی ابھی کوے یار باقی ہے

وہ ذبح کرکے لہو پر چھڑکتے ہین جو خاک — اشارہ ہے کہ ابھی تک غبار باقی ہے

موئے تو خاک ہوئے ہم مٹے تو خاک مٹے — ابھی تلک تو نشانِ مزار باقی ہے

نہ توڑو آئنہ جانے بھی دو کہ ایک یہی — تمھارے دیکھنے والون مین یار باقی ہے

نہ دل مین تاب نہ آنکھون مین نور ہے لیکن — وہی تڑپ ہی وہی انتظار باقی ہے

سوال کرتے ہین کیا دیکھکر مَلک ہم سے — کفن مین بھی تو نہین کوئی تار باقی ہے

قضا پکارتی پھرتی ہے اُنکے مقتل مین — چلے اگر کوئی اُمیدوار باقی ہے

بہار مین ہو نہ کیون روے یار پر جوبن — چمن عروس ہے جبتک بہار باقی ہے

امیر فاتحہ پڑھنے کوئی کہان آئے — مزار ہے نہ نشانِ مزار باقی ہے

بہارِ عمر سے دل یادگار باقی ہے — بس اِک یہی ثمرِ داغدار باقی ہے

نگہ کہان مری آنکھون مین یار باقی ہے — یہ کچھ غبارِ رہِ انتظار باقی ہے

رہا قفس سے کرے بلبلون کو کیا صیاد — ابھی تو باغ مین کچھ کچھ بہار باقی ہے

کلیم بیٹھ رہے طور پر خیال نہین — کہ اور بھی کوئی اُمیدوار باقی ہے

کہان کہان نہین یارانِ رفتہ کو ڈھونڈھا — اب ایک ہی تو عدم کا دیار باقی ہے

مثال آئنہ واہین مزار مین آنکھین — ہنوز حسرتِ دیدارِ یار باقی ہے

شریک سیکڑون گرد ہین اپنے پھولون مین
خزان کے بعد بھی جوش بہار باقی ہے

نفس کی آمد و شد ہر نفس یہ کہتی ہے
کوئی دم اور تجھے اختیار باقی ہے

کفن کے واسطے کافی ہون وہ وحشی زار
کوئی کوئی جو گریبان مین تار باقی ہے

نہ تخت خسروِ چین ہے نہ چترِ قیصرِ روم
مزار و سایۂ نخلِ مزار باقی ہے

ہجوم داغ سے ہر عضو ہے پرِ طاؤس
موئے پہ بھی وہی نقش و نگار باقی ہے

اُٹھا جو پردہ تو کیا شرم ہی ابھی شب وصل
بڑی نقاب تو یہ اے نگار باقی ہے

برنگِ شمع اُترتی نہین کبھی تپ غم
ہزار آئے پسینا بخار باقی ہے

ہوائے کوچۂ گیسو مین یہ لٹا سُنبل
کہ ایک پیرہن تار تار باقی ہے

نکل چلے ہین بہت طفل اشک روک اے دل
ابھی تو جبر پہ کچھ اختیار باقی ہے

صبا چلی نہین غنچے ہین منھ چھپائے ہوئے
وہی حجاب عروسِ بہار باقی ہے

کہین سے اہل عدم کود کھا گئے داغ امیر
یہی گُلِ چمن روزگار باقی ہے

تیغ قاتل پہ ادا لوٹ گئی
رقص بسمل پہ قضا لوٹ گئی

ہنس پڑے آپ تو بجلی تڑپی
بال کھولے تو گھٹا لوٹ گئی

پس گیا چشم سیہ پر سُرمہ
پائے رنگین پہ حنا لوٹ گئی

اونچی چوٹی کے ادا گرد پھری
نیچی نظرون سے حیا لوٹ گئی

اس روش سے وہ چلے گلشن مین
بچھ گئے پھول صبا لوٹ گئی

تیرے بسمل سے ترے خنجر نے
وہ ادا کی کہ قضا لوٹ گئی

جان محزون کی حقیقت کیا تھی
درد پہلو مین اُٹھا لوٹ گئی

سانپ کی طرح مری چھاتی پہ
رات وہ زُلف دوتا لوٹ گئی

یاد گیسو نے تڑپ پیدا کی
برق بن کر یہ بلا لوٹ گئی

وار خالی نہ گیا قاتل کا
بچ رہا مین تو قضا لوٹ گئی

کیا مزے کی ہی طبیعت اپنی
ایک بوسہ جو ملا لوٹ گئی

خنجر ناز نے کشتون سے امیر
چال وہ کی کہ قضا لوٹ گئی

عشق بتان سے ہاتھ نہ مرکر اُٹھائیے
جبتک اُٹھے یہ داغ جگر پر اُٹھائیے

جور فلک کہ ناز ستمگر اُٹھائیے
اک دل ہزار داغ ہین کیونکر اُٹھائیے

کہتے ہین مجھ گدا کو وہ کوچے مین دیکھکر
لٹھ جان چھوڑیئے بستر اُٹھائیے

مُردے پہ میرے آئے تو بولا یہ اُنسے ناز
کسکا جنازہ ہے یہ سمجھکر اُٹھائیے

غیرت کا حکم ہی کہ گلا گھونٹ کر
مرجائیے نہ منت خنجر اُٹھائیے

مشتاق دید صورت ہوئی پڑے ہین غش
کس سے حجاب گوشۂ چادر اُٹھائیے

مرقد مین آکے مجھ سے کہا شور حشر نے
تکیے سے اب تو بہر خدا سر اُٹھائیے

رہیے خموش قاصد جانان جو کچھ کہے
حکم خدا سے ناز پیمبر اُٹھائیے

میر اسلام آپ کا وار ایک وقت ہو
اُٹھے مزہ جو ہاتھ برابر اُٹھائیے

آؤن ہین پاس آپکے گھر پھاند کر ضرور
دیوار کیا جو سد سکندر اُٹھائیے

منظور ہو جو عشق تو اضع ضرور ہے
سر پر جو بوجھ اُٹھائیے جھک کر اُٹھائیے

یکتائی صنم پہ قسم رخ کی کھائیے
قرآن اُٹھائیے بھی تو حق پر اُٹھائیے

بے چشم مست یار نہین لطف میکشی
اب انجمن سے شیشہ و ساغر اُٹھائیے

قاصد نے نامہ بری کو پہونچ گیا
اب اُسکی لاش بہر پیمبر اُٹھائیے

ہی عشق کی نماز مین تکبیر کا یہ لطف
دونون جہان سے ہاتھ برابر اُٹھائیے

دل کی جلن کا ہاتھ مین اپنے ہے یہ اثر
بجلی نہین شرار جو پتھر اُٹھائیے

آسان نہین ہی عشق بت سنگدل امیر
یہ بوجھ اُٹھائیے تو سمجھکر اُٹھائیے

بیجا نہیں خزان مین یہ نالے ہزار کے
مظلوم دادخواہ ہین خونِ بہار کے

رکھنا نہ مجکو ساتھ دلِ بیقرار کے
ہو اور ایک مزار برابر مزار کے

گستاخ صاف دل ہین صفائی کی کب ہی بات
چڑھتا ہی ایک آئنہ منھ پر ہزار کے

برباد ہوکے اُسکی گلی مین ملا یہ اوج
ذرے ہین آفتاب ہمارے غبار کے

گُلشن سے بُلبُلون کو اُڑاتا ہے باغبان
صدقے اُتر رہے ہین عروسِ بہار کے

پھُولے گا اور کب جو نہ پھُولے گا آجکل
ای نخلِ عمر دن تو یہی ہین بہار کے

صوفی خدا کے گھر مین یہ ہُو حق ہی کیا ضرور
سامع اگر ہو دور تو کہیئے پُکار کے

یوسف کی اصل پوچھیے نقاشِ دہر سے
بھیجا تھا میرے یار کا نقشہ اُتار کے

ایامِ ہجر کٹ نہ سکے کوہکن سے بھی
پتھر سے سخت ہوتے ہین دن انتظار کے

یہ عشقِ خطِ یار مین ہے حال جسمِ زار
مفصل تمام جوڑ ہین خطِ غبار کے

آئے سوال کو جو نکیرین بعدِ مرگ
ٹھہرے رہے ادب سے کنارے مزار کے

شرمندہ میرے بعد ہوئے ہین یہ خانہ جنگ
پایون سے رکھدیے ہین پلنگھ اُتار کے

شکوہ مین ابر کا کہ ہوا کا گلہ کرون
دشمن ہین سیکڑون مرے مشتِ غبار کے

لاتی شمیمِ گُل جو کسی دن قفس تلک
کیا لوٹ جاتے پانون نسیمِ بہار کے

روشن تھے جنکے قصر مین سو بتیون کے جھاڑ
محتاج ہین وہ ایک چراغِ مزار کے

پیری مین کس مزے کو جوانی کے روئیے
سوداغ دے گئے ہمین دو دن بہار کے

بیرنگ تھے وہ ہم کہ دورنگی نہ کی پسند
پہنا کفن تو جامۂ ہستی اُتار کے

بنکر بگڑتے ہین جو گھروندے ہزار ہا
ہین کھیل آمیر صنعتِ پروردگار کے

جنت مین روح جسم ہے نیچے مزار کے
اب خاک کا ہم آئین گے آنسو ہزار کے

کشتی ہماری ڈوب گئی پار اُتار کے
شبنم نے دھوئے پانون عروسِ بہار کے

بیغم ہین عیش کب چمن روزگار کے
کھٹکے ہین کوچۂ رگِ گُل مین بھی خار کے

مردون سے کر رہے ہین نکیرین کیا سوال
جھگڑین مجاورون سے یہ باہر مزار کے

دوزخ مین مجکو جھونک چکے تھے مرے عمل
قربان شان رحمتِ پروردگار کے

کیا چشم سرمگین کے اشارون سے دل بچے
آتے ہین تیر زنگیِ ابلق سوار کے

اس پیار سے زمین نے کھینچا بغل مین تنگ
یاد آگئے مزے مجھے آغوشِ یار کے

پہناؤ بیڑیون کے عوض مجکو بدھیان
کچھ ابکی سال رنگ نئے ہین بہار کے

کلیان جنھین گلون کی سمجھتی ہی عندلیب
وہ بند ہین نقابِ عروسِ بہار کے

پانی تری چھُری کا ہی یون ہی جو بار ڈھر
دریا بہین گے دشت مین خونِ شکار کے

کہتے ہین گُل یہ سبحۂ شبنم سنبھال کر
گنتی کے رہ گئے ہین دن اپنی بہار کے

کیون عاشقی کے نامۂ عصیان نہون سیاہ
پرواز ہین مسودۂ زلفِ یار کے

کیونکر ملے سُراغ مرے جسم زار کا
پردے ہین تار پیرہنِ تار تار کے

غافل نہ گرم و سرد جہان سے کبھی رہے
سوئے جو ہم تو سائے مین نخلِ چنار کے

صالح کا ناقہ ہو کہ دلا گاوِ سامری
پالے ہوئے ہین سب مرے پروردگار کے

جلوہ دکھا کے رنگ جوانی ہوا ہُوا
آتے ہی اُلٹے پاؤن پھرے دن بہار کے

دامن کشان وہ آئے سرِ قبر شکر ہے
آنسو تو پچھ گئے نہ بجھے مری شمعِ مزار کے

گلشن مین کی جو آہ شرربار امیر نے
چھوٹین گے پھلجھڑی کی طرح پھول انار کے

سب جلو مین آپکے آتے ہین اُٹھتے بیٹھتے
اک مجھی پر آپ جھنجھلاتے ہین اُٹھتے بیٹھتے

ضعف سے گو ٹھوکرین کھاتے ہین اُٹھتے بیٹھتے
پر ترے در تک پہونچ جاتے ہین اُٹھتے بیٹھتے

ہی نمازان زاہدون کی ضعف ایمان پر دلیل
سامنے اللہ کے جاتے ہین اُٹھتے بیٹھتے

نوجوانی مین بھی باقی ہی انہین اتنا حجاب
کوئی بیٹھا ہو تو شرماتے ہین اُٹھتے بیٹھتے

جن جوانون کے سر افلاک پڑتے تھے قدم
اب زمین پر ٹھوکرین کھاتے ہین اُٹھتے بیٹھتے

زاہدون کو کیا حرم کی راہ مین رنج سجود
منزل آسان ہی چلے جلتے ہین اُٹھتے بیٹھتے

خود نمائی کی بدولت کتنے اوچھے ہین حسین
منھ ہی ملتے ہین تو اتراتے ہین اُٹھتے بیٹھتے

بوجھ ہی موباف کا اُنکو نزاکت ہی وبال
گیسوؤن کی طرح بل کھاتے ہین اُٹھتے بیٹھتے

تھا جوانی تک مزہ سیر و تماشا کا تمام
ضعف سے اب پانون تھراتے ہین اُٹھتے بیٹھتے

کیا ہوا مین ناتوان ہون گور کی منزل کڑی
آگے پیچھے سب چلے جاتے ہین اُٹھتے بیٹھتے

رسم نے ملنے کی کھوئی عید کی ساری خوشی
تین دن تک پانون رہجاتے ہین اُٹھتے بیٹھتے

آگے سو سو شعر اک جلسے مین کہتے تھے امیر
چار مصرع اب کہے جاتے ہین اُٹھتے بیٹھتے

تیغ قاتل کی چمک آنکھون مین بھر جاتی ہی
اور بھی برق تڑپ کر مجھے تڑپاتی ہے

درد اُلفت مجھے معشوق سے بڑھکر ہی عزیز
جب یہ اُٹھتا ہی مری روح نکلجاتی ہے

صورتِ نقش قدم اُٹھ نہین سکتے ہین قدم
ناتوانی مجھے ہر گام پہ ٹھہراتی ہے

طرز رفتار سے مارا ہے تو پامال بھی کر
دیکھ قاتل یہ بڑی چال رہی جاتی ہے

سرنگون بحر حوادث مین ہون مانند حباب
آنکھ کھل جاتی ہی جب دم کوئی لہر آتی ہے

شوخی حسن نے لاکھ اُنکو کیا طاق مگر
پھر لڑکپن ہی ابھی آنکھ جھپک جاتی ہے

کچھ نہ اغیار کی تقصیر نہ تمہیر الزام
بیزبانی مری باتین مجھے سنواتی ہے

لاش پر بھی وہ چھڑکتا ہی نمک ہنس ہنس کر
چھیڑ اتنا مرے زخمون سے جلی جاتی ہے

ٹھُنک چلکے صلور کہین جلد لحد سے نکلون
اب طبیعت بہت اس قید مین گھبراتی ہے

گُل نسیم سحری شمعِ سحر کو نہ کرے
کوئی دم مین یہ غریب آپ بجھی جاتی ہے

دل کو تسکین مین اے نوافلک والو کیا دلن
اپنی آواز جرس کی بھی نہین آتی ہے

جب کہا مین نے کہ اب قتل مین تاخیر ہے کیون
لوٹے ہر بات مین جلدی ہی تمھین پڑ جاتی ہے

آخری وقت تو آواز سُنا جاؤ مجھے
خلق کے کہنے کو اک بات رہی جاتی ہے

آرسی ہو تری قسمت کی زبردست اے تُرک
سامنا تجھ سے ہو پر چوٹ نہین کھاتی ہے

دوسرا نوک کا مجھسا ہے جوان کون امیرؔ
سیکڑون نیزے ہین اور اک مری چھاتی ہے

توڑ کر پہلو جو چل نکلا دلِ نخچیر سے
خوب روئین حسرتین دل کی لپٹ کر تیر سے

بیخود ایسا ہون کسی کی لذتِ تقریر سے
پہرون کرتا ہون خموشی کا گلہ تصویر سے

قید گیسو سے چُھڑایا مجکو آنکھون نے تری
لے گئین پریان اُڑا کر خانۂ زنجیر سے

تیر نکلا بھی نہین قاتل کے ترکش سے ابھی
روح خوش ہو کر نکل آئی تنِ نخچیر سے

ہون وہ تردامن جلا سکتا نہین دوزخ مجھے
کثرتِ عصیان نے ایمن کر دیا تعزیر سے

مُصحفِ ناطق کہین کیونکر نہ تیرے خط کو ہم
لذتِ تقریر ملتی ہے تری تحریر سے

پاس بٹھلا کر مجھے اُس نے اُٹھایا غیر کو
لڑ گئی تقدیر میری غیر کی تقدیر سے

دُھوم ہو قاتل تری آتی ہین پریان سیکھنے
چال تیری تیغ سے پرواز تیرے تیر سے

دم اگر نکلے تو نکلے گھٹ کے عشقِ زلف مین
پر قدم باہر نہ نکلے خانۂ زنجیر سے

ذبح ہونے کا نہ اُٹھا خاک بھی ہمکو مزہ
عمر بھر رگڑا تو کیا رگڑا گلا شمشیر سے

اے صبا سُنبل نے کیون گلشن مین پھیلایا ہے جال
موجِ بُوئے گُل بھی مجکو بڑھ کے ہے زنجیر سے

بے سبب غلطان نہین اے مژہ ناوک افگن خاک پر
چھدنے لیتی ہے قضا ناوک ترا نخچیر سے

یون نہین آنے کا قابو مین خطِ رُخسار یار
توڑ جوڑ اس خط کے سیکھون کاتبِ تقدیر سے

اس مرقع مین عجب نیرنگیان ہین حُسن کی
جب نظر اُٹھی لڑین آنکھین نئی تصویر سے

قید ہستی سے جو چھوٹے آ گئے جنت مین امیرؔ
حور بن کر روح نکلی خانۂ زنجیر سے

اے گُل تر تیرے جذبِ حُسن کی تاثیر سے
رنگ خون ہو کر ٹپکتا ہے مری تصویر سے

لکھدیا روز ازل انجام غفلت کا مری
خواب سے پہلے ہوا آگاہ وہ تعبیر سے

لیگیا مریخ اُسکو غازۂ رُخ کے لیے
جو لہو کا قطرہ ٹپکا یار کی شمشیر سے

دیکھا اے دل جاے عبرت قصّۂ شدّاد ہی
گھر جہنّم مین بنا فردوس کی تعمیر سے

مرتے مرتے بھی احسان غیر کا ہمسے اُٹھا
سر بھی کٹوایا تو ہمنے یار کی شمشیر سے

اتنی آرایش بھی اُنکو ہی نزاکت سے گران
کم نہین پھولون کی بدھی آہنی زنجیر سے

اب ادا ہے شکر قاتل بسملون پر فرض ہے
ہر دہان زخم نے پائی زبان شمشیر سے

بوسہ لینے پر جو وہ بگڑے تو پھر بوسہ لیا
معصیت کا ذوق دونا ہوگیا تعزیر سے

توڑ مین تیر قضا قاتل کسی سے کم نہین
ہان جو ہارا ہے تو اک تیری نگہ کے تیر سے

وصف گیسو مین جو کرتا ہون تو کہتا ہی وہ شوخ
دم اُلجھتا ہی تری اُلجھی ہوئی تقریر سے

جان نثارون کو گلے مل مل کے کرنا تھا ہلاک
رہگئی یہ چال اے قاتل تری شمشیر سے

عشق ابرو مین جو خط لکھتا ہون قاتل کو کبھی
چاک کرتا ہے لفافے کو مرے شمشیر سے

بیڑیان دیوانۂ گیسو کو پہناتے ہو کیون
رشتۂ اُلفت کا پھندا سخت ہے زنجیر سے

داد دینے کا تو کیا مذکور یہ صیّادِ حُسن
چلبھتے ہین اور اُلٹی آفرین نخچیر سے

منزلِ حیرت کا طی کرنا بہت دشوار ہے
پار کب ہوتی ہے کشتی قلزم تصویر سے

آگے بربادی ہمارے خانۂ دل مین بسی
گھر خرابی کا ہوا آباد اس تعمیر سے

کھو چکے قاصد کو خط اُس شوخ کو لکھکر امیر
رو چکے لکھے کو اپنی خوبیِ تقدیر سے

کیا لبِ معشوق ہو کر جان لی تنخیر سے
سیکھے گھر دل مین کرنا کوئی اُسکے تیر سے

شعلۂ آواز سے غش آگیا مثلِ کلیم
لن ترانی کا مزہ اُٹھا تری تقریر سے

مچھلیان پلے کی رہتی ہین مرے پیشِ نظر
کم نہین میرا تصوّر دام ماہی گیر سے

مضطرب مجھسے زیادہ یار ہی میرے لیے
اضطراب ناوک افگن بڑھ گئے ہی نخچیر سے

ہون وہ محوِ بیخودی لکھی جو میری سرنوشت | مٹ گیا جو حرف نکلا خامۂ تقدیر سے
محو ہو کر دیکھ نیرنگی طلسم دہر کی | سیر کر حیرت کدے کی دیدۂ تصویر سے
عذر بے بال و پری کبتک نکل ای مرغ دل | مانگ لے پر عرش تک اُڑنے کو اُسکے تیر سے
عالم کثرت مین وحدت کی نشانی ہے ضرور | فائدہ اتنا ہے بیت اللہ کی تعمیر سے
زندۂ جاوید ہون کیونکر نہ بسمل زیر تیغ | چلتی ہے قاتل قضا بچکر تری شمشیر سے
کل تلک تھا کثرتِ عصیان سے نادم ای کریم | آج شرمندہ ہون اپنی قلتِ تقصیر سے
منزلت اللہ سے بڑھجاتی ہی ہر چیز کی | کعبے کی رونق ہوئی بتخانے کی تعمیر سے
عشق گیسو سے جو چھوٹے قتل ابرو نے کیا | آئے مقتل مین جو نکلے خانۂ زنجیر سے
تیرے رُکنے اور کھنچنے کا تو کیا مذکور ہے | یہ ادائین سیکھ لے کوئی تری شمشیر سے
جو رقم کرتا ہون مین کرتا ہی وہ اُسکے خلاف | ایک خط لکھوا کے بھیجون کاتبِ تقدیر سے
کیا خبر تجکو کہ قسمت مین کہانکی خاک ہے | جیتے جی کیا فائدہ ہے قبر کی تعمیر سے
وہ کرے سُلطانِ دُنیا یہ کرے سُلطانِ دین | کیا مین نسبت دون ہما کو یار کی شمشیر سے
داغ سینہ داغ پہلو زخم دل درد جگر | کیسے کیسے ہمنشین مجکو ملے تقدیر سے

زخم یہ اوچھے نہین کھائے ہین قاصد نے امیر
لیکے آیا ہے وہ اس کج دے مین خط شمشیر سے

قطع ہو راہ سفر کوچۂ قاتل آئے | تھک گیا ہون مین الٰہی کہین منزل آئے
چین جبین پر نہ تہِ خنجرِ قاتل آئے | وضع مین فرق خبردار نہ ای دل آئے
حاجیو تمکو مبارک ہو سفر کعبے کا | جا کے بتخانے مین اللہ سے ہم مل آئے
مرتے دم بھی نہوئی لذتِ دیدار نصیب | غش پہ غش مجکو تہِ خنجرِ قاتل آئے
صدمۂ درد جگر سے نہین آگاہ ہنوز | کہین اللہ کرے آپ کا بھی دل آئے
حال ہشیاری کا بیدار دلون سے پوچھو | ہم تو غافل رہے غافل گئے غافل آئے

مجھ سے صحبت نہ جدائی کے اٹھینگے یارب — جان بھی ساتھ ہی جائے جو کہین دل آئے

ماہتابی پہ وہ آئے تو تجلی نے کہا — سیر آئے تو چمک کر مہ کامل آئے

ہون وہ واماندہ غربت جو کرون قصد عدم — موت لینے کو مجھے سیکڑون منزل آئے

مذہب عشق مین تمییز بد و نیک ہے کفر — توبہ کیجیے جو خیال حق و باطل آئے

سر اٹھانے کی نہین گنج لحد مین طاقت — تھک گئے بسکہ کڑی جھیل کے منزل آئے

وہ غریق یم آفت ہون کہ آنکھون مین فلک — خاک جھونکے جو نظر دور سے ساحل آئے

تیز قدمون نے جو پیچھے ہمین چھوڑا چھوڑا — گرتے پڑتے ہوئے ہم بھی سر منزل آئے

کوئی مشتاق شہادت نہ تڑپ کر مر جائے — دیر اچھی نہین آنا ہو تو قاتل آئے

سادہ رویون کو عبث دعوی یکتائی ہے — حال کھلجائے جو آئینہ مقابل آئے

مجکو اور غیر کو یکسان تو نہ سمجھے وہ امیر — کاش کچھ اسکو تمییز حق و باطل آئے

رو برو دل جو ہمارا سر محفل آئے — منھ ہے آئینہ جو پھر تیرے مقابل آئے

بزم مین شب کو جو وہ ماہ شمائل آئے — منھ کے بل شمع گرے غش سر محفل آئے

کوچہ یار مین جائینگے پھنسین ہم تو پھنسین — قید ہونے کو فرشتے سوے بابل آئے

ہم تہیدست لب گور تو پہونچے پر یون — جس طرح لٹ کے مسافر سر منزل آئے

زخمی عشق ہون ایسا جو ہلے دل میرا — صاف آواز پر طائر بسمل آئے

نجد مین جاکے مین مجنون کیطرح بیٹھا ہون — کہ نظر مجھکو کوئی صاحب محمل آئے

کبھی اس چاند سے چہرے پہ نہو خط کی نمود — یا الٰہی نہ گہن مین مہ کامل آئے

لوٹتا ہون ترے خنجر فقط اتنے لیے مین — بن پڑے اور جو غصے مین وہ قاتل آئے

ساتھ اغیار کے جب یار کرے بادہ کشی — خون دل کیون نہ یہان اشک کے شامل آئے

آپ نے جان پر اپنے تو مروت کیسی — پھینک دون چیر کے پہلو جو کہین دل آئے

جان وہ جان ہی جو راہ مین تیری جائے
دل وہ دل ہی جو ترے کوچہ مین بسمل آئے

یہ نیا قاعدہ دربار کا ٹھہرا ہے حضور
نذر کے واسطے ہر روز نیا دل آئے

اب کسی سے نہ رہی ملنے کی حسرت باقی
آج جی بھر کے گلے تیغ سے ہم مل آئے

ہاتھ رک جائے نہ قاتل کا ابھی کم سن ہے
ذبح کے وقت نہ ہچکی تجھے بسمل آئے

قلزم عشق وہ قلزم ہی جہان مثل حباب
ٹوٹ جائے جو سفینہ لب ساحل آئے

یاد گیسو نے لحد مین بھی نہ چھوڑا اچھا
قید خانے مین گرفتار سلاسل آئے

بے نقاب آئے جو وہ رات کو محفل مین امیر
شمع نے بڑھ کے کہا رونق محفل آئے

کہا ہمنے جو دل کا درد تم اِسکو گلا سمجھے
تصدق اس سمجھ کے مرحبا سمجھے تو کیا سمجھے

ریا کو رباطن طاعت خاص خدا سمجھے
سہارا مل گیا دیوار کا اندھے عصا سمجھے

ہوا جب نفس تابع مطلب دل ہو گیا حاصل
گلو سے اژدہا ہمکو جو ہاتھ آیا عصا سمجھے

نظر ریش سیہ مین جب کوئی موے سفید آیا
بہت روئے اسے ہم خندۂ دندان نما سمجھے

جو اُٹھتے بیٹھتے پیری مین بولین ہڈیان اپنی
درائے کاروان زندگی کی ہم صدا سمجھے

نہ کی عہد جوانی مین ادائے بندگی ہمنے
ہوئے فاقے جو پیری مین انھین صوم قضا سمجھے

جوانی اور پیری ایک رات اکدن کا وقفہ تھا
خمار و نشہ مین دونون کو کھویا ہائے کیا سمجھے

ہوئے کُشتہ نظر آیا جو خالِ ابروے قاتل
ہم اس خنجر کے جوہر کو سر قاف قضا سمجھے

ہر اک لختِ دلِ پرخون شہید تیغ اُلفت تھا
گرا دامن پہ جب دامن کو اپنے کربلا سمجھے

مخمس ہے بنا ناخن بدل وہ پنجۂ رنگین
سوا شاعر کے اسکا حُسن کوئی اور کیا سمجھے

امیر اہلِ حرم سمجھے حرم تصویر ابرو کو
کھنچا خاکا جو اُس گیسو کا ہندو کا لکا سمجھے

آثار گہ ہستی سے اُسکا آستان نزدیک ہی
بے نشانون سے بہت وہ بے نشان نزدیک ہی

اس چمن مین طائرِ پر اگر ہون مین تو کیا
دور ہے صیاد ابھی اور آشیان نزدیک ہے

ہے ازل سے ساتھ نرم و سخت کا اس دہر مین
کس قدر انسان کے دانتون سے زبان نزدیک ہے

صحبتِ ظالم سے نقصان گوشہ گیرون کا نہین
خوف کیا اگر تیر سے زاغِ کمان نزدیک ہے

رکھ قدم آہستہ آہستہ تو چمن مین عندلیب
دور کچھ گلچین نہین ہے باغبان نزدیک ہے

بامِ جانان دور کیا ہے کہتی ہے پردازِ شوق
حوصلہ عالی اگر ہو آسمان نزدیک ہے

ہو چلی ہے اُلفت اک پردہ نشین سے پھر مجھے
المدد اے ضبط وقتِ امتحان نزدیک ہے

آگے عالی ظرف کے کمظرف کیا پائے فروغ
آبرو کیا ہے جو دریا سے کنوان نزدیک ہے

توبہ گلرویون کی اُلفت سے ہے پیری مین ضرور
اے بہارِ زندگی وقتِ خزان نزدیک ہے

پُرفشانی حسرتِ پرواز مین اب کیا ضرور
داد صیادِ اجل اے مُرغِ جان نزدیک ہے

عشق صادق کی ہے آمد دل ہوس سے پاک کر
صاف کرنا چاہیے گھر میہمان نزدیک ہے

لی جو میخوارون نے انگڑائی اُتارا جامِ مہر
کیا ہی میخانے سے طاقِ آسمان نزدیک ہے

برگِ گُل صیاد آتے ہین جو اُڑ کر متصل
کیا بہت میرے قفس سے بوستان نزدیک ہے

دل ہے نالان غم سے ٹپکا چاہتے ہین اشک بھی
آتی ہے بانگِ جرس اب کاروان نزدیک ہے

صورِ محشر کو کھلادے سرمہ اے گردِ گناہ
چُپ رہے ہے وقتِ حسابِ عاصیان نزدیک ہے

ہر طرف ہین غولِ خضرِ راہ پوشیدہ امیر
اب ظہورِ مہدیِ آخر زمان نزدیک ہے

وعدۂ وصل اور وہ کچھ بات ہے
ہو نہ ہو اسمین بھی کوئی گھات ہے

خلق ناحق درپئے اثبات ہے
ہے دہن اُسکا کہان اک بات ہے

بوسۂ چاہِ زنخدان غیر لین
ڈوب مرنے کی یہ اے دل بات ہے

گھر سے نکلے ہو نہتے وقتِ قتل
یہ بھی بہرِ قتلِ عاشق گھات ہے

مین نے اتنا ہی کہا بنوائو خط
یہ بگڑنے کی بھلا کیا بات ہے

بعد مدت بخت جاگے ہین مرے	بیٹھے ہین سونے کو ساری رات ہی
کیا کرون وصفِ بتانِ خود پسند	انسے بڑھکر بس خدا کی ذات ہی
باتون باتون مین جو مین کچھ کہ گیا	ہنس کے فرمانے لگے کیا بات ہی
حرفِ مطلب صاف کہ سکتا نہین	ہے ادب مانع کہ پہلی رات ہی
مجھ سے یہ ہو اظہارِ اُلفت واہ وا	آپ کے فرمانے کی یہ بات ہی
رو رہے ہین ہم ملا دے لب سے لب	میکشی ہو ساقیا برسات ہی
زچ ہی تیری چال سے رفتارِ چرخ	مُہرۂ رخ سے بازی مہ مات ہی
کیسی کٹتی ہے سیہ بختی مین عمر	رات سے دن دن سے بدتر رات ہی
چھیڑتا ہے دل کو کیا ای دردِ ہجر	خود گرفتارِ ہزار آفات ہی
ای غنی دے سیم و زر وقتِ بلا	مالِ دنیا جان کی خیرات ہی

قطعہ

گرچہ دل مین نہین پھر اس سے کیا	یہ دو شنبے کی یہ بدھ کی رات ہی
صاف کہدے تو یہان آیا نکر	یار یہ سو بات کی اک بات ہی

بختِ دل ہین میرے کھانے کو امیر
بس انھین ٹکڑون پہ اب اوقات ہی

کشورِ دل مین ہو پریون کے بھی شاہی تیری	قاف تا قاف حکومت ہو الٰہی تیری
نیم جان چھوڑ چلی نیم نگاہی تیری	زندگی تا صد و سی سال الٰہی تیری
توبہ ای ابرِ سیہ تو لین بھی مے کی سیاہ	مل گئی خوب سیاہی مین سیاہی تیری
گور مین ساتھ نہ جائیگی یہ شوکت ای شاہ	چھوٹ جائیگی یہین مسندِ شاہی تیری
نازِ نیرنگ پہ لے ابلقِ ایام نہ کر	نہ رہیگی یہ سفیدی یہ سیاہی تیری
وصل مین جوش پر آیا جو مرا قلزمِ اشک	زلف ای ماہ بنے گی پرِ ماہی تیری

لکھ کے خط کوچۂ قاتل مین تجھے کیا بھیجون — اے کبوتر نہین منظور تباہی تیری
دل تڑپتا ہی تو کہتی ہین یہ آنکھین رو کر — ابتو دیکھی نہین جاتی ہو تباہی تیری
چاہنا جو مجھے تو حشر مین کہنا اے دل — داورِ حشر نمانے گا گواہی تیری
ہم فقیر اپنی فقیری مین شب و روز ہین مست — تجھکو اے شاہ مبارک ہے شاہی تیری
کیا بلا سے تو ڈراتی ہو مجھے اے شبِ گور — کچھ شبِ ہجر سے بڑھکر ہے سیاہی تیری
مَے پلا خوب ہے جب سے رمضان تک ساقی — دونی کر دونگا مین تنخواہ مہ ماہی تیری
اپنے پیاسے کو بھی کرتی نہین سیراب ای ترک — کیسی تربیتی ہے تلوار ترا ہی تیری
برہمن کعبہ نشین شیخ حرم بندۂ بت — مصلحت ہے جو مشیت ہے الٰہی تیری
چھپ گیا مہر قیامت بھی تہِ ابر سیاہ — بل بے ای نامۂ اعمال سیاہی تیری

کیا ہوا تجکو کہ غافل ہے اوامر سے امیر
حرص سے طبع ہے مشتاق نواہی تیری

ہر گنہگار کو ہے آس الٰہی تیری — عام ہے ہر صفت نامتناہی تیری
آنکھ مین آئے تو پتلی ہو تو ای زلفِ سیاہ — دل مین ٹھہرے تو سویدا ہے سیاہی تیری
منزلین ہوتی ہین کھوٹی نکل ای قاتل خلق — راہ تکتے ہین کھڑے دیر سے راہی تیری
رنگ تو خوب ہے پر ای شب غم عیب یہ ہی — کہ روانی نہین رکھتی ہو سیاہی تیری
جوہر تیغ ہین ای ابروے پر خم تجھ مین — قدر کس طرح سے سمجھین نہ سپاہی تیری
مین تو جو زندان سے سوئے دشت بڑھاتا ہون قدم — ہو گی اے خانۂ زنجیر تباہی تیری
حشر مین تو جو نہ زبان بند کرا اے تیغ دو دم — دو گواہون کے برابر ہے گواہی تیری
بو نہین رنگ نہین نور نہین نار نہین — معرفت کیون نہو دشوار الٰہی تیری
واہ کس لطف سے پڑھتا ہے تو اے طفل نصاب — مدح کرتا ہے ابو نصر فراہی تیری
جوش وحشت مین وان ہم جو کرین قلزمِ اشک — ابھی ای کوہ ہو چوٹی پہ ماہی تیری

تیرے نظارے سے بڑھتی ہے بصارت اے زلف
سُرمہ بنجاتی ہے آنکھون مین سیاہی تیری

عشق فریاد دلا حشر مین کام آئیگی
کہ رُکے گی نہ زبان وقتِ گواہی تیری

دھیان دن کو نہین تیرا فقط اے زلف سیاہ
شب کو بھی آکے دباتی ہے سیاہی تیری

تو سفینہ ہے زمانہ ہے سفینے مین امیر
سارے عالم کی تباہی ہے تباہی تیری

گذر کو ہے بہت اوقات تھوڑی
کہ ہے یہ طول قصہ رات تھوڑی

جو مے زاہد نے مانگی مست بولے
بہت یا قبلۂ حاجات تھوڑی

کہان غنچہ کہان اُسکا دہن تنگ
بڑھائی شاعرون نے بات تھوڑی

اُٹھے کیا زانوے غم سے سر اپنا
بہت گذری رہی ہیہات تھوڑی

خیالِ ضبط گریہ ہے جو ہمکو
بہت امسال ہے برسات تھوڑی

پلائے لیکے نقد ہوش ساقی
تہیدستون کی ہے اوقات تھوڑی

وہی ہے آسمان پر گنج انجم
ملی تھی جو تری خیرات تھوڑی

ترا اے دختِ رز واصف ہے واعظ
بڑی حرمت ہے اتنی بات تھوڑی

چلو منزل امیر آنکھین تو کھولو
نہایت رہ گئی ہے رات تھوڑی

پژمردہ گُل ہوئے ترے گالون کے سامنے
سُنبل پہ پیچ پڑ گئے بالون کے سامنے

پردہ اُنھین سے ہے جنھین تابِ نظر نہین
آتے ہین خود وہ دیکھنے والون کے سامنے

بیجا زمین کو فخر نہین آسمان پر
ذرہ ہے مہر مہ جمالون کے سامنے

کیا کیا بناؤ کرتے ہین خارِ رہِ جنون
رکھ رکھ کے آئینے مرے چھالون کے سامنے

نیرنگ صنع دیکھ تماشائے باغ کر
کیا سُرخ گُل ہین سبز نہالون کے سامنے

بندھتے جو شوخ دشت مین مضمون چشم یار
پڑھتا غزل مین اپنی غزالون کے سامنے

قطعہ

کیا گلرخون نے رنگ جمائے ہین باغ مین
کیا گل کھلے ہین حور جمالون کے سامنے

کیا سُرخ سُرخ جام ہین پھولون کے روبرو
کیا سبز سبز شیشے ہین تھالون کے سامنے

وصلت کی رات اور مؤذن گجر فروش
ہوتے ہین کیسے کیسے ملالون کے سامنے

ای زر پرست فقر کا تجھکو مزہ تو ہو
کوڑی کی چینیان ہین سفالون کے سامنے

کیا مُنھ جو علم عشق مین نخشے کوئی حکیم
ہو نطق بند میرے سوالون کے سامنے

اُن ابروؤن کی یاد مین دلپر نہین ہی داغ
روشن ہی آفتاب ہلالون کے سامنے

کرتے ہین عجز جنکو خدا نے دیا ہے ظرف
شیشون کے سر جھکے ہین پیالون کے سامنے

رکھتے ہین جو ہنر اُنھین آفت سے کیا خطر
ساحل ہی بحر تیرنے والون کے سامنے

تیرون کے پر کٹے ترے غمزون کے روبرو
تیغین نہ چل سکین تری چالون کے سامنے

یہ نور یہ ضیا یہ چمک یہ دمک کہان
خورشید ہے تو اترے گالون کے سامنے

سودائی ہین جو لائے ہین چین و ختن سے مُشک
پوچھا نہ جائیگا ترے بالون کے سامنے

چار ابروؤن کے عشق مین پوچھو نہ حال دل
تنہا کتان ہی چار ہلالون کے سامنے

گلشن ہے جوش ساغر و مینا سے میکدہ
کیا گل کھلے ہوئے ہین نہالون کے سامنے

تعریف سرو قامتِ محبوب کی امیر
مشکل نہین بلند خیالون کے سامنے

خورشید چھپ گیا ترے گالون کے سامنے
میلی خطِ شعاع ہے بالون کے سامنے

دعوی زبان کا لکھنؤ والون کے سامنے
اظہار بوے مشک غزالون کے سامنے

ای دل فغان وہ کر کہ صداے جرس ہو بند
شرمندہ ہون نہ قافلے والون کے سامنے

عاشق نے لاکھ جمع کیا دفتر حواس
شیرازہ کھُل گیا ترے بالون کے سامنے

چشمِ سیاہ یار جب آنکھون مین پھر گئی
آنسو مرے بھر آئے غزالون کے سامنے

آئے وہ باغ مین تو لگی چھوڑنے نسیم
تازہ شگوفے تازہ نہالون کے سامنے

ہم ہین وہ ای کلیم کہ غش کا تو ذکر کیا
جھپکے نہ آنکھ برق جمالون کے سامنے

یاد آئی جب سیاہی چشم سیاہ یار
آنسو مرے بھر آئے غزالون کے سامنے

حالِ کلیم طور سُنا ہوگا آپ نے
کیسا حجاب دیکھنے والون کے سامنے

مضمون کی کیا کمی ہی کہ عرش برین بھی ہی
نزدیک دور گرد خیالون کے سامنے

پانی کی چھاگلین جو سمجھتے ہین خار دشت
آتے ہین دوڑ کر مرے چھالون کے سامنے

ہم کیا کہ سرکشون کی بھی پُرخم ہین گردنین
اِن کج کلاہ گیسوؤن والون کے سامنے

طاؤس و کبک ٹھوکرین کھاتے ہین ہر قدم
چلتی نہین ہی کچھ تری چالون کے سامنے

لیلی کو پاس خفتِ مجنون بھی کچھ نہین
آنکھین دکھا رہی ہی غزالون کے سامنے

موسیٰ سے کہدو طور پہ جایا کرو نہ روز
اچھا نہین ہے برق جمالون کے سامنے

جادون کو نہر نہر کو بحر روان کرین
کتنی یہ بات ہی مرے چھالون کے سامنے

مرقد سے بھاگ جائینگے خود منکر و نکیر
ٹھہرینگے کیا وہ میرے سوالون کے سامنے

اے دل بھرے تو میٹھے ہی تھے سب اُبل پڑے
کانٹون نے لی جو نوک کی چھالون کے سامنے

دُنیا امیر کیا ہی جو ماتمکدہ نہین
ہر دم یہان ہین تازہ ملالون کے سامنے

قبلۂ دل کعبۂ جان اور ہے
سجدہ گاہ اہلِ عرفان اور ہے

ہو کے خوش کٹواتے ہین اپنے گلے
عاشقون کی عید قربان اور ہے

روز و شب یان ایک سی ہی روشنی
دل کے داغون کا چراغان اور ہے

خار دکھلاتی ہے پھولون کی بہار
بلبلو اپنا گلستان اور ہے

قید مین آرام آزادی وبال
ہم گرفتارون کا زندان اور ہے

بحر الفت مین نہین کشتی کا کام
نوح سے کہدو یہ طوفان اور ہے

اُس کو اندیشہ ہی برق و سیل سے
اپنے خرمن کا نگہبان اور ہے

درد وہ دل مین وہ سینہ پہ ہو داغ
جسکا مرہم جسکا درمان اور ہے

کعبہ رو محراب ابرو اے امیر
اپنی طاعت اپنا ایمان اور ہی

نہین اُمید جو اُس بیوفا کے آنے کی
مین راہ دیکھ رہا ہون قضا کے آنے کی

ستم سے تنگ ہون احسان عجب یہ کر واعظ
خبر سُنا اُسے روزِ جزا کے آنے کی

عدم مین یاد کرون گا کسی مسیحا کو
نکال لونگا کوئی راہ جا کے آنے کی

چڑھاؤ پھول جو میری لحد پر آئے ہو
یہ کون چال ہے تیوری چڑھا کے آنے کی

سنگ اُس پری کا کہین کھا لے اُستخوان مرے خلد
اُڑا دے قید الٰہی ہما کے آنے کی

یقین ہوا جو گرا دانت کوئی پیری مین
کہ آج کھل گئی کھڑکی قضا کے آنے کی

جگا یا مین نے جو سوتے مین تنگ ہو کے کہا
ٹھہر ٹھہر کہ نہین نیند جا کے آنے کی

مین تھک چکا ہون بہت دور قافلہ پہونچا
سبیل کون ہے بانگ درا کے آنے کی

غضب ہے نزع مین کہتے ہین سب پڑھو کلمہ
لگی ہو رٹ مجھے اُس بیوفا کے آنے کی

نقاب ڈال کے آئے کہو خدا کے لیے
یہ کون شکل ہی صورت چھپا کے آنے کی

جو تن پہ زخم لگے اور جان تازہ ہوئی
کشادہ ہو گئین راہین قضا کے آنے کی

غلاف ڈال قفس پر ابھی نہ اے صیاد
کہ ہے چمن سے توقع صبا کے آنے کی

امیر جائین گے ہم بے نظیر آج ضرور
خبر ہے میلے مین اُس مہ لقا کے آنے کی

ساقیا دُرد نے معاف نہین بیٹھ گئی
شربتی ڈاک تھی یہ زیر نگین بیٹھ گئی

موت بھی میری طرح ہو کے حزین بیٹھ گئی
باڑھ پہ تو خنجرِ قاتل کی نہین بیٹھ گئی

بعد مُردن بھی مرے ضعف کی قوت نہ گھٹی
خاک اُٹھی بھی تو چکرا کے وہین بیٹھ گئی

قصد جنت جو مری روح نے دُنیا سے کیا
ڈاک حورون کی دمِ بازپسین بیٹھ گئی

رِن دنون دخترِ رز کا نہین ملتا ہے پتا
کہین قاضی کے تو گھر جا کے نہین بیٹھ گئی

سقفِ گردون کی بھی ہے دیدۂ تر مجھ ہی بساط
چار موجین بھی تری اُٹھ نہ سکین بیٹھ گئی

دُور سے بھی جو نظر آئی کبھی شکلِ اُمید
پاس آ کر مرے پہلو کے قرین بیٹھ گئی

رستمی پر جو تری زلفِ مسلسل آئی
دھاک تا تار سے تا کشورِ چین بیٹھ گئی

کشتیِ عمر کا انجام ہمین یاد آیا
کھا کے چکر کوئی کشتی جو کہین بیٹھ گئی

لعلِ حسن نے بدخشان سے افشان کا فروغ
گرد بھی اُڑ کے جو بالائے جبین بیٹھ گئی

واہ رے شوق اشارہ مجھے قاتل نے کیا
دوڑ کر موت تہِ خنجرِ کین بیٹھ گئی

شعر پُر درد جو لکھنے پہ طبیعت آئی
سامنے آ کے مرے روحِ حزین بیٹھ گئی

سخت جانی کے دکھائے کسے جوہر اب امیر
کہ تری باڑھ تو اے خنجرِ کین بیٹھ گئی

آنسوؤن سے نہ فقط گردِ زمین بیٹھ گئی
کشتیِ چرخ بھی چکرا کے وہین بیٹھ گئی

لنگر اُس سے بھی گناہون کا مرے اُٹھ نہ سکا
ٹیک کر زانوؤن کو گاؤِ زمین بیٹھ گئی

تھا وہ گریان کہ ہوئی قبر کنوان مرگ کے بعد
نم ہوا ہو کے یہ اشکون سے زمین بیٹھ گئی

ہم کھڑے رہ گئے جب دم وہ نکل کر بیٹھے
صفِ رقیبون کی یسار اور یمین بیٹھ گئی

حبس زمین پر کہ مرا ابرِ طبیعت برسا
گردِ ہنگامۂ پیشین و پسین بیٹھ گئی

رشکِ رخسار نے تیرے کسے لاغر نہ کیا
کنپٹی ماہ کی اے زہرہ جبین بیٹھ گئی

تار سا خاک کو بھی ضعف نے میرے رکھا
یان سے اُٹھی تو سرِ عرشِ برین بیٹھ گئی

کیون نہ چشمون مین ہو نام کہ تصویر تری
حلقۂ چشم مین مانندِ نگین بیٹھ گئی

ادعا آنکھ سے اُس شوخ کی ہمچشمی کا
کیون تری آنکھ نہ اے آہوے چین بیٹھ گئی

چال نے تیری قیامت کو اُبھرنے نہ دیا
ٹھوکرین ایسی لگائین کہ وہین بیٹھ گئی

دی رقیبون کو نشانی جو انگوٹھی اُس نے
چوٹ دل پر صفتِ نقشِ نگین بیٹھ گئی

کبھی لیلیٰ کی منگائی جو خبر مجنون نے
ڈاک صحرا مین غزالون کی وہین بیٹھ گئی

مار کھا کر نہ درِ یار سے سرکا عاشق
کوئی ہڈی بھی جو سرکی تو وہین بیٹھ گئی

کوہکن کو مزۂ اُلفتِ شیرین اُٹھا
ضربِ تیشے کی جو بالائے جبین بیٹھ گئی

بہرِ آدم جو فرشتون نے اُٹھائی مٹی
ایسی چلائی کہ آوازِ زمین بیٹھ گئی

رفعتِ طبع کہان دل نہ لگا اسمین امیر
پست مضمون سے زیادہ یہ زمین بیٹھ گئی

جان تن سے جو تڑپ کر شبِ فرقت نکلی
دل نے خوش ہو کے کہا ایک یہ حسرت نکلی

بتکدے مین ہمین اللہ حرم سے لایا
شکر صد شکر یہان ایک تو صورت نکلی

کیون اچی غازہ مرے خون کا ملکر دیکھا
اور بھی چہرہ ہوا اور ہی رنگت نکلی

ڈال کر مُنھ پہ نقاب اُسنے کیا مجکو حلال
دمِ آخر بھی نہ دیدار کی حسرت نکلی

بہرِ نظارہ جو قرآن مین بھی دیکھی فال
لن ترانی کے سوا اور نہ آیت نکلی

ہاتھ تک مفتی و قاضی کو لگانے نہ دیا
دخترِ رز تو بڑی صاحبِ عصمت نکلی

سیکڑون ڈوب سے چاہِ ذقن مین تیرے
اس بھنور سے کوئی کشتی نہ سلامت نکلی

طور پر برقِ تجلی سے جو موسیٰ ہوئے غش
خوب دیکھا تو وہ تیری ہی شرارت نکلی

بڑھ گئی حسن پرستی کی تجھے حرص امیر
ہاے پیری تو جوانی سے بھی آفت نکلی

شبِ وصل کیا مختصر ہو گئی
اِدھر آتے ہی آتے سحر ہو گئی

شبِ وصل اِدھر سے اُدھر ہو گئی
بدلتے ہی کروٹ سحر ہو گئی

نہین مٹتی یہ بھی تو دو دن پھر
مری نبض اُس کی نظر ہو گئی

دیا موت نے پیاس مین جامِ آب
کہ جی ڈوبتے آنکھ تر ہو گئی

بہت آمد آمد تھی اُس گُل کی گرم	پڑا منھ تو ٹھنڈی خبر ہوگئی
کسی کروٹ آیا شبِ غم نہ چین	ترپتے ترپتے سحر ہوگئی
کھٹکتی ہے اب زندگی آنکھ مین	رگِ جان مجھے نیشتر ہوگئی
الٰہی شبِ غم مین اتنا تو ہو	کوئی جھوٹ کہدے سحر ہوگئی
چبھی دل مین اُس گل کی باریک بات	رگِ گل مجھے نیشتر ہوگئی
کرے کون اب اُڑکے سیرِ چمن	کہ بلبل تو بے بال و پر ہوگئی
مین حیران ہون وہ زلف و رُخ دیکھکر	سرِ شام کیونکر سحر ہوگئی

ہمین سر پٹکتے ہی گذری اسیر
یونہین عمر ساری بسر ہوگئی

لذت جو ملی مرے لہو کی	خنجر نے بلائین لین گلو کی
آنکھین دمِ قتل جستجو کی	تیغین ہین بھری ہوئی لہو کی
کی دل شکنی نہ تند خو کی	سختی یہ بھی نرم گفتگو کی
سوئی ہے کہو کہ چپ رہین اب	باری ہے ہماری گفتگو کی
روئے مری قبر پر وہ آکر	ہم خاک ہوئے تو آبرو کی
مُنھ اپنا نہ آرسی مین دیکھو	سنبھلے گی نہ چوٹ روبرو کی
کی جسپہ نگاہ تجکو دیکھا	اب تک تو نظر کہین نہ چوکی
جز دیر و حرم کہان مین جاؤن	راہین تو یہی ہین جستجو کی
جائے گا جنون نہ سر سے بے ذبح	ہو فصد مری رگِ گلو کی
ساقی نے سنگھائی غش مین مٹی	سوندھی سوندھی مجھے سبو کی
تن ہے غمِ زلف مین یہ لاغر	ہر عضو بدن گرہ ہے مو کی
تھا چار طرف اُسی کا جلوہ	کیون نعش ہماری قبلہ رو کی

پلکین دمِ جوشش خونفشانی	دھارین نظر آتی ہین لہو کی
اُس رُخ کو ہین آئنہ کہون کیا	ہے یہ تو مثال روبرو کی
وہ مستِ ازل ہون ساقیا مین	مٹی ہے خمیر مین سبو کی
دل ہی نہ رہا اُمید کیسی	جڑ کٹ گئی نخلِ آرزو کی
اب کیون ہین کلیم غش مین خاموش	پہلے نہ سنبھل کے گفتگو کی
لا کہکے دہن کو ہم ہوئے نیست	دو حرف مین ختم گفتگو کی

ق

کیسی اَرِنی کہان کے موسیٰ	خود دید کی اپنی آرزو کی
تھا پردہ ظاہری جو منظور	آواز بدل کے گفتگو کی

کلفت نہ مٹی امیر دل سے
اشکون نے ہزار شست و شو کی

بیعتِ پیرِ مغان طرفہ مزا دیتی ہے	سلسلہ ساقیِ کوثر سے ملا دیتی ہے
یہ دمِ رقص وہ پازیب صدا دیتی ہے	بختِ خفتہ مری جھنکار جگا دیتی ہے
حیرتِ عشق رُخ اوج دکھا دیتی ہے	چھت سے آنکھین یہ مریضون کی لگا دیتی ہے
چشمِ نمناک بھی ہے واقفِ اعجازِ مسیح	ابر مُردہ اگر آتا ہے جلا دیتی ہے
بڑھ کے جب بولتی ہے موسمِ گُل مین بلبل	جل کے پھولون مین صبا آگ لگا دیتی ہے
کیا عجب گر ترے بیمار کو صحت ہو جائے	یادِ عارض اُسے قرآن کی ہوا دیتی ہے
غم یہ ہے ہجر مین مرنے کی ہوس ہے دل کو	مرگ اُلٹے مجھے جینے کی دعا دیتی ہے
کنجِ عزلت مین مجھے سوجھتی ہے موت ہی موت	بیکسی گورِ غریبان کا پتا دیتی ہے
ملک گننے پہ نہین لاتی ہے صبا نکہتِ گُل	سُنکے اس کان سے اُس کان اڑا دیتی ہے
پوچھتے ہین جو شبِ ہجر مین ہم شمع سے حال	منھ سے کہتی نہین کچھ اشک بہا دیتی ہے

کم نہین قند مکرر سے تمہاری تکرار — کیا کہون کیا مرے کانون کو مزا دیتی ہے

صدمۂ ہجر سے کیونکر نہو نالان مرا دل — ٹھیس لگتی ہی تو چینی بھی صدا دیتی ہے

جان پر صدمہ شب ہجر ہے سونا کیسا — آنکھ لگتے ہی تڑپ دل کی جگا دیتی ہے

پلکے غافل تجھے اک روز فنا کردیگی — جان دھوکا اسے مہلت جو قضا دیتی ہے

لاغری نے یہ مٹایا کہ کوئی گھر مین نہین — دستک آآکے عبث در یہ قضا دیتی ہے

ہی بجا کہیے اگر دولت دُنیا کو بری — ہوشیارون کو یہ دیوانہ بنا دیتی ہے

سامنے جاکے جو کرتا ہون کسی وقت سلام — پھیر لو مُنھ اُنھین پر جھک یہ حیا دیتی ہے

پھرتی ہین گردن عشاق پہ دُھری تیغین — ساتھ کیا اُنکی اداؤن کا قضا دیتی ہے

ہم برہنہ فقط اس دور مین ہین ورنہ بہار — ٹوپیان غنچون کو پھولون کو قبا دیتی ہے

کیجیے غور تو دولت بھی پیمبر ہے امیرؔ
کہ کریمون کو خدا سے یہ ملا دیتی ہے

سوچ لے بدعہد وقت انکار کے — دونون لب ہین دو گواہ اقرار کے

بندے ہین حسن ملیح یار کے — ہین نمک پروردہ اس سرکار کے

مر گئے عُشاق چشم یار کے — صدقے اُترے مردم بیمار کے

تیرے ابرو کے اشارے غیر سے — مجھکو گہرے زخم ہین تلوار کے

عرش پر رکھا قدم مجھ زار نے — گر کے نیچے یار کی دیوار کے

باہر اُس یوسف نے جب رکھا قدم — بھر گئے دونون سرے بازار کے

کنہ باری مین مقر ہو عجز کا — جیت لے بازی کو ہمت ہار کے

نعمت کونین سے دل سیر ہے — ایک بھوکے ہین ترے دیدار کے

زیور اُس گل نے اُتارا میرے بعد — پھول تربت پر چڑھائے ہار کے

میری حالت پہ گرے ہین بارہا — اشک چشم روزن دیوار کے

آرزو یہ ہے کہ پشتے کی طرح
ڈھیر ہون پیچھے تری دیوار کے

خونبہا موسیٰ سے لینگے روز حشر
کشتے چشم نرگسین یار کے

عشق ابرو مین کہان صبر و قرار
چلدیے سب کھنچتے ہی تلوار کے

میکدے مین آئے تو پھنس جائے شیخ
پیچ الجھین پاؤن مین دستار کے

مر کے جب پہنا کفن سمجھے یہ ہم
زیب تن کپڑے کیے دربار کے

ذلت و خواری و رسوائی امیر
سب ہین دھبّے دامن پندار کے

آئی بالین پر جو مجھ بیمار کے
خوب روئی موت ڈاڑھین مار کے

ہوے مژگان گرد چشم یار کے
ہین مگس ران مردم بیمار کے

دیکھکر زخمون کو جسم زار کے
روئے چھالے پھوٹ کر تلوار کے

تیرے منھ سے ہان نہین دونون ہین خوب
صدقے اس انکار اس اقرار کے

باغبان مجھپر ہوا تب مہربان
پھول جب کانٹے ہوئے گلزار کے

ضبط گریہ کیا کرون اے ہم صفیر
پھول کملا جائینگے گلزار کے

ہین وہ لاغر باغ مین پھیلا کے پاؤن
سوتے ہین سائے مین نوک خار کے

عشق ابرو مین سر اڑا دوش سے
چڑھ گئے ہم دم پر اس تلوار کے

کھیلتا ہے یار گھر بیٹھے شکار
ہنس کو دکھلا کے موتی ہار کے

شیخ کعبے مین برہمن دیر مین
سب ہین مجرائی ترے دربار کے

داغہاے عشق کھلاتے نہین
پھول ہین کس بیخزان گلزار کے

نالۂ عاشق پہ ترچھی کی نگاہ
وار برچھی پہ لیے تلوار کے

ہم حادثون سے بیخطر ہین خاکسار
کب دبا سایہ تلے دیوار کے

شمع بالین سے یہ کہدے اے صبا
سر پہ روتا ہے کوئی بیمار کے

پھول کھلاتے نہین ہین گلفروش
ناز پروردہ ہین یہ گلزار کے

حور کی آنکھین ارم مین دیکھکر
رخنے یاد آئے تری دیوار کے

واعظ سمجھا ہے تو دوزخ جسے
کچھ شرر ہین آہِ آتشبار کے

روزِ محشر کشتگانِ قد امیر
ہون گے سائے مین علم بردار کے

جو بحرِ عشق مین ہی وہ آفت رسیدہ ہے
گرداب مثلِ موج گریبان دریدہ ہے

مضمونِ ضعف ہو قلمِ آہ سے رقم
سینہ رگون سے صفحۂ مسطر کشیدہ ہے

مرتا ہون شوقِ قتل مین ملتی نہین گلے
قاتل کی طرح تیغ بھی مجھ سے کشیدہ ہے

روشن ہے رازِ عشق ہمارے سکوت سے
اس انجمن مین شمع زبان بریدہ ہے

بیہوش کردیا مجھے وحشت نے اسقدر
آہو بھی میرے دشت مین از خود رمیدہ ہے

تعریف کرتے ہین بُنِ دندان سے اہلِ ذوق
جو شعر تازہ ہے شجرِ نو رسیدہ ہے

روتا ہون یاد چشم مین کس خوش نگاہ کی
ہر تارِ اشک دامِ غزالِ رمیدہ ہے

چُن چُن کے رکھ لیے صفتِ آستین مین شعر
دیوان مین ہمارے جو مضمون ہی چیدہ ہے

پایا کسی نے سرِ محبت نہ آج تک
افسانۂ عشق کا خبرِ نارسیدہ ہے

سرتاقدم وہ شوخ ہی مستِ شرابِ حسن
رنگِ حنا سے ہاتھ مُرخ ہی کشیدہ ہے

عاقل ہو موت کہتی ہی پیری مین صبح و شام
عمرِ اخیر عہدِ بیابان رسیدہ ہے

گلزارِ تن سے طائرِ دل اُڑ گیا امیر
سینہ اب آشیانۂ مرغِ پریدہ ہے

ہر اک عضوِ بدن پر داغِ عشقِ یارِ جانی ہے
مرے دفتر کی نہر ہر فرد پر اُسکی نشانی ہے

جو چہرہ ارغوانی تھا وہی اب زعفرانی ہے
شکن جیب پہ نقشِ پائے طاؤس جوانی ہے

خدا کو اپنی داستانین سب سنائین گے
قیامت جسکو کہتے ہین وہ بزمِ قصہ خوانی ہے

سبیل ای وحشیو کیا دادی وحشت مین رکھو گے
تمھارے آبلے کا ہیکو ہین کو زرون مین پانی ہے

عبث برباد کرتی ہی اڑا کر کوے جانان سے
صبا کیا میرے مشت خاک پر نامہربانی ہے

برنگ شمع جنکو خضر رہ ہے گرم رفتاری
فقط طے ایک شب مین انکی راہ زندگانی ہے

وہ میرے مہر خط کو دیدۂ بیگانہ سمجھے ہین
نئے انداز کی لے نامہ بر یہ بدگمانی ہے

وہ شمع حسن دو آنسو بہا جاتا ہے ہر شب کو
ہماری قبر پر روشن چراغ مہربانی ہے

وہ پیاسا ہون کہ مرجاؤن نہ مانگون خضر سے پانی
گئی جب آبرو پھر خاک آب زندگانی ہے

بلائین پھنس کے ای دل کام آئیگی سیہ بختی
زمین کوچۂ گیسو مین یہ کملی بچھانی ہے

خدا نے نیک صورت دی تو سیکھو نیک باتین بھی
برے ہوتے ہو اچھے ہوکے یہ کیا بدزبانی ہے

پسا جاتا ہون بار ضعف سے اٹھا نہین جاتا
وہ لاغر ہون گران مجھپر لباس ناتوانی ہے

ہوا ہون زندہ در گور انتہائے ضعف سے یارب
مری چھاتی پہ سل اتنک یہ سنگ سخت جانی ہے

امیر اس عاشقی کا لطف ہی فصل جوانی مین
اندھیری رات مین کہنے کے قابل یہ کہانی ہے

خدا نے شان یوسف سے تمھاری شان افضل کی
کھلی سب نقش ثانی سے حقیقت نقش اول کی

کھلا مضمون یہ ہمکو دیکھکر تحریر کاجل کی
کہ حاجت ہی بیاض چشم مین بھی خط جدول کی

چمن کو کون جائے سیر کو ساون کے بادل کی
کہ زنجیرین پڑی ہین پانوؤن مین شکل مسلسل کی

شب وصلت مین مجھسے جبر اُنپر ہو نہین سکتا
تڑپ جاتا ہی دل فریاد سنکر انکی چھاگل کی

جو عشاق کمزانے نہین کرتے تو زیبا ہے
عدم کے جانے والون کو کہان حاجت ہی مشعل کی

ہزارون منعمون کو ہوش مین لاؤ نہین سنتے
یہ سچ ہی ایک قطرے مین ہی مستی ایک بوتل کی

کبھی گیسو کبھی موے کمر مین قید کر رکھا
پنہائی یار نے بیڑی کبھی بھاری کبھی ہلکی

تماشا بوستان کا دیکھیے تو چشم نرگس سے
ہرن کی آنکھ سے وحشت مین کیجے سیر جنگل کی

شبیہ ان مردمان منکر توحید کی کھینچون
سیاہی ہاتھ آجائے جو مجکو چشم احول کی

نجات اندیشۂ امروز فردا سے نہین ممکن
اگر کل فکر ہمکو آج کی تھی آج ہے کل کی

فراق یار مین جاؤن اگر سیرِ گلستان کو
جگر کے پار ہو جائے سنان ہر ایک کونپل کی

تغافل پیشگی بیداریِ طالع کا باعث ہے
کہی یہ سوچ کر تعبیر ہمنے خواب مخمل کی

چھپے گی کیمیا کیونکر ترے صحرا نشینون سے
بتا پوچھین گے جب وہ بوٹیان بولینگی جنگل کی

جو سونگھے اُس گلِ خوبی کی خوشبو دردِ سر ہو جائے
مگر طینت مین مٹی ہی زمینِ عطرِ صندل کی

جہان کی سرد مہری سے نہین غم ہم فقیرون کو
دو شالون سے کہین بڑھکر ہی گرمی ہے کمل کی

صفاے سینۂ جانان پہ لہراتا ہی یون گیسو
کہ جیسے سانپ کو بوست کر دیتی ہی صندل کی

جدا سمجھے جو مجکو اور تمکو غیر کیا پروا
ہمیشہ ایک کو دو دیکھتی ہی آنکھ احول کی

امیر اک روز یہ گل سوکھکر ہو جائین گے کانٹے
چمن کی جو روش ہی آجکل جھاڑی ہی جنگل کی

ہم اُسکے عشق مین صبر و قرار کھو بیٹھے
قدیم دوست ہمیشہ کے یار کھو بیٹھے

تون کیسے عشق مین ہم جان زار کھو بیٹھے
عجب امانتِ پروردگار کھو بیٹھے

سوال وصل کا کرنے سے یہ ہوا حاصل
کہ آسرا ترے اُمیدوار کھو بیٹھے

کھلا نہ اشک بہانے سے کوئی عقدۂ دل
گرہ مین تھے جو دُرِ شاہوار کھو بیٹھے

وفا کا عہد کیا دے کے دل تو یہ پایا
کہ پھیر لینے کا بھی اختیار کھو بیٹھے

خطا ہوئی جو کیا تم سے غیر کا شکوہ
تمھارے آگے ہم اپنا وقار کھو بیٹھے

سرِ خدنگ نگہ آ چکا تھا طائرِ دل
تم آنکھ پھیر کے اپنا شکار کھو بیٹھے

کرینگے منزلِ عقبیٰ کو اب یہ کیونکر طے
کہ زادِ راہ غریب الدیار کھو بیٹھے

ہزار حیف نہ آئی اجل نہ وہ بد عہد
ہم آنکھین مفت شبِ انتظار کھو بیٹھے

لیا جو خواب مین بوسہ تو یار جاگ اُٹھا
تمام عمر کا ہم اعتبار کھو بیٹھے

قرار اب کسی پہلو ہمین نہین آتا
کہ دل سے صبر ہم اے جان زار کھو بیٹھے

ہلال ابروے ساقی کی یاد بھول گئی
کلید میکدہ ہم بادہ خوار کھو بیٹھے

بلائین لیتے ہی وہ اور ہو گیا وحشی
ہم اپنے ہاتھون سے اپنا شکار کھو بیٹھے

مرے گلے پہ بڑا خطرہ سخت جانی سے
رگڑ کے مُفت وہ خنجر کی دھار کھو بیٹھے

نہ ہوش ہے نہ خرد ہو نہ صبر اب ہمکو
یہ ہمنشین تھے جو دو تین یار کھو بیٹھے

گلُون نے خندۂ بیجا سے یہ ثمر پایا
کہ چار دن بھی نہ گذرے بہار کھو بیٹھے

ارادہ کون تھی جسپہ ہوئے فقیر امیر
ذرا سی بات پہ صبر و قرار کھو بیٹھے

مرا احوال کر سکتا نہین اُن سے بیان کوئی
دہن مین میرے قاصد کے مری کیھدے زبان کوئی

کرے کیا باغبان سے رازِ دل غنچہ بیان کوئی
دہن جب بند ہو کب کھل سکتا ہے زبان کوئی

نہین کرتا سوائے کذب اب سچا بیان کوئی
مگر خم نیل کا بگڑا ہے زیرِ آسمان کوئی

خطِ عارض کو اُسکے دیکھکر یہ دھیان آتا ہے
دیارِ حسن مین اُترا ہوا ہی کاروان کوئی

ہزارون خار لاکھون پھول اِس گلشن مین ہین لیکن
نہ تم سا نازنین کوئی نہ ہم سا ناتوان کوئی

دیا ہی خط مگر اب شک سے پچتا کے کہتا ہون
کہین بتلا نہ دے قاصد کو اُس بت کا نشان کوئی

سوا کعبہ بتخانون مین کیا اپنے قدم جاتے
ملا سجدے کے قابل اور کسدن آستان کوئی

نظر مین میرے پھر جاتی ہی صحبت نازک دل کی
نظر آتا ہی جب گھر مین کسی کے میہمان کوئی

مدد پیری مین سے چاہین نوجوان مقصود کو پہونچین
نشانے تک نہین جاتا ہی ناوک بے کمان کوئی

حیا دیکھو وہ نرگس زار مین گھبرا کے کہتے ہین
ادھر آنکھین اُدھر آنکھین نقاب اُلٹے کہان کوئی

نگاہِ پرورش پھیرے اگر لطف و کرم اُسکا
نہو پھر طفلِ طفلِ اشک کی صورت جوان کوئی

اُٹھانا کوہ کا آسان اُٹھانا بات کا مشکل
قوی مجھسا ہی عالم مین مگر مجھسا ناتوان کوئی

شفیق ایسا سگِ جانان ہی آتا ہی خبر لینے
سرک جاتا ہے جب تن کا جگہ سے اُستخوان کوئی

قفس کی تیلیان ہین جتنی شاخین ہین درختونکی
کہان باندھے الٰہی اِس چمن مین آشیان کوئی

جو چلاتا ہون فرقت مین مخلے والے کہتے ہین
گرو نمد بندہ گیا سر پر اُٹھا لوگے مکان کوئی

مزہ تب ہو کہ وہ بھی ہو کسی معشوق پر عاشق
کرے میری طرح اُسکا بھی ہر دم امتحان کوئی

مجھے یون ڈھونڈھتا پھرتا ہو ناوک اُس ستمگر کا
پھرے بیتاب جیسے طائرِ بے آشیان کوئی

ہمارے عشق کی کیون مثنوی شاعر نہین کہتے
کہان پائینگے گرما گرم ایسی داستان کوئی

کمالِ جذب سے تا لامکان پہونچے امیر احمدؐ
رہا معشوق و عاشق مین نہ پردہ درمیان کوئی

آج کیا کرتے ہو غمزے وصل مین ہر دم نئے
یہ تو سمجھو تم نئے ہو جان من یا ہم نئے

بیخودی دکھلاتی ہی جلوے مجھے ہر دم نئے
ہے عجب عالم کہ ہر عالم مین ہین عالم نئے

ہر گھڑی لیتیں نظر آتی ہین کیا کیا صورتین
رات دن عالم دکھاتا ہے یہ جامِ جم نئے

دیکھے بھالے ہین کوچے جانے بوجھے ہین رنگ
تم سمجھتے ہو کہ ہم دیتے ہین اُس کو دم نئے

سُن کر روز افزون بھلا دیتا ہی پہلے قاعدے
روز ہو جاتے ہین اُس محفل مین جا کر ہم نئے

کسطرح قتبینہ دین سنبل سے اُسکو موشگاف
پیچ اُس گیسوے پیچان مین نئے ہین خم نئے

پاتے ہین ہر روز آنکھون کی تری مین تحفتِ دل
گل کھلایا کرتی ہی ہر روز یہ شبنم نئے

ہیں بانی کر چکا جود و سخاوت کی بساط
مل رہین گے روز مہمان تجکو اے حاتم نئے

ہی عجب وسعت تصور مین کہ اُسکی حد نہین
بند کین آنکھین تو دیکھے سیکڑون عالم نئے

ہے پھبکتی مین نکلتی ہین وہ غمزہ نامراد
چوٹھین آتی ہین نرالی پیچ ہین ہر دم نئے

سا سنا ہو روے جانان سے سیہ سے ہو سفید
عید ہے کپڑے بدل اے دیدۂ پرنم نئے

ہر غزل مین تازگی مشکل ہے اے طبعِ رسا
کہنہ مشقون کو بھی ہاتھ آتے ہین مضمون کم نئے

کہنہ رنجون سے جو دل گھبرا گیا ہے اے امیر
ڈھونڈھتا پھرتا ہون مین سارے جہان مین غم نئے

مدت ہوئی کہ جی مرا جینے سے سیر ہے
اے جان تیرے منھ سے نکلنے کی دیر ہے

کیا جانے کس لیے نگہ دیر دیر ہے
طغیان آبِ شرم بھی دریا کا پھیر ہے

کیا گرمیان ہین آتشِ رنگِ حنا کی واہ
ہاتھون مین اُس پری کے سمندر کا سیر ہے

آتے ہین روز دل کی زیارت کو رنج و غم
سینہ مرا نہین کسی مرشد کا ڈھیر ہے

غیرون کو پھاڑ کھائے سگِ یار تو کہون
اے شیر واہ تو ہی تو شیرون کا شیر ہے

آئے جو نزع مین تو یہ کہکر وہ اُٹھ گئے
ہم جانتے ہین یہان ابھی رخصت مین دیر ہے

بتخانے ہوتے جائینگے ہم تو سوئے حرم
ہونے دو دو قدم کا جو رستے مین پھیر ہے

کر اک نگاہ سینۂ پُر داغ کی طرف
پھولون کی تیری نذر کو حاضر چنگیر ہے

کیا پہلوانِ مرگ کو بازو ملا قوی
افراسیاب سا بھی زبردست زیر ہے

اُلفت ہی کی تو آگ مین جلنے کا خوف کیا
پروانے سے زیادہ مرا دل دلیر ہے

رکھتے نہین زمین پہ قدم صاحبانِ کبر
بادِ بروت بامِ فلک کی منڈیر ہے

جینے سے کیون نہ سیر مرا دل ہوا امیر
ہم نیم جان اُدھر نگہ دیر دیر ہے

کبھی سمجھا نہ آگے کیا ہم اُس خودسر کو سمجھاتے
سمجھ جاتا اگر اتنا کسی پتھر کو سمجھاتے

اِدھر کم نزع مین مہلت اُدھر بیتابی و رقت
نہ رو دُو چُپ رہو کیونکر پیارے گھر کو سمجھاتے

نصیحت کرنیوالونکو اگر کچھ بھی سمجھ ہوتی
جو سمجھاتے ہین مجکو وہ مرے دلبر کو سمجھاتے

خدا ایسا بھی ہوتا ہی بنائین جسکو خود بندے
سمجھتا تو خلیل اللہ یہ آذر کو سمجھاتے

بتاتے راہ اُسی کوچہ کے سب گم کردہ راہونکو
کہین ملتے تو ہم یہ خضر پیغمبر کو سمجھاتے

کوئی کہتا نہ آئے باز میرے قتل سے ہرگز
جو دُنیا مجکو سمجھاتی وہ دُنیا بھر کو سمجھاتے

انگوٹھی کیا نہ دیتا ہمکو وہ چھلا نشانی کا
اگر آکر سلیمان اُس پری پیکر کو سمجھاتے

یہ ضد ہے دیکھتے گر شمع روشن میری تربت پر
اُسی دم جا کے گل کر دے وہ یہ صرصر کو سمجھاتے

وہ شاہِ حسن ہے تو عہد اکبر مین اگر ہوتا
نگین کر پیشکش یہ نورتن اکبر کو سمجھاتے

خدا ہمت اگر دیتا تو اپنے قتل کی چالین
کبھی قاتل کو سمجھاتے کبھی خنجر کو سمجھاتے

نہ لیجانا ہمین نخوت بڑھانیکو حسینو تمین
زبان ہوتی تو آئینے پہ روشنگر کو سمجھاتے

تڑپکر رو کے اُس محفل مین دونون نے کیا رسوا
دل نادان کو سمجھاتے کہ چشم تر کو سمجھاتے

امیر اب کی ہے سودا جوش پر ہلکو اگر ملتا
پنھانا بیڑیان بھاری یہ آہن گر کو سمجھاتے

عشق مین جینے کے بھی لالے پڑے
ہائے کس بیدرد کے پالے پڑے

وادیِ وحشت مین جب رکھا قدم
آکے میرے پانؤن پر چھالے پڑے

دل چلا جب کوچۂ گیسو کی سمت
کوس کیا کیا راہ مین کالے پڑے

دور تھا زندان سے کیا دشت جنون
چلتے چلتے پانؤن مین چھالے پڑے

کس نگہ نے کر دیا عالم کو مست
ہر جگہ لاکھون ہین متوالے پڑے

ہجر مین جب منھ لگایا جام کو
سیکڑون ہونٹھون پہ تبخالے پڑے

طوق وحشت اپنی گردن مین پڑا
یار کے کانون مین جب بالے پڑے

تجکو اک آنسو کی حسرت ہے امیر
کتنے منھ پر سے کئی چھالے پڑے

آنکھ اُسکے حضور رو رہی ہے
ساتھ اپنے مجھے ڈبو رہی ہے

دیدار کہان کہ دور ہے حشر
قسمت ابھی اپنی سو رہی ہے

کیا باغ مین دیکھتی ہے شبنم
جو گل کی ہنسی پہ رو رہی ہے

اللہ رے حسن دختر رز
زاہد کے حواس کھو رہی ہے

کیا کشتی و ناخدا کا شکوہ
تقدیر ہمین ڈبو رہی ہے

مقراض کتر کتر کے وہ خط
کانٹے مرے حق مین بو رہی ہے

نرگس کو صبا نہ چھیڑ اتنا
سونے دے غریب سو رہی ہے

گلشن مین جو ابر ہے دھوان دھار	میخوارون مین دھوم ہو رہی ہے
اُس تیغ کے منھ پڑے نہ بجلی	کیون جان سے ہاتھ دھو رہی ہے
کیا شوخ ہے اُسکی یادِ مژگان	دل مین نشتر چبھو رہی ہے
ہم جاگ رہے ہین ہجر کی شب	تقدیر ہماری سو رہی ہے

احسان ہے امیر چشم تر کا
نامے کی سیاہی دھو رہی ہے

طرفہ پیغام یہ اُلفت کی نظر کہتی ہے	کہ مرے دل کی ترے دل سے خبر کہتی ہے
آج آتا ہے وہ گل بادِ سحر کہتی ہے	سچ ہو یارب جو یہ اُڑتی سی خبر کہتی ہے
بلبل و گل مین ہی غماض نسیم سحری	پھر اِدھر کہتی ہی کچھ جا کے اُدھر کہتی ہے
جوہری کیا ترے دانتون سے ملاتے ہین اسے	پانی پانی ہون یہ خود آبِ گہر کہتی ہے
غنچۂ گل مجھے کہتے ہین یہ کہتا ہے دہن	رگِ گل مین ہون یہ باریک کمر کہتی ہے
یاد پھولون کی دلاتے ہین مجھے موے سپید	گردِ رہ قافلے والون کی خبر کہتی ہے
ماہِ نو مین ہون یہ اُس تیغ کا ہی دوش بہ قول	بدر مین ہون یہ پسِ پشت سپر کہتی ہے
وہ جوان رعشۂ پیری کا مزہ کیا جانین	عضو تن وجد مین ہین جنبشِ سر کہتی ہے
شام کا ہے یہ اشارہ کہ پہن رخت سیاہ	چاک کر ڈال گریبان یہ سحر کہتی ہے
بحرِ عالم مین سفینہ کوئی بچنے کا نہین	ہمہ تن ہو کے زبان موجِ خطر کہتی ہے
متحمل ہے اگر غم کا تو دل ہے میرا	تیغ رُکتی ہے مجھی سے یہ سپر کہتی ہے

کیون زبان تیغ کی خاموش ہی محفل مین امیر
حال قاتل سے مرا کہدے اگر کہتی ہے

باندھی جو روزِ حشر ہوا ہم نے آہ کی	اُڑتی پھرے گی فرد ہمارے گناہ کی
شرکت نہ کی ہلال مین کس دادخواہ کی	دل پر کسی کے چوٹ پڑی ہمنے آہ کی

اب دشمنی ہی اُسکو تو کچھ راہ راہ کی
سیدھی طرح سے یار نے ترچھی نگاہ کی

عاشق کے دلین عیش جہان کا کہان گذر
یہ چھاؤنی ہے فوج غم و درد و آہ کی

عاشق ہون فوج اشک کو آنکھون مین دون جگہ
سردار کو ضرور ہے خاطر سپاہ کی

گہنا ئینگے چڑھین گے جو اُس تندخو کے منھ
کہدو کہ شامت آئی ہی خورشید و ماہ کی

اُس گل کو کیون نہ پوچھے مین وحشی جو خط لکھون
صحرا مین ڈاک بیٹھی ہے مردم گیاہ کی

بھاری بہت ہی لاؤنگا روز جزا مین رند
رکھوا کے سر پہ شیخ کے گٹھری گناہ کی

دامن سے کیون چھپاتے ہین بالونکو راہ مین
آندھی نہین ہی گرد ہماری نگاہ کی

دل سے بتا ملے گا زنخدان یار کا
یوسف سے راہ پوچھیے کنوان کے چاہ کی

ہے روندنے سے کام ضرور رہ روون کو کیا
تربت گدا کی ہو کہ لحد بادشاہ کی

مین رند خواب مرگ سے اُٹھا تو دیکھنا
پرسش ہی روز حشر اُٹھا دے گناہ کی

کندن سا چہرہ دیکھو کبھی آئنے مین تم
سونا ملاؤ مہر کا چاندی مین ماہ کی

خرمن ہزار صبر کے اکدم مین جل گئے
بجلی چمک گئی جدھر اُس نے نگاہ کی

ہون وہ خلیل دیر مین توڑون اگر صنم
آواز آئے اشہد ان لا الٰہ کی

یا رب قلم نے لکھے ترے گیسوؤن کے وصف
خلخال پہنی حلقۂ مار سیاہ کی

کہدونگا سب گناہ مرے مجکو یاد ہین
کیون فرد کاتبان عمل نے سیاہ کی

سر قتل گہ مین دیکھے غلام کو گیا امیر
لی گھر کی راہ پھینک کے گٹھری گناہ کی

آنکھ مجھ سے دل ملے اغیار سے
یار در گذرا مین ایسے پیار سے

ہی حسینون کو خلش مجھ زار سے
پھول کچھ کھٹکے ہوئے ہین خار سے

ذوق کا ہے عشق ابرو مین یہ حکم
عمر بھر رگڑون گلا تلوار سے

بجلی غربت جو صحرا کی طرف
مل کے ہم روتے در و دیوار سے

نور وہ شمس و قمر مین بٹ گیا
بچ رہا تھا کچھ جو روے یار سے

دورے آخر ہوا آئی خزان
میکشو اُٹھو چلین گلزار سے

تھے وہ موسیٰ غش پہ غش آیا ہمین
یان تو آنکھین کھل گئین دیدار سے

گریہ سان کرنے گئی تھی رات کو
رو کے اُٹھی شمع بزم یار سے

بُلبُلون کو دیکھکر شیداے گُل
وہ بہت اُلجھے گلے کے ہار سے

پھول سب ہنستے ہین شبنم کس لیے
تو چلی روتی ہوئی گلزار سے

لیچلی جھونکے ہوا کے بوے مشک
مُشک تاجر جس طرح تاتار سے

رنج و غم درد و الم ہین غمگسار
جی بہلتا ہے انھین دو چار سے

کیون برستی ہو اُداسی اے صبا
کون گُل رُخصت ہوا گُلزار سے

چشم و دل دونون غضب مین پڑ گئے
ذوق وصل و حسرتِ دیدار سے

بے طرح نرگس کی ہو ہمیر نگاہ
آپ اب باہر چلین گلزار سے

ق
ابرو و مژگان پہ ہوتا ہون نثار
ہے وصیت میرے ہر غمخوار سے

غسل دینا آب خنجر سے مجھے
قبر کھدوانا مری تلوار سے

وادیِ غربت مین پھرتا ہے امیر
کوئی کہدے اُس غریب آزار سے

کیجیے قتل ابروے خمدار سے
کاٹیے جو رنگ اِس تلوار سے

مرکے چھوٹا کوہکن آزار سے
پائی چھٹی روز کی بیگار سے

کر چکے قتل اب کہین رسوا نہو
جاؤ دھو ڈالو لہو تلوار سے

اُسکی مژگان پر گرا پڑتا ہے دل
عشق ہے اس آبلے کو خار سے

دیکھنا میرے سیہ خانے کا در
دھوپ اُڑتی ہی نہین دیوار سے

ہے مثل الیاس احد الراحتین
موت اچھی عشق کے آزار سے

بے سبب چھاگل نہین کرتی ہے شور
یہ بھی نالان ہے تری رفتار سے

طور پر موسیٰ سے کہدو ہوشیار
برق چمکی جلوہ گاہِ یار سے

چشمِ جانان کو ہے ڈُنبالہ گران
اُٹھ نہین سکتا عصا بیمار سے

شعلۂ جوالہ ہے خلخالِ پا
اُس پری کی گرمیِ رفتار سے

غیر حالت سُنکے میری اُف رے ضد
آنکھ اُس نے پھیر لی اغیار سے

ہو جو ناواقف ہم آغوشی کا ڈھنگ
سیکھ لو اپنے گلے کے ہار سے

ہر قدم پر سو طرح کی مستیان
ٹپکی پڑتی ہین تری رفتار سے

حکم ہے شوقِ شہادت کا یہی
دو قدم آگے چلون تلوار سے

لاش ہی اُٹھے یہان سے تو اُٹھے
اُٹھ چلے ہم آستانِ یار سے

مین اُسے پیرِ مغان سمجھا اسیر
مست جو نکلا درِ خمار سے

صلحِ کُل مین ہی ابھی شرکت کین تھوڑی سی
اور اے پیرِ خرابات نشین تھوڑی سی

مددلے شوقِ سجود المدد اے شوقِ سجود
سر نہ اُٹھے ابھی باقی ہی جبین تھوڑی سی

کچھ تو پیدا ہو کبابِ دلِ بریان مین مزہ
چاہیے اُلفتِ خالِ نمکین تھوڑی سی

دیکھ مشاطہ جگہ ڈھونڈھ رہے ہین تارے
خالی افشان سے نہ رہجائے جبین تھوڑی سی

جان آجائے ابھی جامے سے باہر ہون مین
دے جگہ دل مین جو وہ پردہ نشین تھوڑی سی

نقدِ جان دل کی طرح دیکے ابھی لیتا ہون
لذتِ درد جو ہاتھ آئے کہین تھوڑی سی

خالِ ابرو کو جو دیکھا تو یہ معلوم ہوا
ملکِ ہندو مین ہے کعبے کی زمین تھوڑی سی

دانۂ خال ہی دکھلا نہ سہی جنسِ جمال
بانگی چاہیے اے پردہ نشین تھوڑی سی

روزہ دارون کو نہین خواہشِ لذّات ای چرخ
وقتِ افطار ملے نانِ جوین تھوڑی سی

نزع کا وقت ہے اب دیر نہ کر آنے مین
رہگئی ہی نگہِ بازپسین تھوڑی سی

کوچہ وہم ہے تاریک بھٹکنے کا ہے ڈر
چاہیئے روشنیِ شمع یقین تھوڑی سہی

خلق اغیار سے بیجا ہے نہین گر عادت
اپنے دامن ہی سے لے لیجیے چین تھوڑی سہی

عشق گیسو مین مرے دل کا ہی سودا کچھ اور
بڑھ گئی بات بھی اے طفلِ حسین تھوڑی سہی

ایک قطرہ بھی نہ پینا مگر اے جانِ جہان
اُسی انداز سے کہدے کہ نہین تھوڑی سہی

کوچہ یار مین ہون لاکھ طپش کے سامان
پھر جو تسکین ہے دلکو تو وہین تھوڑی سہی

شور محشر کا سُنا ذکر جو واعظ سے آمیر
ملگئی لذتِ خالِ نمکین تھوڑی سہی

پائی راحت جو تہِ خنجرِ کین تھوڑی سہی
آگئی نیند دمِ بازپسین تھوڑی سہی

اُڑ گیا توسنِ دلدار جھپک کر کوسون
گرد بھی پہنچی جو مری تا سرِ زین تھوڑی سہی

بد دماغی ہے اور دن ہے یہان تاب کہان
لاکھ تیغین ہین مجھے چین بہ جبین تھوڑی سہی

ہو وہ کافر کہ جھکا سجدہ بُت مین سر دست
ابھی خالق نے بنائی تھی جبین تھوڑی سہی

تیرے اشکون سے یہ تر ہے نکل آئے پانی
کھودے روزن کو اگر مور زمین تھوڑی سہی

دوستو قبر یہ شاید وہ قدم رنجہ کرے
وا کفن سے رہے سجدہ کو جبین تھوڑی سہی

سلطنت پہلے ہی گر تا نہ قبول ابراہیم
گر نہ ہوتی ہوس تاج و نگین تھوڑی سہی

تیری آنکھون کے لیے خلق ہوئی تھی شوخی
لیگئے اُسمین سے آہوئے چین تھوڑی سہی

ہدیہ دوست سمجھکر مین ہوا شکر گزار
روکھی سوکھی جو ملی نانِ جوین تھوڑی سہی

شوق سجدے کا ہے اس مہر لقا کے در پر
دمبدم سلنے کی بڑھتی ہی جبین تھوڑی سہی

تنگ آئے ہین بہت بیٹھ رہین وان جاکر
اس جہان سے جو الگ پائین زمین تھوڑی سہی

عذر تقصیر ہے تقصیر ہی اچھی تھی مجھے
بڑھ گئی اور تری چینِ جبین تھوڑی سہی

نوک شمشیر سے کھینچی تری مژگان کی شبیہ
رکھ گیا نوک کی صورت گرہِ چین تھوڑی سہی

بد دماغی کا نشان بھی رہے کچھ اے نقاش
اُسکے نقشے مین بنا چین بہ جبین تھوڑی سہی

خم چڑھا جائین تو سمجھین کہ کوئی گھونٹ اُترا
کیا پئین ہم سے خرابات نشین تھوڑی سی

بیتین ہو سکتی ہین اسمین بھی بہت نظم امیر
گھر بنانے کو بہت ہے یہ زمین تھوڑی سی

جو بعد مرگ مرے دل مین کچھ غبار آئے
عجب نہین ہے کہ آندھی تہ مزار آئے

دہلکے تیر و کمان جب پئے شکار آئے
سلام کرنے ہرن باندھکر قطار آئے

عجب خواب گران مین تھے خفتگان زمین
کسی نے بھی یہ سُنا ہم بہت پکار آئے

گڑھے مین گور کے پھینک آئے اقربا مجکو
سلوک خاک کیا سر کا بوجھ اُتار آئے

فلک نے ساتھ مصیبت کے مجلتین بھی دین
جو فاقہ گھر مین ہوا میہمان ہزار آئے

ہم ایک بار بلانے پہ لاکھ بار گئے
وہ لاکھ بار بلانے پہ ایک بار آئے

ہمین تو جان بھی دینے مین اے بت نہین عذر
خدا کرے کہ کہین تمکو اعتبار آئے

بندھا تصورِ مژگان جو نزع مین سمجھے
پئے طلب درِ دولت سے چوبدار آئے

جنون نے دون سے عداوت کو کونپلین پھوٹین
شکار فیل کو ترکانِ نیزہ دار آئے

خلیل سان ہین نہ قائل ہوا ستارون کا
بدل گے رنگ یہ بہروپیے ہزار آئے

غضب ہو دلمین کیا گھر تمہاری آنکھون نے
خراب کرنے کو مسجد مین بادہ خوار آئے

ہوا ہے چھوڑ کے خالق کو بندۂ مخلوق
بتون کو خاک برہمن کا اعتبار آئے

شراب میکدہ کب ہی نصیب زاہد مین
حصول کیا ہے جو مطبخ مین روزہ دار آئے

جو ترکِ غیر کو مین نے کہا تو وہ بولے
کہان کے آپ بڑے ایسے دستدار آئے

گناہگارون کا جو رنگ کھیل ہے اُن کو
اِدھر اُدھر گئے دو چار ہاتھ مار آئے

جلا ہون یہ فلکِ سرد مہر کے ہاتھون
لگاؤن ہاتھ تو کافور کو بخار آئے

کہان فلاح کہ اب چاہتا ہی چرخ دنی
درِ بخیل پہ حاتم اسید وار آئے

یقین ہی ذکر کرے میری جوششِ وحشت کا
جو آبلے کے دہن مین زبان خار آئے

جلا رہے ہین شب غم مین اور بھی جگنو
کہان سے اڑ کے جہنم کے یہ شرار آئے

لہو نچوڑ کے بھر دون وہ رند میکش ہون
نظر جو شیشۂ خالی دمِ خمار آئے

جنون کی فکر احبا نے کی امیر تو کیا
یقین ہے آج ہی کل موسمِ بہار آئے

کون بیماری مین آتا ہے عیادت کرنے
غش بھی آیا تو مری روح کو رخصت کرنے

جان دو بھر غمِ فرقت مین ہے ہمکو لیکن
کون جائے ملک الموت کی منت کرنے

اسکو سمجھاتے نہین جاکے کسی دن ناصح
روز آتے ہین مجھی کو یہ نصیحت کرنے

تیر کے ساتھ چلا دل تو کہا مین نے کہان
حسرتین بولین کہ مہمان کو رخصت کرنے

آ گئے میخانے مین تھے پیر خرابات امیر
اب چلے مسجد جامع کو امامت کرنے

بدقت بحرِ غم سے کشتی جانِ حزین نکلی
کبھی بیٹھی کبھی اچھلی کہین ڈوبی کہین نکلی

عجب انداز سے مقتل مین اسکی تیغ کین نکلی
کہ دل سے مرحبا نکلا جگر سے آفرین نکلی

زمانہ ہو گیا موجود جسدم ہان کہا تو نے
ہوا نابود عالم جب ترے منھ سے نہین نکلی

تعلّی مین کمی کی کب ہماری طبع عالی نے
بنایا آسمان جب شعر کی کوئی زمین نکلی

خدا کا شکر وہ بت نزع کے دم دیکھنے آیا
نکلنے کی جو حسرت تھی وہ وقتِ واپسین نکلی

دکھایا لطف زلفِ مشکبو مین طرفہ افشان نے
شبِ دیجور مین گویا چاندنی اے مہ جبین نکلی

وہ کشتہ تھا جنون کا کہ میری خاک تربت پر
کسی نے کوئی بویا تخم شاخ یاسمین نکلی

وہ کیا پردے سے نکلے پیرہن کو جسکے غیرت ہو
ہوا چین بر جبین دامن جو دیکھی آستین نکلی

جو بجلی ابر مین چمکی کبھی قیسِ حزین سمجھا
سیہ خیمہ سے باہر لیلیِ محمل نشین نکلی

وہ تھا غم دوست سنگِ جور گردون جب پڑا مجھپر
شکستِ شیشۂ دل سے صدائے آفرین نکلی

سوالِ وصل اس بت سے کیا لیکن مین ڈرتا ہون
بنے گی لیک پتھر کی اگر منھ سے نہین نکلی

ہوئی تھی راہ جو رنگین تری رنگین خرامی سے
وہی تو قوسِ قزح بنکر سرِ چرخِ برین نکلی

تصور بسکہ تھا دل مین امیر اُس روے زیبا کا
پری بنکر ہمارے مُنھ سے آہِ آتشین نکلی

رندِ خراب تیرا وہ مے پیے ہوئے ہے
مدت سے جان جسپر زاہد دیے ہوئے ہے

کس شان سے وہ میکش آتا ہو میکدے مین
قاضی سُبو صُراحی مفتی لیے ہوئے ہے

آتا نہین نظر کچھ گو سامنے ہے اُس کا
کیا بیچ مین تحیّر پردہ کیے ہوئے ہے

ہو کون بخیہ گر سے زخمی کا تیرے ساعی
رشتہ کھنچا ہے سوزن منھ کو سیے ہوئے ہے

پیرِ مغان وہ کامل مرشد ہے بادہ خوارو
جمشید بھی پیالہ اُس کا پیے ہوئے ہے

حُرمت مین دُخترِ رز کی اصرار ہے جو اتنا
یہ بات کیا ہے رند و واعظ پیے ہوئے ہے

رحم اب امیر پر بھی لازم ہے یار تجھکو
کب سے دھونی وہ تیرے در پر دیے ہوئے ہے

دلِ عاشق مین کیونکر عکسِ روے دلربا ٹھہرے
جمالِ آفتاب آئینۂ شبنم مین کیا ٹھہرے

سفر ٹھہرے تو قسمت پیچ دے پرکار کی صورت
قدم ہو اک اگر اپنا رواں تو دوسرا ٹھہرے

جو چشمِ غور سے آئینۂ توحید کو دیکھا
تو سب کچھ تو ہی ٹھہرا ہم نہ کچھ اے خود نما ٹھہرے

گیا مرقد تلک گھر سے جنازہ ڈاک پر اپنا
عزیز احباب پہلے راستے مین جابجا ٹھہرے

صفین آراستہ ہونے لگین جب اہلِ محشر کی
جدا اک طرف ہی حسرتون کی ہم جدا ٹھہرے

نہ بے حسرت نکالے ہم گئے جب کوے جانان سے
بہت مڑ مڑ کے دیکھا دیر تک آدھے رستے ٹھہرے

تھا سیلابِ طوفان روح اک کشتی ہے بے لنگر
رُکے رونے سے وہ کیونکر یہ ٹھہرائے سے کیا ٹھہرے

زمینِ کوے جانان بھی عجب دلچسپ تھا تختہ
جہان ٹھہرے ہیں پاؤن مثلِ نقشِ پا ٹھہرے

امامِ سبحہ کے مانند ہم اُس بزمِ کثرت مین
جو ٹھہرے سب مین یکتا بھی تو سب سے پھر جدا ٹھہرے

کمالِ عجز ہمکو لے اُڑا اوجِ رسا سے پر
ہوئے بے بال و پر تو ہم مگر دستِ دعا ٹھہرے

رہے سلکے کی صورت ساتھ ہم ہر شخص کے لیکن
جُدا اُٹھے جُدا بیٹھے جُدا آئے جُدا ٹھہرے

غبارِ رنگ آرایش سے روشن دل مبرّا ہین
کفِ آئینہ پر ممکن نہین رنگِ حنا ٹھہرے

لگائے جلتے ہین ہر روز اُسکی پاسِ خاطر سے
ترے عاشق نہ ٹھہرے ہم عدو کا مدعا ٹھہرے

تپِ غم سے امیر اخگر کی صورت جلتے ہین اعضا
جو ٹھہرے تن پہ تو خاکستری شاید قبا ٹھہرے

فنا کیسی بقا کیسی جب اُسکے آشنا ٹھہرے
کبھی اِس گھر مین آنکلے کبھی اُس گھر مین جا ٹھہرے

نہ ٹھہرا وصل کاش اب قتل ہی پر فیصلا ٹھہرے
کہانتک دل مرا تڑپے کہانتک دم مرا ٹھہرے

جفا دیکھو جنازے پر مرے آئے تو فرمایا
کہو تم بیوفا ٹھہرے کہ اب ہم بیوفا ٹھہرے

نہ خنجر ہی منھ موڑا نہ قاتل کی اطاعت سے
تڑپنے کو کہا تڑپے ٹھہرنے کو کہا ٹھہرے

ازل سے قسمت حسینون کی بُرائی بھی بھلائی ہے
اگر بیجا ہو چشم پوشی بھی تو نظرون مین حیا ٹھہرے

یہ عالم بیقراری کا ہے جب آغازِ اُلفت مین
دھڑکتا ہے دل اپنا دیکھیے انجام کیا ٹھہرے

حقیقت کھولدی آئینہ وحدت نے دونون کی
نہ تم ہمسے جُدا ٹھہرے نہ ہم تمسے جُدا ٹھہرے

دلِ مضطر سے کہدو تھوڑے تھوڑے جب مزے چکھے
ذرا بہکے ذرا سنبھلے ذرا تڑپے ذرا ٹھہرے

شبِ وصلت قریب آنے نہ پائے کوئی خلوت مین
ادب ہمسے جُدا ٹھہرے حیا تمسے جُدا ٹھہرے

اُٹھو جاؤ سدھارو کیون مرے مرنے پہ روتے ہو
ٹھہرنے کا گیا وقت اب اگر ٹھہرے تو کیا ٹھہرے

نہ تڑپا چارہ گر کے سامنے اے درد یون مجکو
کہین ایسا نہو یہ بھی تقاضاے دوا ٹھہرے

ابھی جی بھر کے وصلِ یار کی لذت نہین اُٹھی
کوئی دم اور آغوشِ اجابت مین دعا ٹھہرے

خیالِ یار آنکلا مرے دل مین تو یون بولا
یہ دیوانون کی بستی ہے یہان میری بلا ٹھہرے

امیر آیا جو وقتِ بد تو سب نے راہ لی اپنی
ہزارون سیکڑون مین درد و غم دو آشنا ٹھہرے

سوزِ جگر سے شمع شبستان بغل مین ہے
داغون کی روشنی سے چراغان بغل مین ہے

کیا خوف ہی جو دفترِ عصیان بغل مین ہے
آنکھین سلامت اشک کا طوفان بغل مین ہے

ہمدم کھٹک جو ہوتی ہے سینے مین بار بار
شاید بچلے دل کوئی پیکان بغل مین ہے

کیا خوف زخمِ اُلفتِ مژگان مین دل ہے شیر
یہ تیر کھائے ہین کہ نیستان بغل مین ہے

تیرے قدم کے فیض سے ہر ذرہ راہ کا
روشن یہ ہے کہ مہر درخشان بغل مین ہے

آئی بہار شہر مین کس جا نہین خوشی
ہر طفل باغ باغ گلستان بغل مین ہے

واقف ہین زاہدان ریائی سے خوب ہم
کلمہ بتون کا پڑھتے ہین قرآن بغل مین ہے

واعظ کتاب وعظ لیے ہے تو کیا ہوا
بوتل شراب کی بھی تو پنہان بغل مین ہے

کس منھ سے جاؤن داورِ محشر کے سامنے
شرم آتی ہے کہ دفترِ عصیان بغل مین ہے

کافی ہین روشنی کو مجھے داغہاے دل
طاؤس کی طرح سے چراغان بغل مین ہے

شاعر ہین اس زمانے کے دریوزہ گر اسیر
نکلے ہین بھیک مانگنے دیوان بغل مین ہے

گردباد اُٹھے سراپردۂ در کسکا ہے
اے جنون خانہ بدوشی مین یہ گھر کسکا ہے

جلوۂ خورشید مین یہ پیش نظر کسکا ہے
خاک دامانِ سحر رخنۂ در کسکا ہے

ٹوٹتا ہے جو کوئی پھول تو کہتی ہے صبا
کیا خبر تجھکو کہ یہ دل یہ جگر کسکا ہے

اس طرف منھ نہین کرتا ہے جو خورشید کبھی
گرم کیا جانیے بازار اُدھر کسکا ہے

تو ہی یان رہنے کو آیا ہے نہ مین او غافل
جو ہے دُنیا مین مسافر ہے یہ گھر کسکا ہے

برچھیان تن پہ لگین تیغ پڑے تیر آئین
آرزومند اجل ہون مجھے ڈر کسکا ہے

طالبِ غیر نہین جلوۂ معشوق پسند
غیر شیرین دلِ فرہاد مین گھر کسکا ہے

دل کے سو ٹکڑے ہون آجائے کلیجا منھ کو
ضبط سے آہ نہ نکلے یہ جگر کسکا ہے

ٹپکے دامن پہ اگر اشک جو میرا تو کہا
واہ کیا شوخ ہے یہ نورِ نظر کسکا ہے

دل کبھی منزلِ حق ہے کبھی بت کا مسکن
کچھ سمجھ مین نہین آتا ہے یہ گھر کسکا ہے

تیرے گریبان کے اگر ملک مین اے حور نہین
باغ فردوس مین یہ قصر گہر کسکا ہے

عکس آئینہ صفت ربط ہو منہ دیکھے کا
خوب واقف ہون مین دل مین ترے گھر کسکا ہے

لاکھ لاکھ اس شہ خوبان کے ہین احسان امیر
عشق منزل تلک اس طرح گذر کسکا ہے

دیر مین کون ہے کعبے مین گذر کسکا ہے
یار کا گھر یہ اگر ہے تو وہ گھر کسکا ہے

تیر پر تیر لگاؤ تمہین ڈر کسکا ہے
سینہ کسکا ہے مری جان جگر کسکا ہے

رہبری کو جو گیا دیدۂ یعقوب سے نور
کشور مصر کو کنعان سے سفر کسکا ہے

تندرستون نے قضا کی ہوے بیمار صحیح
پہلے کیا جانیے دنیا سے سفر کسکا ہے

خوف میزان قیامت نہین مجکو اے دوست
تو اگر ہے مرے پلّے پہ تو ڈر کسکا ہے

جھانک کر میرے سیہ خانے کو کہتا ہے یہ ماہ
تیرہ الظلمت للہ یہ گھر کسکا ہے

دانے کی خاک نشینی سے ہوئی نشو و نما
خاکساری کا نہین تو یہ ثمر کسکا ہے

کوئی آتا ہے عدم سے تو کوئی جاتا ہے
سخت دونون مین خدا جانے سفر کسکا ہے

چھپ رہا ہے قفس تن مین جو ہر طائر دل
آنکھ کھولے ہوئے شاہین نظر کسکا ہے

کھول کر منہ کو مری گور مین مانند عروس
بولی عبرت کہ ذرا دیکھ یہ گھر کسکا ہے

خلد بے شبہہ خدا دیگا بنی آدم کو
باغ مملوک پدر غیر پسر کسکا ہے

نام شاعر نہ سہی شعر کا مضمون ہو خوب
پھل سے مطلب ہمین کیا کام شجر کسکا ہے

لاش زیر شجر کوچۂ محبوب گڑی
عمل نیک نہ تھے تو یہ ثمر کسکا ہے

صید کرنے سے جو ہے طائر دل کے منکر
لے کمانداز ترے تیر مین پر کسکا ہے

شوق ہوتا ہے عمارت کا تو کہتی ہے عبرت
کہتی ہو گور جھنکا کر کہ یہ گھر کسکا ہے

میری حیرت کا شب وصل یہ باعث ہے امیر
سر بہ زانو ہون کہ زانو پہ یہ سر کسکا ہے

جہان مین ہم کوئی دم صورتِ حباب رہے
خودی کی شرم سے اسپر بھی آب آب رہے

فراقِ نرگسِ میگون مین ہم خراب رہے
تمام عمر سیہ مست بے شراب رہے

نہ مجکو کیئے نہ اُنکو حساب بوسون کا
یہ لین دین الٰہی علے الحساب رہے

نصیب ہو کہ نہو صبح دیکھنا غافل
خیال موت کا لازم ہے وقتِ خواب رہے

پھنسے حساب مین روزِ حساب اہلِ حساب
حساب جنکو نہ آیا وہ بے حساب رہے

وصال مین بھی نہ کھا پڑا ہو غفلت کا
ہمین کو ہوش نہ آیا وہ بے نقاب رہے

نہ رہے کام نہ اسباب سے نہ دولت سے
یہ سب رہین نہ رہین عالمِ شباب رہے

وہ اور ہین جو حسینون کی بزم مین ہین طفیل
کہین حضور رہے ہم کہین جناب رہے

کرین نہ شکوۂ دیدار طالبِ دیدار
کلیم تیہ مین مدّت تلک خراب رہے

جلائے دل کو تو اچھی طرح سے آتشِ غم
مزا کچھ اُنمین نہین خام جو کباب رہے

خدا کا نور چھپانے سے چھپ نہین سکتا
جہان رہے وہ عیان مثلِ آفتاب رہے

بھر آئیگا دل مینوش دیکھکر خالی
نظر سے دور ہی مینائے بے شراب رہے

قطعہ

خدا نے مجکو سلیقہ عطا کیا ہے بہت
ہر ایک بات کا حاضر صنم جواب رہے

عجب نہین کوئی مسلم کرے جو دعوئ عشق
قسم کے واسطے اللہ کی کتاب رہے

امیر کیجیے توبہ کی فکر پیری مین
مزے شراب کے تا عالمِ شباب رہے

جہان مین یوہین جو دورِ انقلاب رہے
یقین ہے شپرہ کے گھر مین آفتاب رہے

فراقِ یار مین ساقی شراب کا کیا ذکر
پیا جو آب تو خجلت سے آب آب رہے

وزیر کو سندِ شاہ کا ہے فرض اعزاز
نبی کے ہاتھ مین اللہ کی کتاب رہے

کرم کرے وہ تو انا جو ناتوان پر
تو نخل موم کے سائے مین آفتاب رہے

شراب خانے کو ہے قصد تیرے وحشی کا
سبو کے ہاتھ مین خشتِ خُمِ شراب رہے

خدا نے مرتبہ عالی دیا ہے محسن کو
بلند بام سے کیونکر نہ آفتاب رہے

رہِ خطا مین بھی چلیے تو راستبازی سے
تمام زیرِ قدم جادۂ صواب رہے

غش آئیگا مجھے دیکھا جو دُختِ رز کا جمال
قریب ساغرِ مے شیشۂ گلاب رہے

یقین ہو تاب نہ لائے حرارتِ دل کی
جو دو گھڑی مری بالین پر آفتاب رہے

قصورِ نفسِ لعین سے خدا رہا ناراض
گناہ غیر پہ ہم موردِ عتاب رہے

ملا نہ محفلِ جانان مین ہمکو اذنِ نشست
برنگِ شمع خجالت سے آب آب رہے

مبارک ابلقِ ایام ترکِ گردون کو
اُسی کے ران کے نیچے یہ بدرکاب رہے

خیالِ رُخ یہ بندھا ہمکو عشقِ گیسو مین
کہ شب کو دن کی طرح رو بآفتاب رہے

حریصِ دولتِ دُنیا کا دل ہو کیا خرسند
گذر ہو جسکا جہین وہ گھر خراب رہے

خطاب ہے لبِ ساغر کا محتسب سے امیر
پھرا جو پیرِ خرابات سے خراب رہے

بڑھے ہے کیا ربط یار دلستان سے
نثار ورنہ ایک دل لائین کہان سے

بگولے خاک سے اُٹھتے ہین ابتک
نہ مر کر بھی دبے ہم آسمان سے

حسین سب بیوفا ہین حضرتِ دل
وفادار آپ لائینگے کہان سے

ادھر دیکھو حیا کیسی شبِ وصل
اُٹھاؤ بھی یہ پردہ درمیان سے

خزان کے آتے ہی گلچین و صیّاد
لپٹ کر خوب روئے باغبان سے

جواب یہ بوسۂ لب سے ہے انکار
کہا تھا وصل کو پھر کس زبان سے

نکلتا ہے مرا دم ڈر نہ جاؤ
خدا حافظ سدھارو تم یہان سے

خیالِ قامتِ محبوب آیا
مین جی اُٹھا قیامت کے بیان سے

کہان دیر و حرم مین عشق مشرب
یہ لوگ آزاد ہین قیدِ مکان سے

خطِ قسمت سے مٹے جبتک نہ لبے دل
جبین اُٹھے نہ اُسکے آستان سے

امیر اُسکو نہ دردِ دل سُنایا
نہ نکلا کام کچھ دل کا زبان سے

ایک دن یاد کرے گا غمِ دلدار مجھے
روئیگا بیٹھ کے تربت پہ یہ غمخوار مجھے

عیش بے رنج کہان غمکدۂ عالم مین
نظر آتی ہے خوشی خندۂ بیمار مجھے

تیرے جلتے ہی جلانے کیا دفن ابھی روح
تو جو ہوتی تو نہ کرتے یہ گرفتار مجھے

سیل سان جوش مین اُٹھکر جو مین پہونچا در تک
خوف سے بیٹھ گئی دیکھ کے دیوار مجھے

گر پڑا دیکھ کے چاہِ ذقن اُس یوسف کا
مل گیا گوشۂ خلوت سرِ بازار مجھے

روز محشر درِ جنت پہ جو دیکھا رضوان
آگیا یادِ سگِ کوچۂ دلدار مجھے

لال کردونگا کوئی دم مین بہت کھنچتی ہے
منھ پہ چڑھنے تو ذرا دے تری تلوار مجھے

آنکھ کہتی ہے یہی دل سے کریگی برباد
خواہشِ وصل تجھے حسرتِ دیدار مجھے

کیا قیامت سے ڈرون عاشقِ قامت ہون مین
ایسے فتنے نظر آئے ہین کئی بار مجھے

سچ ہے مرجانے سے بڑھجاتی ہے انسانکی قدر
دوش پہ لیکے چلے ہین مرے غمخوار مجھے

جوہرِ تیغ سے دام مین وہ طائر ہون
مشتری ذبح کرے گا سرِ بازار مجھے

گھر سے نکلا تو وہ تھا ساتھ جنازے کے امیر
رک رہا جان کے وارفتۂ رفتار مجھے

خلعتِ روزِ ازل بے سروسامانی ہے
خاص ملبوس مرا جامۂ عریانی ہے

کون کہتا ہے اُسے برق چمکتی ہے جو برق
کسی معشوق کی ہنستی ہوئی پیشانی ہے

زلف بڑھکر نہین آتی ہے قدم تک تیرے
قدِ آدم مری تصویرِ پریشانی ہے

محوِ نظارۂ قاتل ہون مین ایسا دمِ ذبح
کہ ہر اک داغ بدن دیدۂ قربانی ہے

ہاتھ مین نامۂ اعمال کی جا روزِ جزا
اپنی بخشش کی سند داغِ پشیمانی ہے

صورتِ آئینہ کیا نیک و بد دہر سے کام
خطِ تقدیر سے خالی مری پیشانی ہے

مرگ کے بعد بھی ہرگز نہ بدن سے اُترا
کس قدر چُست مرا جامۂ عُریانی ہے

لطفِ ساقی سے حکومت ہو زمانے کی نصیب
کشتیِ مے مجھے اورنگِ سلیمانی ہے

ذبح کے بعد بھی تجھے دیکھ رہا ہے قاتل
دیکھ کیا خوب صلۂ دیدۂ قربانی ہے

معنیِ مطلعِ ابرو تو بتا دین مجھکو
تیری نظرون کو جو دعوائے سخندانی ہے

مجمعِ عام مین نکلے عبث اے پردہ نشین
کب گوارا تری تلوار کی عُریانی ہے

دیکھکر نقشِ قدم کو ترے کہتا ہے فلک
یہ چمکتی ہوئی کس چاند کی پیشانی ہے

باڑھ پر آئے تو بے موت مرین حضرتِ خضر
گھاٹ مین یار کی تلوار کے وہ پانی ہے

کم نہین آئینہ خانے سے یہ بزمِ جہان
جس طرف دیکھیے اِک عالمِ حیرانی ہے

جلوۂ شاہدِ رحمت ہے گناہون سے امیر
دُرّۃ التاجِ کرم اشکِ پشیمانی ہے

صحت ہوئی مرض سے مگر ناتوان رہے
پرہیز کون توڑے ہم اتنے کہان رہے

پامال سرکشون کے رہے ہم جہان رہے
دب کر زمین کی طرح تہِ آسمان رہے

خنجر کو رکھ کے زخم مین اُس ترک نے کہا
ایسے دہن مین چاہیے ایسی زبان رہے

ممکن نہین کہ دل مین چھپے عشقِ زلفِ یار
آئینے مین جو بال پڑے کیا نہان رہے

کعبہ بھی چند روز رہا ہے صنم کدہ
چندے خدا کے گھر مین بھی بت میہمان رہے

تا حشر اُنکو ناز مبارک ہمین نیاز
مانندِ عشق حُسن بھی یارب جوان رہے

یارب چھٹین نہ زلف سے ہم عاشقون کے دل
آباد مومنون سے یہ ہندوستان رہے

دونون جہان کی فکر سے فارغ ہین مے پرست
ہو خُم کی خیر مُغ کی سلامت دکان رہے

دو روز بتکدے کی بھی کر آئین چل کے سیر
زاہد خدا کے گھر مین بہت میہمان رہے

دل مین سوا خدا کے نہین جائے غیرِ خوف
خلوت کے واسطے بھی تو کوئی مکان رہے

چشم کحیل یار نے دم بند کر دیا
سرمے کی گرد مین سے نالے نہان رہے

مانند مردمک ٹرے آنکھون مین دین جگہ
انسان جو آپ اپنی نظر سے نہان رہے

مین ہون حباب مجکو تعلی سے کام کیا
گھر کی زمین گھر کا مرے آسمان رہے

اخفا طبیب سے ہے تپ عشق کا ضرور
نبض استخوان مین شمع کی صورت نہان رہے

لازم ہے فکر دوست مناسب ہی ذکر دوست
جبتک بدن مین جان دہن مین زبان رہے

ہستی مری مٹا نہ سکی نیستی آسیر
وہ ذکر خیر ہون کہ جو ورد زبان رہے

پوشیدہ خط سے جوہر حسن بتان رہے
اپنے دھوئین مین آپ یہ شعلے نہان رہے

مجھ مین ہے وہ پر مین نہ سمجھا کہان رہے
قالب مین وہ کے روح کی صورت نہان رہے

ہم غافلانِ دہر کو اتنا ہوا نہ ہوش
سمجھے کون میزبان کہان میہمان رہے

ہے حسن مین بھی معنی روشن کا خاصہ
دل مین عیان ہے وہ نظر سے نہان رہے

دیر و حرم مین سجدہ درِ دوست پر کیا
تھے آستان یار پر حاضر جہان رہے

انسان کو چاہیے کہ وطن مین جگہ کرے
بو ہو کے اس چمن کے گلون مین نہان رہے

غربت مین موت آئی ہی تربت بھی خام ہو
کچھ بیکسی کا بعد فنا بھی نشان رہے

کہتا ہے وہ صنم کہ رہین ہم تمہارے گھر
لیکن یہ شرط ہے کہ خدا درمیان رہے

آئی ندائے غیب گرا جب مین بیقرار
مشکل ہے اب زمین تہ آسمان رہے

تکلیف دے خضاب کی ہمکو نہ اے ہوس
کچھ روز ون پیر بھی سہی برسون جوان رہے

گستاخ پا ادب سے نہ کی آنکھ سامنے
کتنے درست ہوش دم امتحان رہے

شبنم ہمین خدا نے بنایا ہی تجکو مہر
تیرا جو ہو ظہور تو پھر ہم کہان رہے

راضی ہین ہمکو پھیر کے منھ ذبح کیجیے
باقی نہ کوئی حوصلہ امتحان رہے

لاؤن بھلا کہان سے دل بے ملال مین
اے دوست غمکدہ تو یہ ہے غم کہان رہے

لے آہ کر دیہ کہان تک مخالفت
یا ہم رہین زمین پہ یا آسمان رہے

ہوتا وصال ذرّہ و خورشید کیا امیر
چار آسمان آٹھ پہر درمیان رہے

گلشن مین سرو فوج مین مثل نشان رہے
عالم مین سربلند رہے ہم جہان رہے

یارب چلے شہرۂ حسن بتان رہے
نیچی نظر سے حسن کی اونچی دُکان رہے

لازم ہے اُسکے رُخ پہ نمود خط سیاہ
ممکن نہین کہ آگ کے نیچے دُھوان رہے

حاتم کا داستانون مین ابتک ہے تذکرہ
وہ کام کر کہ نامورون مین نشان رہے

نیرنگ اُنکی شان تجلّی کی دیکھئے
اِتنے ہوئے عیان کہ نظر سے نہان رہے

زیر زمین بھی آہ کی عادت ضرور ہے
قابو مین تا کلید در آسمان رہے

گلشن مین مجھ سے ہی یہ تقاضاے اضطراب
کھٹکا ہو جس شجر مین وہین آشیان رہے

مجھسا نشانہ ڈھونڈھتی ہی پھر تیر یار
کیون رات دن نہ پشت خمیدہ کمان رہے

یون بیٹھے بیٹھے زیست کے دن ہو گئے تمام
کشتی مین جیسے ساکن کشتی روان رہے

آیا کبھی ہُما نہ سگ یار اِس طرف
برسون لحد مین ڈھیر مرے استخوان رہے

اب دیکھین کیا دکھائے نشیب و فراز دہر
ابتک تو جس زمین پہ رہے آسمان رہے

بیکاری زمانہ سے بیکار کب ہوے
ہم نبض دست شل کی طرح سے روان رہے

بیڑہ ہو پار عشق قرہ مین کٹے جو عمر
خنجر کی دھار پر مری کشتی روان رہے

صیاد اِدھر خلاف اُدھر باغبان امیر
ہم بار خاطر قفس و آشیان رہے

لطف تب ہو کہ اِدھر ہاتھ مین بوتل آئے
اُس طرف جھوم کے گلزار مین بادل آئے

طالب مرگ بھی ہین منتظر یار بھی ہین
دیکھئے کون شب ہجر مین اوّل آئے

سخت جانون پہ لگا ضرب سمجھکر قاتل
تیغ مین بال کمر مین نہ ترے بل آئے

آنکھ جسکی کہ تری تیغ دودم پر پڑ جائے
ایک دو اُسکو نظر صورتِ احول آئے

ہجر جانان مین کہان صورتِ آرام نصیب
چونک اُٹھون جو نظر خواب مین مخمل آئے

ہو محبت مین نہ تلخی کے سوا کچھ حاصل
ثمر اس نخل مین آئے بھی تو حنظل آئے

جوش وحشت مین کرون کیون نہ مین صحرا کو گریز
آدمی کا جو نظر شہر مین جنگل آئے

ہر قدم پر ہون دلِ اہل تماشا پامال
کبک و طاؤس کو تیری سی جو چھل بل آئے

وقت گریہ کسی گیسوے مسلسل کی ہے یاد
موج اشک آنکھ سے کیونکر نہ مسلسل آئے

ہون وہ بیمار کہ نفرت ہے دوا سے مجکو
دردِ سر ہو جو مرے سامنے صندل آئے

ہین وہ نادان جنھین دو روز کے جینے پہ ہے ناز
دیر کتنی ہے اجل آج نہین کل آئے

دود آہِ دلِ پُرسوز جو ہم نذر کرین
چشم جانان کو پسند اور نہ کاجل آئے

ہون وہ وحشی جو کرون دشت نوردی شب کو
ہر قدم غول دکھانے مجھے مشعل آئے

ہے یقین خشک نہ باغین رہین کانٹون کی
پانون چھالے کی لیے ہاتھ مین چھاگل آئے

ٹوٹ کر دل نے دکھائے اثر نالہ و آہ
ہے عجب شاخ شکستہ مین نئے پھل آئے

عشق زلف سیہ یار نے مارا ہے امیر
سایہ کرنے کو نہ کیون گور پہ بادل آئے

دردِ عارض ہو دوا کو تو مجھے گل آئے
پانون گھس جائین جو سر تک سرِ صندل آئے

دو قدم تم جو چلو خلق مین ہلچل آئے
سیر ہو حشر کا دن وقت سے اول آئے

ہے ضعف آج اگر منھ سے نکالون آواز
چل کے آئے جو مرے کان تلک کل آئے

وا رے شوقِ شہادت جو قیامت آئی
لوگ محشر کو گئے ہم سوئے مقتل آئے

کفر کعبے مین نہ پھیلاؤ لڑا کر آنکھین
دیکھو عارض پہ کہین بہ کے نہ کاجل آئے

ناتوانی کا یہ عالم ہے کہ نالہ جو کیا
سر کے سو ٹکڑے ہون تیوری پہ اگر بل آئے

وہ سیہ مست ہون ساقی کہ اگر پہلو مین
دل کو ڈھونڈھون تو مرے ہاتھ مین بوتل آئے

توبہ کرنی تھی کہ بوچھار ملامت کی ہوئی
خوب ہی مجھ پہ برستے ہوئے بادل آئے
سر سے اوڑھو نہ دوپٹا مجھے کھٹکا یہ ہے
بنئے گھونگھٹ کہین چہرے پہ نہ آنچل آئے
پھول دکھلائی دیے مجکو جنون مین کانٹے
باغ بن بن کے مرے سامنے جنگل آئے
پھینک دو کاٹ کے جڑ نخل تمنا کی امیر
پھول کمبخت مین آئے نہ کبھی پھل آئے

مخمس غزل جناب فردوس مکان نواب محمد یوسف علیخان بہادر متخلص بہ ناظم والی مصطفےٰ آباد عرف رامپور

کیا کیجیے وہ کہتے ہین ہر بات پر غلط
اظہار غم کیا تو کہا سر بسر غلط
یہ درد دل دروغ یہ زخم جگر غلط
مین نے کہا کہ دعوی الفت مگر غلط
کہنے لگے کہ ہان غلط اور کسقدر غلط

طوفان جوش گریہ بے اختیار جھوٹ
آتش فشانی جگر داغدار جھوٹ
زور کمند جذبۂ دل بیقرار جھوٹ
تاثیر آہ و زاری شبہائے تار جھوٹ
آوازۂ قبول دعاے سحر غلط

ہر روز ایک تازہ دکھاتے ہین ماجرا
ہر وقت چھوڑتے ہین شگوفہ کوئی نیا
جب آزمائیے تو نہ یہ سچ نہ وہ بجا
سوز جگر سے ہونٹھ پہ تبخالہ افترا
شور فغان سے جنبش دیوار و در غلط

ہان داستان شکوۂ بخت زبون دروغ
ہان دل کے پیچ و تاب سے سوز جنون دروغ
ہان فرط غم سے جوشش سیلاب خون دروغ
ہان سینے سے نمایش داغ درون دروغ
ہان آنکھ سے تراوش خون جگر غلط

ہین سب بناؤ یہ ہمین فقرے نہ دیجیے
ساقی صبیح ہو تو صبوحی نہ پیجیے

دوڑ لیجیے نہ ہاتھ کو بوسے نہ لیجیے	آجائے کوئی دم مین تو کیا کچھ نہ کیجیے
عشقِ مجاز و چشمِ حقیقت نگر غلط	
تسخیر یار کے لیے یہ سب فریب ہین	صاحب شکار کے لیے یہ سب فریب ہین
سمجھا مین پیار کے لیے یہ سب فریب ہین	بوس و کنار کے لیے یہ سب فریب ہین
اظہار پاک بازی و ذوقِ نظر غلط	
بھولا سمجھ کے ہمکو جتاتے ہین گر میان	کرتے ہین مہر جب کبھی ہوتے ہین مہربان
ہم بر سرِ زمین ہین وہ بالاے آسمان	لو صاحب آفتاب کہان اور ہم کہان
احمق نہین ہم اُسکو نہ سمجھین اگر غلط	
صاحب کہو وہ بات کہ ہو کچھ تو دل نشین	جسکا نہ سر نہ پاؤن ہو اُسکا ہو کیا یقین
اس جھوٹ کی ہی بندہ نواز انتہا کہین	سینے مین اپنے جلتے ہو تم کہ دل نہین
ہمکو سمجھتے ہو کہ ہے انکی کمر غلط	
شیطان بھی تھکا ترے فریبون سے مات ہے	تم دن کو دن کہو تو مین سمجھون کہ رات ہے
اظہارِ ذوقِ قتل کی ساری یہ گھات ہے	کہنا ادا کو تیغ خوشامد کی بات ہے
سینے کو اپنے اسکی سمجھنا سپر غلط	
تم لاکھ قسمین کھاؤ نہ مانونگا مین کبھی	کیا جان اپنے ہاتھ سے کھونا ہے دل لگی
نادان بنا رہے ہین ہمین آپ واہ جی	مٹھی مین کیا دھری تھی کہ جسکو سونپ دی
جانِ عزیز پیشکشِ نامہ بر غلط	
عیار ہو تمھین بھی کوئی ہوتا ہے نیکنام	صاحب یہی ہے مگر تو بندے کا ہی سلام
یہ کون بکتا ہے اگر ہم ہوے تمام	پوچھو تو کوئی مر کے بھی کرتا ہے کچھ کلام
کہتے ہو جان دی ہی سرِ رہگذر غلط	
مطلب یہ ہے کہ لوگ کہین لو وہ مرگیا	بڑے ہین عاشقون کے عجب کام کرگیا

سر پیٹین آشنا کہ وہ جی سے گذر گیا
ہم پوچھتے پھرین کہ جنازہ کدھر گیا
مرنے کی اپنے روز اڑانی خبر غلط

اس شاعری پہ آپ کو اتنا نہ تلملیے
نقرون مین ہم نہ آئین گے گو خاک چھانیے
کیا فرض ہے کہ جھوٹ کو بھی سچ ہی جانیے
آیت نہین حدیث نہین جسکو مانیے
ہے نظم و نثر اہل سخن سر بسر غلط

اُس بیوفا کو عشق جتانے سے کیا ملا
الزام اُٹھا کے بیٹھے بٹھائے ہزارہا
کہتا نہ تھا امیر کہ اظہار ہے برا
یہ کچھ سُنا جواب مین ناظم ستم کیا
کیون یہ کہا کہ دعوے اُلفت مگر غلط

رُباعی

گھر کھونے کی پوچھو نہ مصیبت ہم سے
روتی ہے لپٹ لپٹ کے حسرت ہم سے
یا ہم جاتے تھے گھر سے رُخصت ہو کر
یا گھر ہوتا ہے آج رخصت ہم سے

رُباعی

ہر گھر مین شرابی ہے الٰہی توبہ
ہر در پہ کبابی ہے الٰہی توبہ
مسجد سا مقام اور دور ساغر
کیا خانہ خرابی ہے الٰہی توبہ

رُباعی

زاہد ہو کر جو شغل مے چھوڑ دیا
اللہ رے فساد خون بدن پھوڑ دیا
فریاد ہے مجھ شکستہ دل کی یارب
توبہ کی دُرستی نے مجھے توڑ دیا

رُباعی

اوروں کو تو دُنیا مین قضا نے مارا
دی زیست خدا نے پھر خدا نے مارا
پر صورت مرگ و زیست اپنی ہے جُدا
اُس لب نے جلایا تھا ادا نے مارا

رُباعی

کمرے مین تو شب وہ ماہ سیما آیا
چلمن جو اُٹھی ہوئی بھی آتی تھی ہوا
اُسپر بھی مجھے ہاتھ نہ تنہا آیا
چھڑوا دیے پردے تو پسینا آیا

رُباعی

زیبا ہے جو دم بھرتے ہین مردم اُسکا
کیا تیغ دو دم ہے اُسکی تحریک دو لب
قتّال زمانہ ہے تکلّم اُس کا
کیا نیمچہ ہے نیم تبسّم اُس کا

رُباعی

مشکل سے تجھے او گُل رعنا پایا
دنیا عقبیٰ سے عاشقی حاصل کی
کونین مین پھر گو ترا کوچہ پایا
صغرےٰ اکبرا سے یہ نتیجا پایا

رُباعی

آنکھون سے ہے رنگ مے پرستی پیدا
کچھ حاجت مے نہین کہ ہے آپ سے آپ
پلکون سے ہے شان پیشدستی پیدا
اِن پتلیون سے ہے سیاہ مستی پیدا

رُباعی

سُنتا ہون ہوا جلوہ نما عید کا چاند
وہ ابروے پرخم نظر آئے جو مجھے
ہے اُسکی جُدائی تو کجا عید کا چاند
البتہ یہ سمجھون کہ ہوا عید کا چاند

رُباعی

عاشق کو کہان شکیب شیدا ہو کر
پیوند زمین کرے جو مجکو گردون
دل زندہ جاوید ہے مُردا ہو کر
گرد اُسکے پھرے خاک بگولا ہو کر

رُباعی

ایسا ہون مین باوفا جو ہون کشتۂ ناز
وہ شانہ یقین ہی ہمہ تن ہوکے زبان
ہڈی سے بنے شانہ بس سوز و گداز
دے روز دعا کہ عمر گیسو ہو دراز

رُباعی

آرام کہاں دشت مین ہم لیتے ہین — تھمتے ہین ٹھہرتے ہین نہ دم لیتے ہین
وحشت ایسی رمیدگی ہے ایسی — آنکھون سے ہرن آ کے قدم لیتے ہین

رُباعی

شہرے کرم پیر خرابات کے ہین — جلسے وہین رندان خوش اوقات کے ہین
منکر تھے مگر یہ ذکر سُنتے سُنتے — زہاد بھی مشتاق ملاقات کے ہین

رُباعی

دُنیا سے عدم کی سمت جاتے جاتے — بگڑے ہوے کیا کام بناتے جاتے
آنا جانا تھا اپنا مانند نفس — تاخیر ذرا ہوئی نہ آتے جاتے

رُباعی

کیا لُطف اگر سارا زمانہ دیکھے — دیکھے تو نگاہ چشم دانا دیکھے
کر گلشن اُلفت مین گذر مثل نسیم — آنا دیکھے نہ کوئی جانا دیکھے

رُباعی

کچھ تو ہمین گلشن سے اچھی ہاتھ لگے — کھل جائے کنول دل کا کلی ہاتھ لگے
عارض نہ دکھاؤ اک نظر دیکھ تو لو — گر پھول نہین تو پنکھڑی ہاتھ لگے

رُباعی

خط یار نے کیا نام خدا لکھا ہے — القاب جُدا شوق جُدا لکھا ہے
ٹلجائے یقین ہے مرض غم سے نجات — نامہ نہین تعویذ شفا لکھا ہے

رُباعی

مٹ جاؤنگا غم مین جان کھوتے کھوتے — اس غم سے ہوگا کوچ ہوتے ہوتے
ہی شمع صفت اگر یہی سوزش دل — گھُل جائیگا تن تمام روتے روتے

رُباعی

پہونچے جو ترے در پہ وہ ممتاز ہوئے
رکھا جو قدم سر پہ سرافراز ہوئے
یہ کعبہ کہان اور کہان ہم مجرم
سامان یہ قسمت سے خداساز ہوئے

رباعی

ہمکو تو پسند ہے طبیعت ایسی
نکلے اُلفت کرے عداوت ایسی
کمبخت نے کیا کہا ہے منصف یہ کہین
شاعر کو کہان نصیب قسمت ایسی

رباعی

گھر سے وہ برآمد کبھی در تک نہوئے
تحفے کیے منظور نظر تک نہوئے
نامہ نہ پڑھا جواب نامہ کیسا
قاصد کی خبر سُنی خبر تک نہوئے

رباعی

آئی ہے شب ہجر رولانے کے لیے
مین ایک نہین سب کے مٹانے کے لیے
اشکون مین مرے ڈوب رہا ہے عالم
آنکھین مری روتی ہین زمانے کے لیے

رباعی

کیا تیری جدائی مین ستم دیکھتے ہین
دیکھے نہ وہ دشمن بھی جو ہم دیکھتے ہین
اُس ظلم پہ اِس جور پہ خاموش رہے
ایسا تو جہان مین کوئی کم دیکھتے ہین

رباعی

خواہانِ طرب ہی جسے ادراک نہین
آرام تہِ گنبدِ افلاک نہین
پیمانۂ گردون مین کہان بادۂ عیش
جز دُردِ تہِ جام یہان خاک نہین

رباعی

غائب بہت اے جان جہان رہتے ہو
مانند نظر ہم سے نہان رہتے ہو
ہر چند کہ آنکھون مین ہو تم دل مین ہو تم
معلوم نہین ہے کہ کہان رہتے ہو

رباعی

ٹھنڈے یارون سے گرمجوشی کیسی	گندم دکھلا کے جو فروشی کیسی
پھر جائینگی آنکھین جو پھری ہمسے نظر	صدقہ آنکھوں کا چشم پوشی کیسی

رباعی

اے جانِ جہان یہ بیوفائی ہم سے	اغیار سے اخلاص لڑائی ہم سے
بیگانہ روش بنیٹھے ہو اس طرح الگ	گویا نہ کبھی تھی آشنائی ہم سے

رباعی

ظاہر مین جو آزردہ تمھین پاتا ہون	کچھ دل مین نہین دل کو یہ سمجھاتا ہون
ہوتا ہے کبھی اگلی محبت کا اثر	سچ کہدو کبھی مین تمھین یاد آتا ہون

رباعی

کہتے ہو کہ دل کوئی اُٹھائے ہم سے	تمنے تو نئے رنگ نکالے ہم سے
پچتاؤگے آخر کو کیے دیتے ہین ہم	دُنیا مین کہان چاہنے والے ہم سے

رباعی

بالفرض حیات جاودانی تم ہو	بالفرض کہ آبِ زندگانی تم ہو
ہم سے نہ ملو تو خاک سمجھین تمکو	لیکن نام نہ پیاس کا جو پانی تم ہو

قطعۂ تہنیت عقد دختر و پسر نواب شرف الدولہ بہادر مع تاریخ

نواب باہمم شرف الدولہ ذی حشم	جنگی بہادری پہ ہے شمشیر تک گواہ
تشبیہ نقش پاے مبارک سے دون اگر	پھینکینگے فلک پہ مہر فلک فخر سے کلاہ
فیضِ قدم سے راہ مین گوہر بنے خذف	ذرّے ہون آفتاب پڑے جس طرف نگاہ
رونق تھی بادشاہی اختر نگر کی اور	جبتک کہ آسمان وزارت کے تھے وہ ماہ
اچھون کے اچھے ہوتے ہین سچ ہی جہان مین	یہ آسمانِ جاہ تو اولاد مہر و ماہ

ہین رنگ و بوے باغِ شرف دختر و پسر — دونون درِ یگانہ دریاے عزّ و جاہ
دونون کی شادیان ہوئین ایوان نے پائی زیب — گلشن کا رنگ جشن سے محفل پر اشتباہ
عالم تمام خوانِ عنایت سے بہرہ یاب — محروم ایک فیضِ حضوری سے خیرخواہ
لیکن رہا سرور سے ہمدوش رات بھر — مشہور ہے جہان مین کہ دل سے ہی دل کو راہ
دل سے تمام شب رہین باتین سرور کی — اشعار کچھ زبان پر آئے دمِ پگاہ
وان دھوم عقد کی ہوئی یان فکر سلکِ نظم — دی عیش نے صدا کہ مبارک کرے الٰہ
پایا ہے اس چراغ سے اس شمع نے فروغ — اُس شمع سے چراغ کی روشن ہوئی نگاہ
گل کو قریبِ نرگسِ شہلا کے لے گئی — نرگس کو لائی گل کے قرین بادِ صبح گاہ
تاریخ خامۂ دوزبان نے لکھی امیر — یہ مہ قرین بزہرہ و زہرہ قرین ماہ

ایضاً

اے خوشا نواب والا مرتبت — جن کے رُخ سے مقتبس ہر بار چاند
اُنکے دخت و طفل دونون ارجمند — ایک سورج ایک بے تکرار چاند
عقد دونون کے ہوئے دل نے کہا — آگئے ہین گھر مین شرف کے چار چاند

قطعۂ تاریخ طبع صحیفۂ اخبار

مخزن الاخبار گویا جو ہمالِ حُسن — ٹوٹنے کو دُرِ غلطان کو میانہ مل گیا
لوحِ پیشانی سے صفحہ ہو گیا عرش آستان — مشتری کو بہرِ سجدہ آستانہ مل گیا
دانت شرما کر نکل آئے صدف کے بحر مین — موج کو زلفِ پریشانی کا شانہ مل گیا
کیا صفا ہے جتنے نقطے تھے وہ موتی بن گئے — ہنس کو مقسوم کا ایک ایک دانہ مل گیا
محوِ مدحت اُڑ کے جا بیٹھا نہالِ فکر پر — مرغِ زرّینِ قلم کو آشیانہ مل گیا
بندشِ صاف آئنہ ہی خود نمائی کے لیے — شاہدِ مضمون کو شوخی کا بہانہ مل گیا
حال سے ہو اوجِ نجمِ مشتری روشن امیر — جسکو پرچہ مل گیا سمجھا خزانہ مل گیا

ایضاً

مولوی ہادی علی والا گہر عالی نژاد — ہے سرشت پاک آبِ کوثر و تسنیم سے
موجدِ انداز تحریر طلسم لکھنؤ — اور وصف انکے ہیں باہر حیطۂ ترقیم سے
نظم اک غنچہ ہے انکی بوستانِ طبع کا — نثر اک گل ہے بہارِ روضۂ تعلیم سے
اب ہوئے ہیں مخزن اخبار مین گوہر فشان — ہو گئے مفلس الدار اس پرچہ کی تقسیم سے
تجھ سے ہو تاریخ کا سائل اگر کوئی امیر
کہہ بھرا ہے ایک پرچہ گنج ہفت اقلیم سے

ایضاً

فکر تاریخ نمودم چو برائے مخزن — گفت در گوش دلم ہاتفے از غیب سخن
چار بر گیر بتعداد حروف از مخزن — نصف یکبار بیفزا و دو بارش کم کن

قطعہ تاریخ وفات مادر جناب منشی کرم احمد صاحب خیرآبادی

چو امِ منشیِ دیوان اکرم — کرم احمد چو مقبولِ خدا باد
سفر اندر صفر فرمود زین دہر — بچشم حور خاکش توتیا باد
جہان از رحلتش ویران شد و خلد — بیمنِ مقدمِ او گشت آباد
امیر این مصرع تاریخ بنوشت
بزیرِ دامنِ خیر النسا باد

قطعہ تاریخ طبع دیوان جناب معلی القاب نواب محمد یوسف علیخان بہادر والی مصطفےٰ آباد عرف رامپور

مبارک ہو اے شاعرانِ سخندان — چھپا خسروِ ملک معنی کا دیوان
فصاحت بلاغت نزاکت لطافت — معانی پہ صدقے مضامین پہ قربان

امیر اُسکی تاریخ کہنے کے خاطر — ہو فکر مین جب کہ سر در گریبان
ندا غیب سے اُسکے کانون مین آئی
کہ افکار نواب یوسف علیخان

قطعہ تاریخ مثنوی مرزا حاتم علی بیگ صاحب مہر حسب فرمائش جناب میر محسن علی صاحب لکھنوی

لکھی جناب مہر نے کیا خوب مثنوی — ایسی نہو ہمیشہ اگر خاک چھانیے
تاریخ مین امیر تکلف ہے کیا ضرور — راز و نیاز عاشق و معشوق جانیے

قطعہ تاریخ وفات جناب شیخ وحید الزمان صاحب

اتوار کی شب رجب کی سترھوین ہے — کی شیخ وحید عصر نے آج قضا
تاریخ کی فکر کی جو مین نے تو امیر — رضوان نے کہا کہ داخل خلد ہوا

قطعہ تاریخ تہنیت سواری حضور پرنور جناب نواب محمد یوسف علیخان بہادر دام اقبالہ

شکر ہے نواب کو صحت ہوئی — پھر مرے خالق نے دکھلائی بہار
دیکھکر اُسکی سواری کا تزک — چشم نرگس بن کے شرمائی بہار
آمد آمد جب سواری کی ہوئی — دھوم اُڑی آئی بہار آئی بہار
رنگ یہ اُسکی سواری کا جما — ابر رحمت کی طرح چھائی بہار
کرتی ہے باد بہاری کے حضور — ہر قدم پر جبہہ فرسائی بہار
اشرفی کے پھول اپنی جیب مین — بھر کے بیلے کے لیے لائی بہار

یہ بدیہہ ہو گئی تاریخ امیر
شہر کیون گلشن نہو آئی بہار

تہنیت جشن صحت بندگان والا مقام جناب نواب محمد یوسف علیخان بہادر بادائے تہنیت عید صیام

مژدہ اے طالبانِ شاہدِ عیش	کہ ہوئی صبح عید شام امید
عید کا چاند چرخ پر نکلا	ہل گئی قفل آرزو کی کلید
دور دورِ قرانِ سعد آیا	ہین ہم آغوش مشتری ناہید
یوسفِ عہد کو ہوئی جو شفا	مرتبے مین ہوئی دوبالا عید
دونون ہمرنگ کی اسے کہیے	جشن صحت ادھر ادھر ہے عید
عید ہے عید ہر خوشی سے خوشی	ہے عجب ساعتِ سعید وحمید
اصل مقصود جشن صحت ہے	عید ماہِ صیام ہے تمہید
دھوم ہی ہر طرف مبارک ہو	وصل ہین وصل اور دید مین دید
ہمہ تن چشم و گوش ہے عالم	کہ یہ عالم نہ دید ہے نہ شنید
دیکھکر بخشش و نوال حضور	چرخ یہ کاسہ بن گیا خورشید
جوڑے زہرہ و شون نے وہ پائے	اطلسِ چرخ جنکے آگے مزید
فکر تاریخ کی جو مین نے امیر	کیا ہی روح القدس نے کی تائید

ہوئی تاریخ جشن و عید بہم
جشن مین جشن اور عید مین عید

قطعۂ تاریخ جشن صحت

شرف وان مہر کو ہی یان عروجِ ماہِ دولت ہی | عجب صحبت عجب جلسہ عجب شادی کی ساعت ہے

کسے سالِ ہمایون ہاتھ آتا ہے آمیر ایسا		مہینا عید کا نوروز کا دن روزِ صحت ہو

قطعۂ تاریخ وفات فردوس مکان جناب نواب محمد یوسف علیخان بہادر انار اللہ برہانہ

در فراقِ ناظمِ مصر جہان یوسف لقا		جوش زد سیلاب خون از دیدۂ گریانِ من
تاب از دل رفت و دل از دست و دست از کار رفت		رفتن او جملہ برہم زد سر و سامانِ من
تیرہ شد چون شامِ ماتم در نظر این خاکدان		چاک شد مانند دامانِ سحر دامانِ من
شکر منتہاے او ایمان خود دانستہ ام		ذکر او تا بودہ ام بودست حرزِ جانِ من
بسکہ از شور و فغانم محشری برپا شدہ است		میشود شورِ قیامت ہر نفس قربانِ من
گریہ ام در ماتمش رنگِ فراوانی گرفت		می چکد طوفانِ نوح از گوشۂ دامانِ من

بہرِ سالِ آن عزیزِ مصر دلہا گفت آمیر
مسند آراے جنان شد یوسفِ دورانِ من

قطعہ تاریخ تہنیت جلوس میمنت مانوس جناب معلے القاب نواب محمد کلب علیخان بہادر والی ملک مصطفے آباد عرف رامپور

آفتابِ سپہرِ حشمت نے		تخت پر جب جلوس فرمایا
فرطِ بالیدگی سے وقتِ جلوس		پایۂ عرش تخت نے پایا
قدسیون نے کہا مبارک ہو		فرشتون کے سرون پہ یہ سایا
سایہ اُس سایۂ الٰہی کا		ابرِ رحمت کی طرح سے چھایا
تختِ دولت پہ ماہِ دولت نے		مہر ہو کر جلوس فرمایا
مہر کا رنگ ہو گیا پھیکا		ماہِ کامل فلک پہ شرمایا
نذر کو آسمان دُرِ انجم		طبقِ ماہتاب مین لایا

نور سے طور ہو گئی کوٹھی — پرتو حسن نے یہ چمکایا
کیوں نہ خوش ہوں محمدی مشرب — عہد خلق محمدی آیا
اس سلیمان نے خلق سے اپنے — خاتم دل پہ نقش بٹھلایا
جی اٹھا جس سے چار باتین کہین — رنگ اعجاز تازہ دکھلایا
جھک گئے کشتان بزم سوال — جام جود و کرم جو چھلکایا
نئے سر سے جوان ہوا اقبال — بخش دولت مراد بر لایا
ہے یہ سرتاج تاجدارون کا — اس پہ اللہ کا رہے سایا

واقعی ہو امیر سال جلوس
دور دور فلاح خلق آیا

ایضاً

خلق کی تقدیر چمکی وہ ہوے مسند نشین — نور فیض کبریائی سے جو مالا مال ہین
ڈھل گئی ہے نور کے سانچے مین تاریخ امیر — آفتاب آسمان دولت و اقبال ہین

قطعہ تاریخ وفات جناب شیخ محمد وحید الزمان صاحب سفیر دار الریاست ملک رامپور

آن گرامی گوہر قدسی نفس — رحلت از دنیاے فانی چون نمود
گفت امیر سخت جان سال رحیل — صاحب ایمان سراپا خیر بود

ایضاً

اللہ نے جو وصف عطا انکو کیے تھے — وہ آ نہین سکتے ہین قیاس بشری مین
رحلت کی امیر انکی کہی مین نے یہ تاریخ — باللہ ملک تھے وہ لباس بشری مین

ترجیع بند

قاصد خوش خبر از رحمت غفار آمد — بخت بیدار شد و دولت بیدار آمد

قطرہ زن آمد و بادست گہر بار آمد
ہمچو سیلاب بہاران سوے گلزار آمد

تند و پُر شور و سیہ مست ز کہسار آمد
میکشان مژدہ کہ ابر آمد و بسیار آمد

ہر روش اور ہی سامان نظر آتے ہین
جھومتے ہین جو شجر سرد ہوا کھاتے ہین
جان تازہ گل و نسرین و سمن پاتے ہین
رقص کرتے ہین تو طاؤس یہ چلاتے ہین

تند و پُر شور و سیہ مست ز کہسار آمد
میکشان مُژدہ کہ ابر آمد و بسیار آمد

گلستان مین نئی ترکیب جو مجلس کی ہوئی
تازہ اُمید گل و لالہ و نرگس کی ہوئی
پھر ہوا سرد چلی وجہ یہی اُسکی ہوئی
نہین معلوم یہ مقبول دعا کس کی ہوئی

تند و پُر شور و سیہ مست ز کہسار آمد
میکشان مُژدہ کہ ابر آمد و بسیار آمد

لو تماشاے گل و سنبل و سوسن کو چلو
سیر کا وقت ہے گردان کے دامن کو چلو
دیکھنے شاہد مقصود کے جوبن کو چلو
بیٹھنا گھر مین مناسب نہین گلشن کو چلو

تند و پُر شور و سیہ مست ز کہسار آمد
میکشان مژدہ کہ ابر آمد و بسیار آمد

کرتے ہین مُرغ چمن شور گھٹا چھائی ہے
لُطف برسات کا ہو زور گھٹا چھائی ہے
ہر روش ناچتے ہین مور گھٹا چھائی ہے
صحن گلزار مین گھنگھور گھٹا چھائی ہے

تند و پُر شور و سیہ مست ز کہسار آمد
میکشان مژدہ کہ ابر آمد و بسیار آمد

زینتین مے کی دُکانون کی خدا داد ہوئین
خاطرین قید غم دہر سے آزاد ہوئین
اُٹھ چلین مجلسین ایسی کہ پریزاد ہوئین
بھٹیان بادہ فروشون کی پھر آباد ہوئین

تند و پُر شور و سیہ مست ز کہسار آمد
میکشان مژدہ کہ ابر آمد و بسیار آمد

تہنیت رعد نے چلا کے سنائی کیسی
شکل اُمید مقدر نے دکھائی کیسی
ہان مین ہان کوندھ کے بجلی نے ملائی کیسی
تھی تمنا جو تمھین آج بر آئی کیسی

تند و پُر شور و سیہ مست ز کہسار آمد
میکشان مژدہ کہ ابر آمد و بسیار آمد

تند اس طرح کا جیسے کسی محبوب کی خو
وہ سیاہی کہ پریشان ہو جس سے گیسو
شور ایسا کہ نہین صور سے کمتر سر مو
کثرت ایسی کہ فلک کا بھی دبا ہے پہلو

تند و پُر شور و سیہ مست ز کہسار آمد
میکشان مژدہ کہ ابر آمد و بسیار آمد

چاہیے دور مے ناب ہو پیمانہ پہ چلے
مقدرت ہو کہ نہو کام چلے یا نہ چلے
خانقہ مین ہو جو زاہد سوئے میخانہ چلے
زور جبتک کہ چلے بادۂ مستانہ چلے

تند و پُر شور و سیہ مست ز کہسار آمد
میکشان مژدہ کہ ابر آمد و بسیار آمد

طرفہ اس ابر کی ہو زیر فلک جلوہ گری
زاہد خشک بھی دیکھین گے تماشائے تری
ہم سمجھتے ہین کہ پر کھول کے آئی ہے پری
کشت اُمید ہوئی بادہ پرستون کی ہری

تند و پُر شور و سیہ مست ز کہسار آمد
میکشان مژدہ کہ ابر آمد و بسیار آمد

خشک سالی کے سبب قحط پڑا تھا گھر گھر
فضل خالق نے کیا کھل گئے اُمید کے در
صورت عیش نہ آتی تھی زمانہ کو نظر
کہدو ہر کارون سے میخوارونکو کردین یہ خبر

تند و پُر شور و سیہ مست ز کہسار آمد
میکشان مژدہ کہ ابر آمد و بسیار آمد

رخ جو ہین زرد وہ گلنار نظر آئین گے
لالہ رو صاحبِ آزار نظر آئین گے
جتنے زہاد ہین میخوار نظر آئین گے
زعفران زار چمن زار نظر آئین گے

تند و پُرشور و سیہ مست ز کہسار آمد
میکشان مژدہ کہ ابر آمد و بسیار آمد

اب یہ پوچھو یہ کہ احوال یہان کا کیا ہے
آگے کیا رنگ تھا اب رنگ جہان کا کیا ہے
گر سکے شکر یہ مقدور زبان کا کیا ہے
یہ تصرف جو نہین پیر مغان کا کیا ہے

تند و پُرشور و سیہ مست ز کہسار آمد
میکشان مژدہ کہ ابر آمد و بسیار آمد

جتنے میکش ہین اُنکو سُنا دے یہ پیام
کہ اُنہین کے لیے یہ عیش کے سامان ہین تمام
دین دعا کلب علی خان بہادر کو تمام
فیض ہے اُنکے سُناتا ہو یہ تمکو لبِ جام

تند و پُرشور و سیہ مست ز کہسار آمد
میکشان مژدہ کہ ابر آمد و بسیار آمد

ترکیب بند در تہنیت عید الفطر

جب تک کہ روز عید مسرت فزا رہے
جب تک کہ قبلہ مرجع خلق خدا رہے
جب تک کہ کعبہ قبلۂ اہلِ صفا رہے
مسجود جب تلک حرم کبریا رہے

قربان ہو تجھپہ عید سعادت فدا رہے
بالائے فرق سایۂ بالِ ہما رہے

جب تک کہ جرم شمس و قمر مین ضیا رہے
جب تک جہان مین چار عناصر کی جا رہے
جب تک فروغ زہرۂ نورِ سہا رہے
جب تک کہ خاک و آتش و آب و ہوا رہے

مثل زمین سپہر ترے زیر پا رہے
سر پر مدام سایۂ دستِ خدا رہے

مسجد اہلِ شرع ہو جبتک خدا کا گھر — جبتک نمازیون کے کھلین مسجد مین مہر
جبتک کہ معتکف رہین محراب مین بشر — جبتک وظیفہ خوان رہین زاہد ہر سحر

یارب صفِ انام کا تو پیشوا رہے
آفاق مقتدی رہے تو مقتدا رہے

جبتک کہ باغ دہر مین پھولین پھلین شجر — جبتک دماغ و چشم کو دین رنگ و بو ثمر
غنچے کھلین نسیم سے جبتک کہ ہر سحر — شبنم ہو گوش گل کے لیے جب تلک گہر

خندان گُلِ مُراد ہو فصلِ خدا رہے
نخلِ مُراد مین ثمرِ مُدعا رہے

جبتک کہ ابر تر سے چمن فیضیاب ہو — جبتک کہ ماہ آئینۂ آفتاب ہو
جبتک صدف مین گوہرِ باآب و تاب ہو — جبتک کہ سنگ معدنِ لعلِ خوش آب ہو

ہر وقت دُر فشان کفِ جود و سخا رہے
اِس ابر سے جہان چمنِ دلکشا رہے

آباد جبتلک ہو جہان مین جہانِ علم — جبتک کوئی زمین ہو کوئی آسمانِ علم
جبتک کہ مدرسون مین ہو جوشِ بیانِ علم — جبتک کہ بحثِ علم کرین طالبانِ علم

جان بخشِ سامعین سخن جانفزا رہے
طرزِ کلام عیسیِ معجز نما رہے

جبتک کہ فوجِ انجم سیہ ہو تیغ مہر تیز — جبتک کرے بہار سے فصلِ خزان گریز
اضداد اربعہ مین رہے جب تلک ستیز — جبتک دلون کو آب کرے خونِ رستخیز

فرقِ حسود زیرِ سُمِ بادپا رہے
شمشیر تیرے عدل کی کشور کشا رہے

جبتک جہان مین گردشِ لیل و نہار ہے — شب جب تلک کبھی کبھی دن آشکار ہے

جتنک کہ گرم معرکۂ گیر و دار ہے
کچھ جبر جب تلک کہ ہی کچھ اختیار ہے

دولت تری زیادہ ہو حشمت سوار ہے
اقبال حاضر در دولت سرا رہے

جتنک کہ عشق گل سے ہی بلبل کے دلمین داغ
پروانہ جب تلک کہ رہے عاشق چراغ
جتنک ہی فاختہ کو تمناے سرو باغ
آشفتہ عشق مہ سے ہی تا کبک کا دماغ

عارض پہ جان جن و بشر کی فدا رہے
دل دو جہان کا بستۂ زلف دوتا رہے

جتنک دہن کو میم عدم نکتہ دان کہین
جبتک نگاہ یار کو شاعر سنان کہین
جتنک کہ چاند چہرے کو روشن بیان کہین
ابرو کو اور مژہ کو خدنگ و کمان کہین

مثل کمان نہ جو ترے آگے جھکا رہے
اُس کا جگر نشانۂ تیر قضا رہے

جتنک صدف مین قطرۂ نیسان گہر بنے
جبتک ہرن کی ناف مین خون مشک تر بنے
تا آہن آبیاری پارس سے زر بنے
جتنک کہ شیشہ سنگ سے گل سے ثمر بنے

بوے گل طرب سے دماغ آشنا رہے
شیشہ شراب عیش سے دل کا بھرا رہے

جتنک کہ بوستان مین ہی گل مین رنگ و بو
جبتک صبا جہانمین پھرتی ہی چار سو
جتنک کہ صحن باغ مین جاری ہی آب جو
جتنک کہ گل ہے جام ہر اک غنچہ ہے سبو

صحت نصیب باغ جوانی ہرا رہے
اس بوستان کی معتدل آب وہوا رہے

ایسا جہان مین حکم کا سکہ بٹھا دیا
اس درجہ گنج گوہر و سیم و طلا دیا
نوشیروان کا عدل دوبارہ دکھا دیا
نام جم و سکندر و دارا مٹا دیا

خورشید تو وہ سب ترے آگے سُہا رہے
نام اَوروں کے نام رہے بھی تو کیا رہے

یارب ہمیشہ دولت و حشمت زیادہ ہو
ہر روز زور بازوے قدرت زیادہ ہو

فرحت رہے مُدام مسرت زیادہ ہو
عالم ہو زیر حکم حکومت زیادہ ہو

حاصل ہر اک مراد ہو حامی خدا رہے
ظل رسول سایۂ مشکلکشا رہے

جبتک کہ ہاتھ پانؤن کو قوت نصیب ہے
کانون کو جب تلک کہ سماعت نصیب ہے

جبتک دل و دماغ کو طاقت نصیب ہے
آنکھون کو جب تلک کہ بصارت نصیب ہے

جان و دل امیر تجھی پر فدا رہے
اُسکو کسی سے کام نہ تیرے سوا رہے

تاریخ طبع سابق از رسید فضل رسول خان مرحوم تعلقہ دار سندیلہ تلمیذ حضرت امیر مغفور لکھنوی

کہان ہین مومن و غالب کہان ہین ذوق و بصیر
چھپا ہے مطبع مین دیوان آمیر احمد کا

کہان ہین ناسخ و آتش کہان ہین رند و وزیر
کہین زمانے مین جسکا نہین شبیہ و نظیر

کرین مطالعہ اُسکا بدیدۂ انصاف
جو واسطی کو ہوئی فکر از پئے تاریخ

کھنچے کسی سے مضامین کی ایسی کب تصویر
کہا زبان قلم نے طفیل فیض اسیر

خاتمة الطبع

الحمد للہ والمنة کہ دیوان فصاحت بنیان بلاغت توامان من تصنیف انیف افصح الفصحا امیر الشعرا اُستاذ الاساتذہ مقتدانا مولٰنا حضرت مفتی منشی امیر احمد صاحب امیر مینائی لکھنوی رحمۃ اللہ القدیر مطبع منشی نولکشور واقع لکھنؤ مین حسب الارشاد معلی القاب عالیجناب منشی بشن نرائن صاحب مالک مطبع دام اقبالہ باہتمام کیسری داس سیٹھ سپرنٹنڈنٹ بماہ جنوری سنہ ۱۹۲۲ع بار ہشتم طبع ہوا

قطعۂ تاریخ طبع سابق از مورخ کامل منشی بھگواندیال صاحب عاقلؔ ایجنٹ مطبع

یہ حضرتِ امیر کا دیوانِ جانفزا	شایع ہوا ہو نام خدا کیا بہ زیب و زین
عاقلؔ ہو سال ہجری کی بیکار جستجو	لکھو با ضدِ دل یہ کہ ہو نظم دلفریب ۱۳۱۰ھ

دیگر ولہ

سرورِ روانِ روح پرور یہ ہے	کلامِ امیرِ سخنور یہ ہے
اگر فکر عاقلؔ ہے تاریخ کی	تو لکھو عجب نظم دلبر یہ ہے ۱۳۱۰ھ

ایضاً عیسوی

چھپا مفتی امیر احمد کا یہ دیوان کیا اعلیٰ	کہ ہر اک شعر اسکا بس فصاحت مین ہو بے ہمتا
عبث کرتے ہو عاقلؔ فکر تاریخِ مسیحی کی	لکھو تم شوق سے زیبا عجب نظمِ معیشت زا

نام کتاب	قیمت
بہارستان سخن - اس مین تین استادون کا کلام ہے ہمطرح وہم ردیف وہم قافیہ غزلین شیخ امام بخش ناسخ - ۲- خواجہ حیدر علی آتش ۳- مہدی حسین خان آباد بڑے معرکہ کا مجموعہ ہے - ہر ایک استاد نے زور طبیعت دکھایا ہے بعد یگر ترجیح بلا مرجح کہنا زیبا ہے -	۱۰ر
دیوان رند مسمے بہ گلدستۂ عشق کلام نواب سید محمد خان رند شاگرد خواجہ حیدر علی آتش -	۱۰ر
دیوان گویا - از طبعزاد رسالدار فقیر محمد خان رند گویا شاگرد خواجہ وزیر	۵ر
دیوان غافل - کلام سخنور ہمپایہ آتش و ناسخ منور خان غافل -	۶/۶
دیوان ذوق - از نتیجۂ فکر سخنور عالی خیال سید ابراہیم علی ذوق	۸ر
دیوان لطف - پاکیزہ دیوان غزلیات مع معراج نامہ محامد سرور کائنات مصنفہ حافظ لطف علیخان بریلوی -	۳ر
ایضاً نعت سروری - غزلیات تمام	
ردیفون کی از گرانبہائے طبع بلند مفتی غلام سرور لاہوری -	۶ر
دیوان نیاز - ساز روشنی صافی طبع نازک پسند شاہ نیاز احمد بریلوی نیاز	۴ر
دیوان شہیدی مصنفہ کرامت علیخان شہیدی تخلص -	۵ر
دیوان غالب دہلوی - کئی مرتبہ یہ مختلف مقامات مین چھپا اور بکا اور ہنوز خواہش خریداران اسی طرح کیمین نہو بڑے عالی دماغ مرزا اسد اللہ خان دہلوی کا کلام ہے جن کا مثل و نظیر ہندوستان مین نہین ہے یہ مطبوعہ مطبع نظامی سے نقل ہو کر طبع ہوا -	زیر طبع
دیوان قلق - مسمے بہ مظہر عشق کلام استاد کامل آفتاب الدولہ خواجہ اسد تخلص قلق -	۹ر
دیوان جرار - مصنفہ مرزا حسین بیگ جرار -	۵ر
کلیات واسطی	۱۵ر
دیوان ظہیر فاریابی فارسی	۶ر

نام کتاب	قیمت
دیوان سحر سامری	۷/
دیوان مردان صفی	۵/
دیوان سخن دہلوی	۱۴/
دیوان خواجہ میر درد شاعر صاحب باطن	زیر طبع
ذولسانین مجمع البحرین	عہ/
اکسیر سخن	۵/
دیوان بہار عرب	۲/
چمنستان جوش۔ دیوان نواب محمد حسن خان جوش از فرزندان نواب حافظ رحمت خان۔	۱۰/
مجمع الاشعار۔ غزلہائے اردو فارسی اساتذہ۔	۴/
چمن بےنظیر۔ اشعار اردو فارسی اساتذہ فراہم کردہ مولوی محمد ابراہیم بن شہاب الدین۔	عہ/
گلدستۂ امانت۔ جسمین چیدہ چیدہ غزلیات اساتذہ کی ہین۔	۱/
دیوان مناقب خیر البشر	۲/
کلیات آتش	۱۲/

نام کتاب	قیمت
کتب کلیات و دواوین فارسی	
کلیات حزین۔ مجموعۂ نوادر روزگار سے ہے جس مین چند رسائل ہین۔ ا سوانح عمری حضرت مصنّف ۲۔ تواریخ سلاطین ۳۔ قصائد نعتیہ ائمہ اطہار علیہم السلام ۴۔ دیوان مُصنّف ۔ ۵۔ ثنویات صغیر دل و چمن انجمن ۶۔ ثنویات خرابات ۔ ۷۔ فرہنگ نامہ ۸۔ تذکرۃ العاشقین مُصنّفۂ شاعر عدیم النظیر شیخ محمد علی حزین۔	
کلیات خاقانی جسمین قصائد عربی و فارسی و غزلیات و رباعیات کا پورا ذخیرہ ہے۔ ایسا کلیات اس جامعیت کے ساتھ کمیاب ہے جو اس طبع مین محشّی ہوکر مع حل معانی اشعار عربی کے دو جلد مین چھپا ہے۔	

سر مطہر خاک و خون مین بھرا تھا نہ پہچانا مگر دل مین اُم حبیبہ کے یہ خیال آیا کہ مین نے مشابہ
اس سر کے کسیکو دیکھا ہے ناگاہ کجاوے اسیرون کے دیکھے کہ اُن پر بیبیان
مثل بندیان ترک و روم کے سوار ہین مُنہ اُنکے حرارت آفتاب سے متغیر ہو گئے
ہین رخسارے مُنہ پیٹنے سے نیلے ہو گئے ہین۔ آگے ان کجاوون کے ایک بیمار
زرد رنگ طوق و زنجیر مین اس طرح جکڑا ہے کہ اُسکے ہاتھ پس گردن سے اور
اُسکے پاؤن اونٹ کی پیٹھ سے بندھے ہین راہ کی پستی و بلندی اونٹ کی تکان
حلقہ ہائے آہن کے رگڑون سے ٹخنون تک ساق پا کا گوشت اُڑ گیا ہے پنڈلیون سے
خون جاری ہے اُم حبیبہ کا دل اسکے دیکھنے سے بھر آیا تھا جو مین اُس بیمار کو دیکھا رو کر
پوچھنے لگی ای نوجوان تو کس خاندان سے ہے اُس بیمار نے باواز نحیف فرمایا مین گرانی
طوق سے اچھی طرح کلام نہین کر سکتا ہون ان بیبیون کو جو پوچھنا ہے پوچھ لے۔

ناگاہ وہ اونٹ آ گئے کوٹھے کی برابر — ایک بی بی کو دیکھا کہ جبین خون سے ہے تر
ہے گود مین بیٹھی ہوئی اک ننھی سی دختر — آلودہ بخون جسم کا کُرتا ہے سراسر

اس ننھے سے سن مین یہ مصیبت یہ بلا ہے
کانون سے لہو بہتا ہے رستی مین گلا ہے

کوٹھے کی طرف دیکھکے وہ لڑکی پکاری — فریاد کہ بن پانی کے بیکل جان ہماری ہے
کانٹے ہین پڑے حلق مین یہ پیاس ہے طاری — پانی کوئی پلوا دے ابر در بار [illegible]

جانتی ہو تم کہ ہو پیاس سے یہ حال ہوا ہے
ہین اسکی جگر بند ہو جو پیاسا مرا ہے

نادان کی باتون سے رہا دل کو نہ یارا — جتنا کو بس اُم حبیبہ نے پکارا
ہو ویگا مرے سر پہ یہ احسان تمہارا — پانی مین پلاتون دل کے اک جام خدارا

کس درد سے یہ آہ و بکا کرتی ہے لوگو
بن پانی کے معصوم یہ اب مرتی ہے لوگو

سوچے یہ دل میں حضرت پیغمبر خدا — چادر میں فاطمہ کے ہیں پیوند جا بجا
اس حال سے بتول کو بھیجوں بھلا میں کیا — طعنہ ہر اک یہود یہ دیوے گی برملا
غل ہوگا بنت احمد مختار آئی ہے — زہرا غریب آئی ہے نادار آئی ہے
اس میں علی کے واسطے ذلت ہے بے شمار — چرچا کریں گی عورتیں آپس میں یک دگر
بیاہی ہے اپنی بیٹی پیمبر نے کس کے گھر — محتاج فاقہ کش نہ کچھ اثاثہ مال و زر
حیدر سے کوئی خلق میں پیارا نہیں مجھے — ذلت علی کو ہو یہ گوارا نہیں مجھے
دل میں یہ کہہ رہے تھے وہ محبوب کردگار — ناگاہ آئے حضرت جبریل نامدار
خلعے لیے بہشت کے با عزت و وقار — اور کشتیوں میں زیور جنت با افتخار
کی عرض کب ثبات دنیا کے واسطے — اللہ نے یہ بھیجا ہے زہرا کے واسطے
سلمان فارسی گئے تب فاطمہ کے پاس — گذرانی آنکہ وہ ہر اک کشتی لباس
زہرا سے جب نہ تن کیا وہ زیور و لباس — فرمایا اس گھڑی کہ ہے حیرت نہ بے قیاس
حیدر نے بھیجا ہے کہ یہ بابا نے بھیجا ہے — آئی صدا کہ خالق اکبر نے بھیجا ہے
جب خلعت جناں سے مزین ہوئیں بتول — [illegible]
ڈوبی تمام عطر میں وہ دختر رسول — [illegible] یاقوت جناں کے پھول
دیکھا نہ جو کسی نے فاطمہ کو حال زشت سے — بھیجا ہے سواری بھی محل بہشت سے
مانند مہر پھرنے لگا گرد سر فلک — اور حوریں ساتھ لیے ہوئے نازل ہوئے ملک
جن اہتمام میں تھے یہاں سے جہاں تلک — کیا غل تھا کہ پھر سکے نہ کوئی پلک
غل تھا کہ پیش حق ہے یہ حشمت بتول کی — سر کو سواری آئی ہے بنت رسول کی
پہنچی جو اس شکوہ سے زہرائے نامدار — ششدر گئے یہود نظر کرکے ایکبار
عورات پیشوائی کو آئیں با انکسار — بٹھلایا لا کے مسند زر پر با افتخار
کچھ عورتیں دیکھ کے حیران ہو گئیں — اور کچھ قدم پہ گر کے مسلمان ہو گئیں
یارو یہ وقت غور کا اور بیٹے کی جا — اللہ جس کو خلعت جنت کرے عطا
بلوہ میں اسکی بیٹیاں ہوں آہ بے ردا — دل کانپتا ہے کیا کہوں احوال کربلا